

کافی سال پہلے اٹلی سے کچھ گینگسٹر امریکہ آئے جنہوں نے وہاں اپنا راج قائم کرنے کا سوچا اور پھر امریکہ کے کئی شہروں کو اپنی ملکیت بنا لیا جہاں ہر بر اکام ان کی ہی نگرانی میں ہونے لگا۔

آہستہ آہستہ یہ حکومت بہت زیادہ طاقت ور اور وسیع ہو گئی اتنی کہ پولیس بھی ان کے سامنے بے بس تھی۔ انہیں اٹیلین مافیا کے نام سے جانا جانے لگا اور مافیا کے سردار کو کا پو کہا گیا جس کا مطلب اٹلی زبان میں باس تھا۔

یہ کہانی انہیں مافیا باس میں سے ایک باس کی تھی۔ لاس ویگاس کے مافیا کا پو ڈیمین موریٹی کی جس کی سفاکی اور بے رحمی سے سب ڈرتے تھے کیونکہ اس شخص کو ہر ایک سے نفرت تھی، اپنے آپ سے بھی۔



"ہا ہا ہا ہا ماراناں۔۔۔۔"

چارلی اس وقت اپنے ایرینا میں بیٹھا پنجرے میں بند دو آدمیوں کو جانوروں کی طرح لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو کہ ایسا لگ رہا تھا کہ ایک دوسرے کی جان لے کر ہی دم لیں گے۔

امریکہ کے شہر لاس ویگاس میں چارلی کا ایرینا بہت زیادہ مشہور تھا جہاں غیر قانونی لڑائیاں، ڈرگ ڈیلنگز اور بھی بہت کچھ ہو رہا تھا اور یہ کروانے والا وہ باڈی بلڈر چارلی ہی تو تھا۔

"باس ڈیمین موریٹی آپ سے ملنے آیا ہے۔۔۔"

ڈیمین کا نام سن کر چارلی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ لاس ویگاس کے مافیا کا پو سے ہر کوئی ڈرتا تھا۔

"کہاں ہے وہ اس وقت؟"

"ٹھیک تمہارے پیچھے۔۔۔۔"

ایک مغرور سی آواز سن کر چارلی نے جلدی سے مڑ کر دیکھا جہاں ڈیمین شان سے ہونٹوں میں سگار دبائے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ چارلی نے ڈیمین کے پیچھے دیکھا جہاں کالے بالوں والا ایک سنجیدہ سا آدمی اور لال بالوں والی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

"تو کیا کہا تھا تم نے میرے آدمی کو کہ وہ تمہیں حکم دینے والا کون ہوتا ہے؟ ڈیمین خود آکر تم سے بات کرے۔۔۔۔"

ڈیمین نے سگار کو کرسی کے بازو سے مسل کر بچھایا اور زرا سا آگے ہو کر اپنی گہری نیلی آنکھوں سے چارلی کو گھورنے لگا۔

"لو آگیا ڈیمین۔۔۔۔"

چارلی نے نگاہیں چھوٹی کر کے اس مغرور شخص کو دیکھا جو کافی گھمنڈی تھا۔ سنہرے اور بھورے بالوں اور نیلی آنکھوں والا وہ تیس سالہ مرد دیکھنے میں جتنا دلکش لگتا تھا اندر سے اتنا ہی سفاک اور ظالم مانا جاتا تھا۔ وہ پورے لاس ویگاس کا بے تاج بادشاہ مانا جاتا تھا۔

"کیا چاہیے تمہیں مجھ سے؟"

چارلی سیدھا مدعے کی بات پر آیا۔

"کچھ زیادہ نہیں بس اتنا چاہتا ہوں کہ تمہارا یہ ایرینا اور تم ویگاس میں باقی سب کی طرح میری غلامی کرو۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے عام سے انداز میں بات کہی۔

"نہیں مجھے منظور نہیں یہ میرا ایرینا ہے جیسے میں چاہوں گا اسے چلاؤں گا۔۔۔۔۔"

چارلی کی بات پر ڈیمین نے بھوئیں اچکا کر اسے دیکھا۔ وہ شاید پہلا آدمی تھا جس نے ڈیمین کے سامنے اس قدر بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"جانتے ہوا اگر میں چاہتا تو اس وقت تم یہ بات کہنے کے لیے زندہ نہیں ہوتے لیکن مجھے تمہاری یہ بہادری پسند آئی اس لیے تمہارے لیے ایک خاص آفر ہے۔۔۔۔۔"

"کیسی آفر؟"

چارلی نے گہری نگاہوں سے ڈیمین کو دیکھا۔

"ڈیٹھ میچ تمہارے اور میرے درمیان اور یہ میچ تبھی ختم ہو گا جب ہم دونوں میں سے ایک کی لاش اس پنجرے میں پڑی ہوگی۔"

ڈیمین نے دلچسپی سے اس پنجرے کو دیکھتے ہوئے کہا جہاں اب ایک آدمی دوسرے کو مار کر اپنی طاقت کا رعب جھاڑ رہا تھا۔

"اگر میں جیتا تو تمہارا یہ ایرینا میرا اور اگر تم جیتے تو جو میرا ہے سب تمہارا۔۔۔۔۔"

ڈیمین کی آفر پر چارلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ شخص اسے اپنی جگہ کا پوہنے کی دعوت دے رہا تھا۔ چارلی نے ڈیمین کا معائنہ کیا جو پیٹ کوٹ پہنے کوئی بزنس مین لگ رہا تھا۔ قد و قامت کے لحاظ سے کافی اچھا تھا لیکن چارلی کی طرح باڈی بلڈر نہیں تھا۔

"منظور ہے۔۔۔۔۔"

ڈیمین کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔ وہ فوراً اٹھا اور اپنا کوٹ اور شرٹ اتار کر سی پر رکھنے کے بعد اس پنجرے کی جانب چل دیا جہاں چارلی لڑائی کے لیے اسکا انتظار کر رہا تھا۔ ایک ڈریگن کا ٹیوڈ ڈیمین کے سینے کے دائیں جانب بنا تھا جسکے منہ سے نکلتی آگ کی لپٹیں اسکے پورے بازو پر پھیل رہی تھیں اور دوسرا ٹیوڈ ایک آگ میں لپٹے چاقو کا تھا جو کہ اسکے بائیں بازو پر تھا۔ ایرینا میں موجود کئی لڑکیاں اس حسین مرد کو دیکھ کر اپنا دل تھام کر رہ گئی تھیں۔

"یہ تو گیا جانتا نہیں شاید ڈیمین کو۔۔۔۔۔"

لال بالوں والی لڑکی نے چارلی کو دیکھتے ہوئے طنزیہ مسکان کے ساتھ کہا لیکن اسکے ساتھ موجود کالے بالوں والا شخص ابھی بھی سنجیدگی سے کھڑا تھا۔

ڈیمین کے پنجرے میں جاتے ہی دروازہ لاک کر دیا گیا۔ اب اس پنجرے میں سے ان دونوں میں سے ایک کی لاش ہی نکلتی تھی۔ وہاں موجود لوگ اونچی اونچی چارلی کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔ سب جانتے تھے کہ چارلی جیتے گا آخر وہ انکا سب سے بہترین باڈی بلڈر تھا۔

"آج بچے آج اس دنیا سے ایل ڈیمین موریٹی کا نام ہی مٹ جائے گا۔۔۔"

چارلی کے کھلے چیلنج پر ڈیمین بس مسکرا دیا۔ گھنٹی کے بجتے ہی چارلی نے ڈیمین پر حملہ کیا لیکن ڈیمین سائیڈ پر ہو کر اس حملے سے بہت آسانی سے بچ گیا۔ چارلی نے پھر سے کوشش کی لیکن ڈیمین اس کے ہاتھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ دور کھڑی لال بالوں والی لڑکی یہ دیکھ کر حیران ہوئی۔

"لوکا ڈیمین کر کیا رہا ہے؟"

اسکی پریشانی پر کالے بالوں والا سنجیدہ سا آدمی جسکا نام لوکا تھا گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"اسکے ساتھ کھیل رہا ہے۔۔۔"

وہ ڈیمین کے چہرے پر دلچسپی کے آثار دیکھ سکتا تھا۔ چارلی کی حرکتیں اس کے لیے بس سرکس تھیں جن سے وہ لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اچانک ہی چارلی غصے کے عالم میں پوری رفتار سے آگے بڑھا اور ایک زوردار مکا ڈیمین کے منہ پر مار دیا۔ ڈیمین نے اپنے ہونٹ کا کونا چھوا جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ لال بالوں والی لڑکی مسکرا دی۔

"یہ تو گیا۔۔۔"

چارلی مسکراتے ہوئے ڈیمین کو دیکھ رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ اسے کچھ سمجھ آتا ڈیمین بہت تیزی سے آگے بڑھا اور اپنا پاؤں چارلی کی ٹانگ کے گرد لپیٹ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔

"آہ۔۔۔"

چارلی کی چیخ پورے ایرینا میں گونجی تھی اور اسے نے حیرت سے اپنی ٹانگ کو دیکھا جو ٹوٹ کر مڑ چکی تھی۔ تکلیف سے اسکی جان جا رہی تھی مگر تبھی ڈیمین نے قریب آ کر اپنا بازو اسکی چوڑی گردن کے گرد لپیٹا۔

"ڈیتھ میچ۔۔۔"

اپنے کان میں وہ سرگوشی سن کر چارلی کانپ اٹھا۔

"ننن۔۔۔ نہیں ڈیمین مم۔۔۔ میرا ایرینا تمہارا ہوا آج سے بس مجھے چھوڑ دو۔۔۔ خدا کے واسطے مجھے چھوڑ

دو۔۔۔۔"

چارلی گڑ گڑایا لیکن ڈیمین کے چہرے پر رحم کے کوئی آثار نہیں تھے۔

"جس خدا کو ڈیمین مانتا ہی نہیں اسکے واسطے تجھے کیسے چھوڑ دے لیکن تو مناتا ہے ناں اسے تو جاسکے پاس۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈیمین نے زوردار جھٹکے سے اسکی گردن کو توڑ کر اسکا مردہ وجود زمین پر پھینکا اور باہر آ کر اپنی شرٹ اور کوٹ پہننے کے بعد وہاں خاموش کھڑے لوگوں کی جانب مڑا۔

"اب یہ ایرینا ڈیمین کی پر اپرٹی ہے میرے اصولوں پر چلو گے تو زندہ رہو گے ورنہ اسکے جتنی آسان موت نہیں

ملے گی کسی کو۔۔۔۔"

سب کو وارننگ دیتا ڈیمین باہر کی جانب چل دیا۔ لوکا تو اسکے پیچھے چلا گیا لیکن لال بالوں والی لڑکی وہیں کھڑی مسکراتی رہی تھی۔

"ڈیمن موریٹی بہت زیادہ خطرناک ہو تم پھر بھی مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو، بس تمہارا ایک اشارہ اور روزلی ڈارسن تمہاری غلام بن کر رہے گی۔۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر کہا۔ پوری دنیا اسکے حسن کی دیوانی تھی پر جسکی روزلی دیوانی تھی اس نے تو کبھی اسے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ روزلی کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن اپنے ڈیمن کے کالے دل پر اسی کی حکومت ہوگی مگر یہ اسکا خواب ہی تھا۔



"پارس۔۔۔۔ پارس کہاں ہو میرا بچہ؟"

وہاب صاحب کی آواز پر کچن میں برتن دھوتی پارسا نے جلدی سے اپنے ہاتھ پونچھے اور اپنا دوپٹہ ٹھیک سے سر پر لیتے ہوئے باہر انکے پاس صحن میں آگئی۔

"اسلام و علیکم ماموں۔۔۔۔"

پارسا کی خوشگوار آواز پر وہاب صاحب مسکرائے اور اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"وعلیکم السلام ماموں کی جان۔۔۔۔ یہ دیکھو میں تمہارے لئے کیا لے کر آیا؟"

وہاب صاحب نے ایک شاپر پارسا کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ پارسا نے مسکرا کر اس شاپر کو کھولا جس میں ایک خوبصورت سا گلانی رنگ کا سوٹ تھا۔

"اففف اتنا پیارا سوٹ میرے لیے لائیں ہیں ناں آپ بابا۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی بڑی بیٹی کبریٰ نے جلدی سے وہ سوٹ پارسا کے ہاتھ سے چھین کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ اپنی بیٹی کی یہ حرکت وہاب صاحب کو انتہائی ناگوار گزری۔

"نہیں کبریٰ یہ میں پارس کے لئے لایا ہوں تمہاری ماں تو تمہیں آئے دن نئے کپڑے دلاتی رہتی ہے۔۔۔۔"

اپنے باپ کی بات پر کبریٰ کا منہ پھول گیا۔

"لیکن یہ مجھے پسند آیا ہے بابا اسے میں ہی رکھوں گی بدلے میں پارس میرا کوئی سوٹ لے لے۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے اپنی بیٹی کو گھور کر دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے پارسا بول اٹھی۔

"کوئی بات نہیں ماموں اگر کبریٰ آپ کی کو یہ پسند آیا ہے تو انہیں رکھنے دیں۔۔۔۔"

اپنی بھانجی کی بات پر وہاب صاحب نے گہرا سانس لیا۔ وہ ایسی ہی تو تھی ہر ایک کی گئی زیادتی کو بھی ہنس کر ٹال دیتی تھی۔

"ٹھیک ہے یہ کبریٰ رکھ لے میں پارس کے لئے ایک اور لے آؤں گا کل اور اس پر کوئی نظر نہ رکھے پہلے بتا رہا ہوں۔۔۔۔"

وہاب صاحب اتنا کہہ کر اٹھے اور کمرے میں چلے گئے۔ کبریٰ فوراً پارسا کی جانب پلٹی۔

"سمجھتی کیا ہو تم خود کو؟ ہمارے گھر میں رہتی ہو اور ہمارا ہی جینا حرام کیا ہوا ہے۔۔۔۔"

"آپی میں تو بس۔۔۔۔"

"بند کرو اپنا منہ سب پتہ ہے مجھے میسنی سی شکل بنا کر بابا کے سامنے اچھی بن جاتی ہو۔ اگلے مہینے جارہے ہیں بابا

سعودیہ واپس اسکے بعد بتاؤں گی تمہیں۔۔۔۔"

کبریٰ نے سر جھکا کر کھڑی پارسا کو دانت پیس کر دیکھتے ہوئے کہا اور پارسا تو بس اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا ہو گیا کبریٰ اتنے غصے میں کیوں ہو؟"

نادیہ بیگم اور انکی بڑی بیٹی ہدیٰ جو ابھی بازار سے آئی تھیں کبریٰ کو یوں غصے میں دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"یہ تو آپ اس سے پوچھیں امی جب تک یہ اس گھر میں ہے ہم سکون سے رہ سکتی ہیں بھلا؟"

کبریٰ کی بات پر نادیہ بیگم نے غصے سے پارسا کو گھورا۔

"سکون کیوں نہیں برداشت ہوتا تمہیں میری بچیوں کا؟ ہر وقت ان کے پیچھے پڑی رہنا بس تم۔۔۔"

پارسانے فوراً اپنی نم پلکیں اٹھا کر نادیہ بیگم کو دیکھا۔

"مامی میں تو بس۔۔۔"

"بکو اس بند کرو اپنی۔۔۔ بس اتنے دن مزے کر لو جتنے دن تمہارے ماموں ہیں یہاں اسکے بعد تمہیں تمہاری

اوقات دکھاؤں گی میں۔۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔"

پار سافور اُوہاں سے بھاگ کر کچن میں آئی اور بے دردی سے اپنے آنسو پونچھے لگی۔ ایسا سلوک اس کے ساتھ پہلی دفعہ نہیں ہوا تھا۔

جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اس کی ماں اور وہ اپنے ماموں کے ہاں ہی رہتے تھے۔ پہلے تو اس کی ماں اسے اپنی ممانی کے غصے سے بچاتی تھی لیکن نو سال کی عمر میں اس کی ماں بھی اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ماموں تو زیادہ تر سعودی عرب ہوتے تھے اور پار سا گھر کا سارا کام بھی کرتی تھی اور طعنوں کے ساتھ ساتھ مار بھی کھاتی تھی لیکن اپنے ماموں کے سامنے کبھی اف تک نہیں کی۔

"ان شاء اللہ سب اچھا ہو گا پار س برا وقت پل بھر کا ہوتا ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں تنہا نہیں چھوڑتے۔۔۔۔"

پار سانے اپنی ماں کے کہے الفاظ دہرائے اور آنسو پونچھ کر مسکرا دی۔ ہاں اسکی ماں کا دیا یہ ایمان ہی تو اسکی طاقت تھا جو ہر غم میں پار سا کا حوصلہ بنتا آیا تھا۔ بے شک اندھیری رات کے بعد پر نور صبح آتی ہے۔ پار سا کو بس اس صبح کا انتظار تھا۔



وہاب صاحب کمر کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہاب صاحب کی بس ایک بہن تھی حلیمہ جو انہیں جان سے زیادہ عزیز تھی۔ انہوں نے حلیمہ کی شادی ایک کافی اچھے

گھرانے میں کی تھی لیکن پارسا کے پیدا ہوتے ہی اس شخص نے بیٹا نہ ملنے کی وجہ سے حلیمہ کو طلاق دی اور پارسا سمیت اسے گھر سے نکال دیا۔

حلیمہ اپنے بھائی کے در پر آ بیٹھی۔ کچھ بھی کر کے اپنی بھابھی کو خوش کرنے کی کوشش کرتی لیکن وہ کبھی حلیمہ کی خدمت سے خوش نہیں ہوئی تھی۔

پارسا صرف نو سال کی تھی جب حلیمہ ہارٹ اٹیک سے وفات پا گئی۔ وہاب صاحب چونکہ سعودیہ رہتے تھے اس لیے انہیں یہاں کے حالات کا نہیں پتہ تھا لیکن جب تین سال بعد یہاں آ کر انہوں نے اپنی معصوم بھانجی کے ساتھ ہوتا برا سلوک دیکھا تو اسے اختیار دینے کا سوچ بیٹھے۔

کچھ سالوں کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے سمیر نے تعلیم کے لیے امریکہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ وہاب صاحب نے اس کے سامنے امریکہ جانے کی شرط پارسا سے نکاح کی رکھی جو تب محض چودہ سال کی تھی اور سمیر انیس سال کا تھا۔

سمیر انکی بات مان گیا اور وہاب صاحب نے اس کا نکاح پارسا سے کروا کر اسے امریکہ کا بھیج دیا لیکن یہ ان کا خواب ہی تھا کہ اس گھر کی بہو بننے کے بعد نادیدہ بیگم اور ان کی سیٹیاں پارسا سے اچھا سلوک کریں گی بلکہ گزرتے وقت کے ساتھ ان کا سلوک مزید بدتر ہو چکا تھا۔

اب پارسا انیس سال کی تھی اور کافی لائق ہونے کے باوجود اس نے پرائیویٹ بی اے کے امتحان دیے تھے جبکہ ان کی بیٹیاں بس یونیورسٹیوں میں پیسہ برباد کر رہی تھیں۔

وہ چاہتے تھے کہ کسی بھی طرح پارسا کو اپنی بیوی اور بیٹیوں سے دور کر دیں۔ وہ جوان کے سامنے ہی اس معصوم بچی کے ساتھ اتنا برا سلوک کرتی تھیں نہ جانے ان کے جانے کے بعد پارسا کے ساتھ کیا کچھ کرتی ہوں گی؟

یہ سوچ کر وہ بہت زیادہ پریشان ہو چکے تھے۔ پھر بہت سوچنے کے بعد انہیں ایک ہی حل نظر آیا۔ انہوں نے اپنا موبائل نکالا اور سمیر کا نمبر ڈائل کرنے لگے۔

"اسلام و علیکم بابا۔۔۔۔"

فون اٹھاتے ہیں سمیر نے نرمی سے کہا وہاب صاحب مسکرا دیئے۔

"و علیکم السلام کیسے ہو بیٹا؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ بتائیں؟"

سمیر نے نرمی سے پوچھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں بیٹا بس سوچا کہ تمہارا حال چال پوچھ لوں اور بتاؤ کیا کر رہے ہو؟"

وہاب صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں بابا کل انٹرویو ہے اسکی تیاری کر رہا تھا۔

عام سا جواب پا کر وہاب صاحب کی مسکان گہری ہوئی۔ سمیر پڑھائی مکمل کرنے کے بعد گرین کارڈ ہولڈر ہو چکا تھا اور اب اچھی نوکری کی تلاش کر رہا تھا۔

"لیکن اس وقت تو وہاں کافی رات ہو گی ناں؟"

"جی بابا رات ہی ہے لیکن میرا کام کافی تھا۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا پھر کچھ سوچ کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔

"بیٹا مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔"

"جی کہیں بابا۔۔۔"

سمیر نے فوراً جواب دیا۔

"میں چاہتا ہوں تم پارس کا ویزہ بھجواؤ اور اسے اپنے پاس بلا لو۔۔۔"

وہاب صاحب کی بات پر کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"لیکن بابا میں تو ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہتا ہوں اور اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں میں اسے کیسے اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟"

وہاب صاحب نے اپنی کنپٹی سہلا کر گہرا سانس لیا۔

"وہ تمہاری ذمہ داری ہے بیٹا اسے کیسے نبھانا ہے یہ تم پر ہے لیکن یہ میرا فیصلہ ہے کہ جلد از جلد اسے اپنے پاس بلا لو اور اخراجات کی فکر مت کرو میں تمہیں زیادہ پیسے بھجوانے کی کوشش کروں گا۔"

"لیکن بابا۔۔۔"

"سمیر بس میں نے کہا کہ تم اسے اپنے پاس بلا رہے تو تم بلا رہے ہو۔۔۔"

وہاب صاحب کے سختی سے کہنے پر سمیر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے بابا میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔"

وہاب صاحب نے پھر سے ہاں میں سر ہلایا۔

"ایک سال سے تم اسکی ڈاکیومنٹیشن مکمل کروانے کی کوشش کر رہے ہو اب تک ہو جانا چاہیے تھا سب اس لیے جب تم پاکستان آؤ تو پوری تیاری کے ساتھ آنا کیونکہ تم اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے۔"

"لیکن بابا اتنی جلدی کیسے؟"

"وہ بیوی ہے تمہاری سمیر تم اسے اپنے پاس بلا سکتے ہو۔ ویسے بھی اب وہ انیس سال کی ہو چکی ہے اور تمہیں گرین کارڈ بھی مل چکا ہے تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے وضاحت دی تو سمیر پھر سے خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے بابا آپ اسکا پاسپورٹ وغیرہ تیار کروالیں۔۔۔۔ اچھا میں پھر بات کروں گا ابھی زرا بزی ہوں۔۔۔۔"

سمیر نے سنجیدگی سے کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ وہاب صاحب فون میز پر رکھ کر پھر سے اپنے ہاتھ باندھ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے۔

"ماموں آپ کی چائے۔۔۔۔"

پارسا کی آواز پر وہ مسکرا کر اسکی جانب مڑے۔ وہ ہو بہو ان کی بہن کا عکس تھی نازک سا وجود، صاف رنگت، کمر تک آتے بال اور انتہائی معصوم سا چہرہ اسے بہت زیادہ دلکش بناتا تھا لیکن جو چیز پارسا کی طرف مائل کرتی تھی وہ اس کے کردار کی خوبصورتی تھی جو اس کی ظاہری خوبصورتی پر بھی حاوی تھی۔ وہ اپنے نام جیسی پارسا ہی تھی۔

"کس سے بات کر رہے تھے آپ؟"

پارسانے چائے کا کپ انھیں پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

"سمیر سے۔۔۔"

وہاب صاحب نے چائے کا کپ اپنے ہونٹوں سے لگا کر کہا۔ سمیر کے ذکر پر ہی ایک شر میلی سی مسکراہٹ پارسانے کے ہونٹوں پر آئی تھی۔

"وہ ٹھیک تو ہیں ناں؟"

پارسانے گھبراتے ہوئے پوچھا تو وہاب صاحب اس کی معصومیت پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے۔ وہ تو اپنی حیا کی وجہ سے کبھی اس سے بات بھی نہیں کرتی تھی یا شاید نادیہ نے کبھی اسے اتنا موقع ہی نہیں دیا تھا کیونکہ وہ پارسانے کو سمیر کے قابل ہی نہیں سمجھتی تھی بلکہ اس نکاح سے ہی انکار کرتی تھیں۔

"ہاں بالکل ٹھیک ہے بلکہ سمجھو بہت جلد تم دونوں کی ملاقات ہونے والی ہے۔"

وہاب صاحب کی بات پر پار سا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا وہ واپس آرہے ہیں؟"

وہاب صاحب اسکی آواز میں موجود خوشی محسوس کر سکتے تھے۔

"ہاں بہت جلد پھر سوچتا ہوں اسکی امانت اسے سونپ دوں کیا کہتی ہو تم؟"

وہاب صاحب کے سوال پر پار سا کا چہرہ گلاب کی مانند سرخ ہو گیا اور وہ جلدی سے وہاں سے چلی گئی جبکہ اپنی معصوم سی بھانجی کی حیا پر وہاب صاحب مسکرا دیے۔ اپنے بیٹے کی خوش قسمتی پر وہ خدا کا جتنا شکر ادا کرتے اتنا کم تھا کیوں اس کے نصیب میں پار سا جیسی لڑکی لکھی تھی جو ایک گھر کو جنت بنانا بخوبی جانتی تھی۔



سمیر نے اپنا موبائل غصے کے عالم میں فرش پر پھینک کر چکنا چور کر دیا۔ اگلے ہفتے وہ پانچ سالوں کے بعد پاکستان واپس جا رہا تھا اور وہ تو یہاں سے جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ ایک سال سے وہ پارسا کی ڈاکیومنٹیشن کے بارے میں جھوٹ بولتا رہا تھا۔ اس کے لیے یہاں اپنی بیوی کو بلانا بہت زیادہ آسان تھا لیکن ڈاکیومنٹیشن مکمل ہونے کے باوجود وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی قسم کی ذمہ داری کا بوجھ اسکی قید بن جائے۔

موبائل کے ٹوٹنے کا شور سن کر اسکے بغل میں سوئی اینا جاگ گئی اور چادر سے اپنا وجود چھپاتے ہوئے حیرت سے غصے میں پھنکارتے سمیر کو دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا سیم ڈار لنگ سب ٹھیک ہے ناں؟"

اس نے اپنا گورا ہاتھ سمیر کی برہنہ کمر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پوچھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے بس نیکسٹ ویک پاکستان جا رہا ہوں ناں تو سوچ رہا ہوں تمہارے بغیر دل کیسے لگے گا۔۔۔"

سمیر نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو اینا اسے مسکرا دی۔

"میری فرینڈ زیو نہی کہتی تھیں کہ تم مشرقی لڑکے عجیب ہوتے ہو جبکہ تم تو بیسٹ بوائے فرینڈ ہو ایک مہینے کے لیے تو جا رہے ہو بس پھر بھی اتنا مس کرو گے مجھے۔۔۔"

ایناشرم وحیا کا ہر پردہ گراتے ہوئے مزید اسکے قریب ہو چکی تھی اور سمیر بے خود ہوتا اپنے ہونٹ اسکی گردن پر رکھ چکا تھا۔

"تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا بے بی ایک مہینہ کہاں آسان ہے۔۔۔"

اسکی بات اور گستاخیوں پر اینا ہنستے ہوئے اسکے قریب ہوتی چلی گئی اور گناہوں کی لذت میں ڈوبا سمیر اپنی تہزیب، مذہب، اصول سب بھول چکا تھا۔ یہ بھی کہ اسکا وجود کسی اور کی امانت تھا۔



وہ اس وقت ایک باغ میں موجود تھا جہاں وہ تھا جو اسے کبھی نصیب نہیں ہوا، سکون۔ تبھی کسی نے اپنے ہاتھ اسکی آنکھوں پر رکھے۔

"گیس کرو کون ہے؟"

ایک شرارتی سی آواز پر ڈیمین مسکرا دیا۔

"میری چھوٹی سی پری صوفیا۔۔۔"

اس بات پر وہ پندرہ سالہ لڑکی ہنستے ہوئے اس کے سامنے آئی اور بالکل اس کے جیسی نیلی آنکھوں سے اسے گھورنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلتا ہے ڈیمین؟"

صوفیا نے منہ بنا کر پوچھا۔

"کیونکہ تم جان سے زیادہ عزیز ہو مجھے۔۔۔"

ڈیمن نے محبت سے کہا اور اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھنے چاہے لیکن اگلے ہی پل وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی اور ڈیمن وہاں پر بالکل تنہا کھڑا تھا۔

"صوفیا صوفیا۔۔۔۔۔"

ڈیمن ارد گرد دیکھتے ہوئے چلایا اور اس کے ساتھ ہی وہ خواب ٹوٹا اور ابھی کچھ دیر پہلے نیند کی دوائی لے کر سویا ڈیمن ہانپتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ صوفیا کا معصوم چہرہ یاد کر کے اس نے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ لیں۔ وہ جب بھی اسے یاد کرتا تھا کرب ڈیمن کا مقدر بن جاتا تھا۔

وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھا اور واش روم میں جا کر ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا کتنی ہی دیر وہاں کھڑا وہ صوفیا کو یاد کرتا رہا پھر ایک ٹراؤزر اور کالی بنیان پہن کر نچلے فلور پر موجود اپنی جم میں آ گیا۔

وہ بچنگ بیگ پر مکوں کی برسات کر رہا تھا جب لوکا اور روزلی اس کے پاس آ کر اسے ہر چیز سے آگاہ کرنے لگے۔ وہ دونوں ہی ڈیمن کے سب سے قریبی ساتھی تھے۔ لوکا تو سترہ سال کی عمر سے ڈیمن کے ساتھ تھا۔

"ڈیمن شکاگو کا کاپو ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے تاکہ ہم آپس میں مل کر نیویارک کے کاپو پر رعب جما سکیں۔"

"منع کردو اسے ڈیمن کسی کا دوست نہیں۔"

ڈیمن نے پینچنگ بیگ کو مزید زور سے مارتے ہوئے کہا۔

"لیکن ڈیمن تمہاری دشمنی پہلے ہی بہت زیادہ ہے تمہیں نہیں لگتا کہ کسی سے دوستی ہونا ہمارے لیے اچھا ہو گا۔۔۔"

لوکانے روزلی کو زیادہ بولنے سے روکنا چاہا لیکن روزلی کبھی کسی کی سنتی ہی کہاں تھی جو منہ میں آتا وہ بول جاتی۔ اب روزلی کی بات کے نتیجے میں ڈیمن اسے بھویں اچکا کر دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یہ بتانے والی تم کون ہوتی ہو روزلی ڈارسن کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ اپنی اوقات میں رہو ورنہ تمہیں بھی ماضی کا حصہ بنانے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔۔۔۔"

ڈیمن نے یہ بات بہت ہی سنجیدگی سے کہی لیکن اسکی آواز میں بہت زیادہ سفاکی تھی۔

"تم چاہتے کیا ہو ڈیمن کہ تمہارے دشمن تمہاری جان لے لیں؟"

روزلی پھر سے بعض نہیں آئی تو ڈیمین غصے سے آگے بڑھا اور اسکی گردن اپنے ہاتھ میں جکڑ لی۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے مار کر اس کرب سے آزادی دلائے جسے زندگی کہتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن کوئی کمبخت مارتا ہی نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے مسکرا کر کہا جبکہ روزلی اپنی گردن پر بڑھتے دباؤ کے باوجود بہادی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ڈیمین مورٹی موت کے بعد سکون مل جائے گا تمہیں۔۔۔۔۔؟ وہاں جا کر بھی تمہارا مقدر جہنم ہی تو ہے۔۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر ڈیمین قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"جہنم۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا کافی یقین ہے تمہیں کہ جہنم میں جاؤں گا میں چلو کیوں نہ تمہیں وہاں پہنچا دوں تاکہ وہاں اکیلا نہ رہوں۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے اپنے ہاتھ کی گرفت اتنی مضبوط کر دی کہ روزلی کا سانس اسکے سینے میں ہی اٹک گیا۔

"ڈیمین۔۔۔۔۔"

لوکانے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنا چاہا تو ڈیمین نے جھٹکے سے روزلی کو چھوڑا اور وہاں سے چلا گیا۔

"جانتی ہوں نا کہ ڈیمین کو ہر چیز سے ہی نفرت ہے تو کیوں اسکے معاملے میں ٹانگ اڑاتی ہو۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ ہم دونوں اسے پسند ہیں؟ ہماری ایک غلطی اور ہماری جان لینے میں بھی ایک سیکنڈ نہیں لگائے گا وہ۔"

لوکانے روزلی کو گھور کر کہا جو اپنی گردن سہلارہی تھی۔

"میں ڈرتی ہوں اسکے لیے لوکا چاہتی ہوں کہ اسے کچھ اچھا لگے اس زندگی میں۔۔۔"

لوکا کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"نہیں روزلی ڈار سن تم چاہتی ہو کہ تم اسے اچھی لگو لیکن ایک پتے کی بات بتاؤں تمہیں۔۔۔۔۔"

لوکانے اسکے ہو کر روزلی کے گلے میں موجود کر سچن کر اس کا نشان ہاتھ میں پکڑا۔

"اسکی نظروں میں آنے کے لیے ڈیمین کی طرح تمہیں بھی اسے ماننا چھوڑنا پڑے گا کیونکہ وہ پکا منکر ہے۔۔۔۔"

لو کا اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور روزلی وہ کر اس ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے جھٹکے سے کھینچ کر وہ کر اس گلے سے نکال دیا۔

"ڈیمین کے لیے کچھ بھی چھوڑ سکتی ہوں میں، کچھ بھی۔۔۔۔"

روزلی نے اس کر اس کے نشان کو آخری بار دیکھ کر کہا اور پھر اسے میز پر رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔



سمیر ایک دن کے لیے بھی پاکستان نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنا اور عیاشی کے بغیر کیسے رہتا جسکی اسے لت لگ چکی تھی۔ اپنا نے اسے پریشان بیٹھے دیکھا تو اس کے پاس آ کر اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا سمیر سب ٹھیک تو ہے ناں؟"

سمیر نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ہاں میں بس پاکستان نہیں جانا چاہتا۔"

سمیر نے بے زاری سے کہتے ہوئے اینا کے ہاتھ میں موجود بئیر کی بوتل پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگالی۔

"تو مت جاؤ کال کر کے اپنے ڈیڈ کو منع کر دو۔۔۔۔"

"اتنا آسان نہیں ہے بے بی وہ مغربی نہیں مشرقی باپ ہیں میری مرضی برداشت ہی نہیں کریں گے اور مجھے ہمیشہ کے لئے پاکستان واپس بلوالیں گے۔۔۔۔"

سمیر کی بات پر اینا نے اپنی آنکھیں گھمائیں پھر کچھ سوچ کر مسکرا دی۔

"تو اپنے ڈیڈ سے کہو کہ تمہیں یہاں جاب مل گئی ہے اور نئی جاب ہے اس لئے تمہیں چھٹی نہیں ملے گی۔۔۔۔"

اینا کی بات پر سمیر مسکرا دیا اور اسے کھینچ کر گلے لگایا۔

"تھینکس بے بی بیسٹ آئیڈیا ہے بلکہ میں ابھی کال کر کے انہیں یہ بات کہتا ہوں۔۔۔۔"

سمیر نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور مسکراتے ہوئے وہاب صاحب کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی فون اٹھالیا گیا تھا۔

"السلام علیکم بابا۔۔۔۔"

"وعلیکم السلام کیسے ہو سمیر بیٹا کس دن کی فلائٹ کنفرم ہوئی ہے تمہاری؟"

وہاب صاحب چار دنوں کے بعد اپنے بیٹے کی آواز سن کر کافی خوش ہوئے تھے۔

"میرے پاس آپ کے لئے گڈ نیوز ہے بابا۔۔۔ مجھے جاب مل گئی ہے۔۔۔"

سمیر نے اینا کی جانب دیکھتے ہوئے شان سے جھوٹ بولا۔ اینا نے اسے دونوں انگوٹھے دیکھا کر تھمزاپ کا اشارہ کیا۔

"ارے واہ ماشاء اللہ بہت بہت مبارک ہو بیٹا۔۔۔ نادیہ سنو نو کری مل گئی ہے تمہارے بیٹے کو۔۔۔"

وہاب صاحب نے کافی خوشی سے کہا۔

"قسم سے سمیر میں بیان نہیں کر سکتا مجھے کتنی زیادہ خوشی ہو رہی ہے۔۔۔۔"

سمیر جواب میں ہلکا سا مسکرایا اور اپنا کوا ایک نظر دیکھا جو اردو میں کی جانے والی باتیں سمجھ تو نہیں رہی تھی لیکن جانتی تھی کہ سمیر اسکے کہے پر عمل کر رہا ہے۔

"لیکن ایک مسئلہ ہے بابائے نوکری ہے اس لیے وہ لوگ مجھے فی الحال چھٹی نہیں دے رہے اس لیے ابھی میں پاکستان نہیں آسکوں گا۔۔۔۔"

سمیر کی بات پر کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"اوہ کوئی بات نہیں بیٹا تم اپنا کام دھیان سے کرو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید کامیا بیاں دیں۔۔۔۔ جب تمہیں آسانی سے چھٹی ملے گی تب واپس آ جانا۔۔۔۔"

سمیر نے شکر کا سانس لیا لیکن وہ اب صاحب کی اگلی بات پر وہ سانس پھر سے سینے میں اٹک گیا۔

"اچھا میرا دوست وہاں ایک امبیسی میں کام کرتا ہے میں نے اس سے پتہ کروایا تھا کہ پاس کی ساری ڈاکیومنٹیشن مکمل ہو گئی ہے تو تم کاغذات بھیجوادوتا کہ میں اسے تمہارے پاس بھیج سکوں۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی بات پر سمیر نے گھبرا کر اپنا کودیکھا جواب خاموشی سے اپنا موبائل دیکھ رہی تھی۔

"لل۔۔۔۔ لیکن بابا وہ یہاں میرے پاس کیسے؟"

"کیا مطلب کیسے سمیر بیوی ہے وہ تمہاری نکاح ہوا ہے تم دونوں کا اور نکاح سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے سوچا تھا کہ پاکستان آؤ گے تو باقاعدہ تم دونوں کی شادی کریں گے اب تم پاکستان تو آ نہیں سکتے اس سے بہتر یہی ہے کہ میں تمہاری امانت کو تمہارے پاس بھیج دوں۔۔۔۔"

سمیر گہرا سانس لے کر رہ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب ہونا وہی تھا جو اس کے باپ کی مرضی تھی۔

"ٹھیک ہے بابا میں جلد ہی سارے ڈاکیومنٹ بھیجوادوں گا۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر سمیر نے کال بند کر دی اور پریشانی سے اپنا کودیکھنے لگا جسے اس کے نکاح کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر اسے یہ بتا لگ جاتا کہ سمیر پہلے سے ہی شادی شدہ تھا تو ایک سیکنڈ میں وہ اسے چھوڑ کر چلی جاتی۔

اب اس کی وہ بیوی یہاں آرہی تھی اور سمیر کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے ہو اس کا اور اپنا رشتہ اپنا سے چھپائے گا۔

"ہو گیا سب سیٹ؟"

اپنا نے موبائل سائیڈ پر رکھ کر پوچھا تو سمیر نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلادیا۔

"تو ٹھیک ہے مسٹر پھر آج شام پارٹی کیلئے تیار رہنا سب دوست تمہاری آزادی مل کر انجوائے کریں گے۔۔۔"

سمیر مسکرا دیا اس بات سے انجان کہ جسے وہ آزادی سمجھ رہا تھا وہ آزادی کے لبادے میں چھپی تباہی تھی۔



پار سا آج کپڑے دھورہی تھی اور اتنے سارے کپڑے دھوتے ہوئے اسے سارا دن لگ گیا تھا۔ اس نے پریشانی سے ٹائم دیکھا جہاں مغرب کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ اپنا کام جلدی سے ختم کر کے اس نے مغرب کی نماز ادا کی اور پکن میں آکر کھانا تیار کرنے لگی۔

"یہ کیا بھی تم کھانا بنا شروع کرنے لگی ہو؟ اتنی زیادہ بھوک لگی ہے اور تم آدھی رات لگا دو گی کھانا بناتے

بناتے۔۔۔"

کبریٰ جسے پار سا سے صدا کا بیر تھا اسے کچن میں دیکھتے ہی شروع ہو گئی۔

"کبریٰ آپ میں کپڑے دھور ہی تھی اس لئے دیر ہو گئی ہے آپ فکر مت کریں میں جلدی سارا کام ختم کر لوں گی۔"

کبریٰ نے دانت پیس کر پار سا کو دیکھا۔ اس سمجھ نہیں پاتی تھی کہ ایسے سلوک کے باوجود اس لڑکی کو غصہ کیوں نہیں آتا تھا۔ وہ چاہتی تھی پار سا غصہ کر کے کبریٰ کو اسے بدنام کرنے کی کوئی وجہ دے۔ پار سا کی معصومیت اور خوبصورتی سے وہ ہمیشہ جلتی آئی تھی۔

"ایک گھنٹے تک کھانا تیار ہو ورنہ جو ہو گا نہ اچھا نہیں ہو گا۔۔۔"

کبریٰ اتنا کہہ کر کچن سے باہر نکل گئی اور پار سا گہرا سانس لے کر اپنی تھکاوٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے کھانا بنانے لگی۔

ایسا نہیں تھا کہ ان کا سلوک پار سا کو برا نہیں لگتا تھا۔ بعض اوقات ان کا رویہ پار سا کو حد سے زیادہ تکلیف دے جاتا تھا لیکن وہ تو بس ان کی بے جان نفرت اپنی محبت سے مٹانا چاہتی تھی۔

"پارس تمہارے ماموں آگئے ہیں کھانا بن گیا ہے تو لگاؤ ٹیبل پر۔۔۔"

نادیہ بیگم کی آواز پر پارسا 'جی مامی' کہتے ہوئے اپنے ہاتھ مزید تیزی سے چلانے لگی۔ جلدی جلدی اس نے سارا کام ختم کر کے کھانا ٹیبل پر لگایا اور سب کو کھانے کا کہنے چلی گئی۔

"واہ بہت اچھی خوشبو آرہی ہے آج تو لگتا ہے میری بیٹی نے کچھ بہت مزے کا بنایا ہے۔۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے پارسا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن ان کا یوں تعریف کرنا کبریٰ اور نادیہ بیگم کو بہت کھٹکا۔

"جی آپ کی بچی تو بہت ہی زیادہ سگھڑ ہے ایک ہم ہی ہیں جن کے کھانے کی آج تک تعریف نہیں ہوئی۔۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے نادیہ بیگم کو گھورا اور خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔ کھانا کھانے کے بعد پارسا نے برتن اٹھائے تو اپنے باپ کی نظروں میں اچھا بننے کے لیے ہدیٰ بھی اسکا ساتھ دینے لگی۔

"سب ابھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھیں مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

وہاب صاحب کی بات پر وہ سب خاموشی سے ڈاننگ ٹیبل پر بیٹھ گئے جبکہ ناد یہ بیگم بات کو جاننے کے لیے کافی بے تاب ہو رہی تھیں۔

"آپ کو پتہ ہے کہ چند دنوں تک سمیر نے واپس آنا تھا لیکن اپنی نوکری کی وجہ سے وہ واپس نہیں آ سکا اس لیے اس نے اور میں نے ایک فیصلہ لیا ہے۔۔۔۔"

اپنے بیٹے کا ذکر سن کر جہاں ناد یہ بیگم مزید بے چین ہوئی تھیں وہیں وہاب صاحب کی خاموشی انہیں کھٹکنے لگی۔

"کیسا فیصلہ؟"

ناد یہ بیگم نے کافی بے چینی سے پوچھا۔

"میں پارس کو سمیر کے پاس امریکہ بھیج رہا ہوں۔۔۔۔"

وہاں صاحب کی بات پر وہاں بیٹھے ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ ہدی یہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ اپنے مطلب کا کام کس سے کروائے گی جبکہ کبریٰ کو تو اس کی امریکہ جانے کا سن کر ہی جلن ہو رہی تھی اور ناد یہ بیگم کو تو پارسا

اور سمیر کا نکاح ہی قبول نہیں تھا پھر پارسا کا مکمل طور پر سمیر کی بیوی بننا کیسے قبول کر لیتیں۔ پارسا تو بس حیرت سے آنکھیں بڑی کی ہے آپ نے ماموں کو دیکھتی جا رہی تھی۔

"نن۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

نادیہ بیگم سکتے کے عالم سے باہر آئیں تو غصے سے بول اٹھیں۔

"کیوں نہیں ہو سکتا بیوی ہے وہ سمیر کی اور وہیں رہے گی ناں جہاں سمیر رہے گا۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے غصے سے اپنی بیوی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیسی بیوی نکاح ہوا تھا ان کا بس وہ بھی جب دونوں بچے تھے۔۔۔۔"

"میرا نہیں خیال شادی میں نکاح سے بڑھ کر بھی کچھ ہوتا ہے؟ پارس سمیر کی بیوی ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی آواز میں بہت زیادہ سختی تھی جبکہ پاس تو ہم اپنے ماموں کو یوں غصے میں دیکھ کر بری طرح سے ڈر چکی تھی۔

"وہ نہیں جائے گی امریکا سمیر کے پاس میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔۔ میرے لائق بیٹے کے لیے یہ فقیر ہی رہ گئی ہے کیا امیر سے امیر خاندان میں رشتہ کرونگی میں اس کا۔۔۔۔۔"

"نادیہ۔۔۔۔۔!!!"

بہت صاحب اتنے زیادہ غصے سے چلائے کہ نادیہ بیگم کے ساتھ ساتھ تینوں لڑکیاں بھی خوف سے کانپ اٹھیں۔

"سمیر پر صرف پاس کا حق ہے۔ بیوی ہے وہ اس کی اور وہ وہیں رہے گی جہاں سمیر رہے گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔۔۔"

وہاب صاحب اتنا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے خود کو ہارتادیکھ نادیہ بیگم بے چینی سے ان کی طرف بڑھیں۔

"لل۔۔۔۔۔ لیکن بہت سی ایسی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کے شوہر باہر کے ملک ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے ساس سر کے پاس رہتی ہیں پاس بھی ویسے ہی ہمارے پاس رہے گی۔۔۔۔۔"

اب کی بار وہاب صاحب ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ چکے تھے۔

"پارس کی ڈاکیومنٹیشن کا تھوڑا سا کام رہتا ہے جو میں سعودیہ جانے سے پہلے مکمل کروالوں گا پھر جس دن میری سعودیہ کی فلائٹ ہوگی اسی دن پارس کی امریکہ کی فلائٹ ہوگی۔"

وہاب صاحب نے حتمی فیصلہ سنایا اور اپنے کمرے کی جانب چل دیے۔

"نہیں جانے دوں گی میں اسے، اپنے بیٹے کی زندگی نہیں تباہ کرنے دوں گی۔۔۔ دیکھیے گا سمیر خود طلاق دے گا اسے اور پھر بہت امیر خاندان میں کروں گی اپنے بیٹے کی۔۔۔"

چٹاخ۔۔۔

ابھی الفاظ نادیدہ بیگم کے منہ میں ہی تھے جب وہاب صاحب انتہائی غصے سے مڑے اور ایک زوردار تھپڑ نادیدہ بیگم کے منہ پر مارا۔ کبریٰ اور ہدیٰ کے ساتھ ساتھ پارسانے بھی حیرت سے وہاب صاحب کو دیکھا۔

"پارس اگلے مہینے ہیں امریکہ سمیر کے پاس جائے گی دیکھتا ہوں ایسا ہونے سے کون روکتا ہے۔"

وہاب صاحب اتنا کہہ کر زار و قطار روتی ہوئی ناد یہ بیگم کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے۔

"امی۔۔۔"

کبریٰ نے آگے بڑھ کر ناد یہ بیگم کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا جسے بری طرح سے جھٹک کر ناد یہ بیگم پار سا کے قریب آئیں اور انتہائی زور سے اسے اس کے بالوں سے پکڑ لیا۔

"آہ۔۔۔"

"کبھی خوش نہیں رہے گی تو یہ سازشیں کر کے یاد رکھنا۔۔۔ تباہ و برباد ہوگی اپنی ماں کی طرح تو بھی۔۔۔ دیکھنا طلاق دے دے گا تجھے میرا سمیر وعدہ ہے یہ میرا۔۔۔"

ناد یہ بیگم نے ایک جھٹکے سے پار سا کا نازک وجود زمین پر پٹخا اور روتے ہوئے کبریٰ کہ کمرے میں چلی گئیں۔ کبریٰ اور ہدیٰ بھی ان کے پیچھے چلیں گئیں اور پار سا تنہا اس ہال میں بیٹھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"کیوں یا اللہ پاک کیوں کرتے ہیں یہ مجھ سے اتنی نفرت؟ میں نے تو کبھی انہیں کچھ نہیں کہا ہمیشہ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ پھر کیا کروں کہ یہ نفرت مٹ جائے؟ کیا کروں؟"

بہت دیر تک پارسا وہاں بیٹھ کر روتی رہی تھی لیکن اسے چپ کرانے والا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔



"ماموں۔۔۔"

پارسا کی آواز پر گہری سوچ میں ڈوبے وہاب صاحب حقیقت کی دنیا میں واپس آئے اور مسکرا کر اپنی معصوم سی بھانجی کو دیکھا۔

"ہاں کہو بیٹا کیا بات ہے؟"

وہاب صاحب نے بہت محبت سے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا تو پارسا خاموشی سے ان کے پاس صوفے پر بیٹھ کر اپنا سر جھکا گئی۔

"ماموں آپ سے کچھ کہنا ہے مجھے۔۔۔"

"ہاں کہو بیٹا۔۔۔"

پارسا کو بے چینی سی اپنے ہاتھ مسلتا دیکھ وہاب صاحب نے نرمی سے کہا۔

"مم۔۔۔ میں سمیر کے پاس نہیں جانا چاہتی آآ۔۔۔ آپ انہیں منع کر دیں میں مامی کے پاس ہی رہوں گی۔۔۔"

وہاب صاحب نے گہرا سانس لیا اور نرمی سے پارسا کے ہاتھ تھامے۔

"دیکھو بیٹا ہم جتنی بھی کوشش کر لیں ہر ایک کو مکمل طور پر خوش نہیں کر سکتے۔۔۔ خاص طور پر ان لوگوں کو جو آپ سے آپ کی اچھائی کی وجہ سے جلتے ہوں۔۔۔"

پارسا نے حیرت سے آنکھیں اٹھا کر وہاب صاحب کو دیکھا۔

"ایسے لوگوں کے لئے اپنی زندگی اور خوشیوں کی قربانی کبھی مت دینا بیٹا۔۔۔ کیونکہ ان کے قریب تمہاری قربانی کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوگی سمجھ رہی ہوں ناں میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔۔۔"

پارسانے اپنا سر خاموشی سے جھکا لیا اور ہاں میں سر ہلایا۔

"شاباش تو خوشی خوشی سمیر کے پاس جاؤ اور اپنا سارا دھیان اس پر دو کیونکہ وہی تمہارا ہمسفر ہے بیٹا۔۔۔"

پارسانے نم آنکھوں سے وہاں صاحب کو دیکھا۔

"لیکن میرا نکلے پاس جانا نامی کو بالکل اچھا نہیں لگے گا۔۔۔"

وہاب صاحب نے بہت نرمی سے اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو صاف کیے۔

"لیکن کل کو جب اپنے بیٹے کو تمہارے ساتھ بے انتہا خوش دیکھے گی ناں تو اپنے اس رویے کو کو سے گی دیکھنا تم۔۔۔۔ اور میں جانتا ہوں کہ سمیر تمہارے ساتھ بہت زیادہ خوش رہے گا کیونکہ میری بیٹی کسی بھی جگہ کو جنت بنا سکتی ہے۔۔۔۔"

وہاب صاحب کے اعتماد پر پارسانے اپنا سر جھکا لیا اور خود سے وعدہ کیا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ اس اعتماد کو کبھی نہیں ٹوٹنے دے گی۔

"ٹھیک ہے ماموں جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی کروں گی۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

"تو پھر ہنسی خوشی اپنے شوہر کے پاس جانے کی تیاری کرو تم اور وہاں پہنچ کر اپنی اور اس کی زندگی خوشیوں سے بھر دو۔۔۔۔"

پارسانے حیا سے سر جھکا یا اور مسکرا دی۔ اسے اپنا شوہر یاد آیا جسے پانچ سالوں سے اس نے بس تصویروں اور ویڈیو کالز میں ہی دیکھا تھا لیکن اب وہ اسکے پاس جا رہی تھی ایک خوشیوں سے بھرے جہان میں جہاں بہت سے پھول اسکا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن وہ معصوم یہ نہیں جانتی تھی کہ پھولوں تک پہنچنے کے لیے بہت سے کانٹوں سے گزرنا پڑتا ہے اور کانٹوں کا وہ راستہ ابھی بہت زیادہ طویل تھا۔



"ڈیمن تم سن بھی رہے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

روزلی جو تب سے ڈیمن سے باتیں کر رہی تھی اسے کسی اور ہی جانب دیکھتا پا کر اکتا کر بول اٹھی لیکن جب اس نے ڈیمن کی نظروں کا مرکز دیکھا تو غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

وہ لوگ اس وقت ڈیمن کے سب سے مشہور کلب میں موجود تھے اور ڈیمن کی نظریں مسلسل ایک لڑکی پر گڑی ہوئی تھیں جو وہاں بنے سیٹج پر چھوٹے چھوٹے کپڑے پہنے اپنی ادائیں دیکھا رہی تھی۔

ڈیمن اس لڑکی کو دیکھ کر ایک ادا سے مسکرایا اور انگلی کے اشارے سے اسے پاس بلانے لگا۔ روزلی کا دل کیا کہ اس لڑکی کا حسین چہرہ ناخنوں سے نوچ دے۔

"کون ہو تم؟"

ڈیمن نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا تو لڑکی گھبراہٹ کے باوجود مسکرا دی۔

"مم۔۔۔ میرا نام مار تھا ہے سر۔۔۔"

لڑکی نے گھبرا کر کہا جبکہ ڈیمن کا ہاتھ اسکے بازو سے سفر کرتا اسکی گردن تک جا چکا تھا۔ ڈیمن نے اسکی ملائم گردن کو نرمی سے سہلایا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں میں نے پوچھا کون ہو تم؟"

ڈیمن کی سختی پر وہ لڑکی مزید ڈر گئی۔

"مم۔۔۔ میں یہاں ڈانسر ہوں سر اور اسی شہر کی ہوں۔۔۔"

ڈیمن نے اسے سر سے لے کر پیر تک دیکھا وہ لڑکی تقریباً بائیس سال کی تھی اور بہت زیادہ خوبصورت تھی۔

"مممم انٹر سٹنگ۔"

اسکی جانچتی نظروں کی تپش سے مار تھا مزید گھبرا رہی تھی۔

"ڈیمن۔۔۔۔۔"

روزلی نے اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن اسکی نظریں ابھی بھی مار تھا پر ہی تھیں اور روزلی کا دل کر رہا تھا کہ مار تھا کا حسین چہرہ تیزاب سے جلادے جو ڈیمن کو اپنی جانب مائل کر رہا تھا۔

"تم بہت زیادہ خوبصورت ہو مار تھا اور ڈانس بہت اچھے سے کرتی ہو۔۔۔۔۔"

ڈیمن کے تعریف پر مار تھا ادا سے مسکرا دی اور روزلی اپنی مٹھیاں ضبط سے بھینچ چکی تھی۔

"لیکن تمہیں اپنی گردن پر شکا گوا فیا کا یہ ٹیٹو چھپانے کے لیے زیادہ میک اپ لگانا چاہیے تھا۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر اتنا کہا تو مار تھا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن اگلے ہی لمحے اسکی نازک گردن ڈیمن کی مٹھی میں تھی۔

"تمہیں کیا لگا میرے دشمن کے ہاں سے آکر ڈیمین کی جاسوسی کرو گی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا؟"

مارتھاسانس لینے کی غرض سے اب ڈیمین کی گرفت میں پھڑپھڑا رہی تھی لیکن ڈیمین اپنا دباؤ مزید بڑھا چکا تھا۔

"اسے مجھے دو ڈیمین اس دن کو کو سے گی جس دن یہ پیدا ہوئی۔۔۔۔"

روزلی نے دانت پیس کر کہا لیکن ڈیمین جواب میں مسکرا دیا۔

"یہ کام میں تم سے بہتر کر سکتا ہوں روزلی۔۔۔۔ تو کیا کہتی ہو مار تھاکیسے مرنا چاہو گی تم؟"

ڈیمین کے پوچھنے پر مار تھاک خوف سے کانپنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی موت کا وقت آچکا ہے لیکن پھر بھی ہمت کرتے ہوئے ڈیمین سے دور ہوئی اور اپنی بندوق نکال کر اس پر تان دی۔

روزلی کے ساتھ ساتھ باقی گارڈز نے آگے ہونا چاہا لیکن ڈیمین انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک گیا۔

"مارنا چاہتی ہو تم مجھے؟ مارو۔۔۔۔"

ڈیمین کا اطمینان قابل دید تھا اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ موت اسکے سامنے ہے۔ ڈیمین کی خطرناک نیلی آنکھوں میں جھانک کر مار تھا کادل خوف سے بند ہو رہا تھا۔

"مارو۔۔۔۔!!!"

ڈیمین کے چلانے پر مار تھا کے ہاتھ خوف سے کانپ اٹھے اور پھر اس نے وہ بندوق اپنی ہی کن پٹی پر رکھ کر گولی چلا دی۔ روزلی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مار تھا کی لاش کو دیکھا۔ پھر وہاں موجود گہری خاموشی کو ڈیمین کے قہقے نے توڑا۔

"ہاہا کوئی کم بخت مارتا ہی نہیں۔۔۔۔"

ڈیمین نے تلخی سے کہا اور اٹھ کر لو کا کی جانب مڑا۔

"شکاگو پہنچا دو اسکی لاش میرے دشمن کو اپنے جاسوسوں کا انجام پتہ لگ جائے۔۔۔۔"

ڈیمین اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور اسکا ہر آدمی اپنے کاپو کی دہشت سے خوفزدہ تھا۔



صبح کے نو بج رہے تھے اور پارسا اپنے ماموں کے ساتھ کراچی ایئر پورٹ کے اس و صبح ہال میں موجود کرسی پر بیٹھی آیت الکرسی کا ورد کرتی جا رہی تھی۔ پہلی مرتبہ جہاز پر بیٹھنے کا خیال اسے کافی زیادہ ڈرا رہا تھا۔ اس سب پر گھر سے آتے ہوئے پارسا سے بات کرنا تو دور نادیدہ بیگم یا ان کی بیٹیوں نے اس سے ملنا تک پسند نہیں کیا تھا۔

"ماموں۔۔۔"

"ہاں میرا بچہ؟"

وہاب صاحب جو اناؤنسمنٹ بورڈ کی جانب دیکھ رہے تھے پارسا کے بلانے پر نرمی سے بولے۔

"مامی بہت زیادہ ناراض ہوں گی مجھ سے۔۔۔"

پارسا کی آواز میں نمی محسوس کر کے وہاب صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"بیٹا چھوڑ دو اسکے بارے میں سوچنا اور نئی آنے والی زندگی کے بارے میں سوچو۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو پارسانے آنسو پونچھ کر ہاں میں سر ہلایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی کچھ اور سوچ کر وہ پھر سے پریشان ہو گئی۔

"ماموں میں کبھی جہاز پر نہیں بیٹھی مجھے ڈر لگ رہا ہے بہت زیادہ۔۔۔ کیا آپ اور میں ایک ہی جہاز پر جائیں گے؟"

اپنی بھانجی کی معصومیت پر وہاب صاحب مسکرا دیئے۔

"نہیں بیٹا تمہاری فلائٹ علیحدہ ہے لیکن تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ان شاء اللہ بہت اچھا گزرے گا تمہارا سفر۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا پھر کچھ سوچ کر بے چینی سے وہاب صاحب کو دیکھا۔

"ماموں جہاز میں الٹیاں تو نہیں ہوں گی مجھے؟"

"الٹیاں؟"

وہاب صاحب نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ماموں آپ نے کبریٰ آپنی کو نہیں دیکھا شاید جب بس میں بیٹھتی ہیں ناں تو بہت زیادہ الٹیاں ہوتی ہیں انہیں ویسے مجھے تو بس میں بیٹھ کر نہیں ہوتیں لیکن اگر جہاز میں بیٹھ کر ہوں تو کیا کروں گی؟"

وہاب صاحب اسکی معصومیت پر قہقہہ لگا کر ہنس دیے اور اپنا ہاتھ محبت سے اسکے سر پر رکھا۔

"نہیں ہوں گی الٹیاں تمہیں فکر مت کرو۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر سے بول اٹھی۔

"ماموں مجھے وہاں پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا؟"

"تقریباً سولہ گھنٹے لگ جائیں گے۔۔۔"

یہ سن کر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اف اتنا زیادہ وقت، مجھے تو لگا تھا جلدی پہنچ جاؤں گی۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا رات کا سفر ہے سو کر گزارو گی تو جلد ہی گزر جائے گا۔"

پارسانے آہستہ سے ہاں میں سر ہلایا تبھی ایئرپورٹ پر ہونے والی اناؤنسمنٹ سن کر وہاب صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چلو بیٹا اب تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے میں تمہیں گیٹ تک چھوڑ کر آتا ہوں۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسکا پاسپورٹ اور ٹکٹ اسے پکڑاتے ہوئے کہا لیکن ان سے دور اور اپنے ملک سے دور جانے کے خیال سے پارسا کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"کیا ہو امیری جان رو کیوں رہی ہو؟"

وہاب صاحب نے نرمی سے پوچھا تو پارسا انکے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"آپ کی بہت یاد آئے گی ماموں، سب کی بہت یاد آئے گی۔۔۔۔"

وہاب صاحب نم آنکھوں سے مسکرائے اور اپنے ہونٹ پارسا کے ماتھے پر رکھے۔ پارسانکی بہوتھی جسے وہ اپنے بیٹے کے پاس بھیج رہے تھے لیکن انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے اپنی بیٹی کو وداع کر رہے ہوں۔

"اپنا اور سمیر کا بہت خیال رکھا پاس تم میرا غرور ہو بیٹا اس غرور کو کبھی ٹوٹنے مت دینا۔۔۔"

وہاب صاحب نے محبت سے کہا اور اسے لے کر ڈپارچر گیٹ کی جانب چل دیے۔ جہاں اسکا ٹکٹ اور پاسپورٹ چیک کروانے کے بعد پاس مڑ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی اور وہاب صاحب دل میں اسے لیے ڈھیروں دعائیں کر چکے تھے۔



تقریباً سولہ گھنٹے کی فلائٹ کے بعد پارسالاس ویگاس کے ایئرپورٹ پر پہنچی تھی۔ وہ تو کبھی گھر سے ایک قدم دور اکیلے نہیں گئی تھی اور اکیلے اتنا لمبا سفر اسے بہت ڈراؤنا لگا تھا۔ اس پر جہاز پر ہونے کا خیال اسے مزید ڈراتا رہا تھا۔ اس لیے ایئرپورٹ پہنچتے ہی اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر پہنچتے ہی شکرانے کے نفل ادا کرنے کا سوچا۔

ایئرپورٹ میں سارے پراسیس کے لیے اسے تین گھنٹے مزید لگ گئے تھے۔ بورڈنگ سے باہر آکر اس نے ٹائم دیکھا تو صبح کے چھ بج رہے تھے۔

"پتہ نہیں سمیر کو یاد بھی ہو گا کہ نہیں کہ میں آرہی ہوں۔۔۔۔"

پارس نے بے بسی سے سوچا۔ پھر ایئر پورٹ کے باہر جب کافی سارے لوگوں کا ہجوم دیکھا تو مزید پریشان ہو گئی۔

"اتنے لوگوں میں میں سمیر کو کیسے ڈھونڈوں گی۔۔۔۔"

تقریباً ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد اس کی نظر سمیر پر پڑی جو سینے پر ہاتھ باندھے یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ہی پارس کا دل بہت زور سے دھڑکا اور اپنے بیگ کو ساتھ گھسیٹتے ہوئے وہ سمیر کی جانب چل دی۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔"

ایک خوشگوار آواز پر سمیر کا دھیان پارسا پر پڑا جو مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ کالا برقع پہنے اور کالے سکارف کا اچھی طرح سے حجاب بنائے پارسا کوئی چھوٹی سی معصوم بچی لگ رہی تھی لیکن سمیر کو اس کا یہ حلیہ ایک آنکھ نہیں بھایا۔

"وعلیکم السلام اتنی دیر کہاں لگا دی آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں میں۔۔۔۔"

سمیر کی آواز میں غصہ محسوس کر کے پارسا تھوڑا سا سہم گئی۔

"وہ میں تو کافی دیر سے یہاں کھڑی تھی آپ مجھے نہیں مل رہے تھے۔۔۔"

"ٹھیک ہے چلو۔۔۔"

سمیر نے بے زاری سے کہا اور آگے بڑھ گیا اور پارسا اپنا سامان سنبھالتے ہوئے اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ ٹیکسی کے پاس پہنچ کر سمیر نے اسکا سامان گاڑی میں رکھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

پارسا مسکراتے ہوئے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تو سمیر نے بھی اسکے ساتھ بیٹھ کر ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی کے چلتے ہی پارسا بچوں کی طرح منہ کھولے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی نئی دنیا میں آگئی ہو جہاں پہاڑوں سے بھی اونچی اونچی شاندار عمارتیں تھیں، ہر چیز حد سے زیادہ صاف ستھری تھی اور انتہائی شاندار مہنگی گاڑیاں تھیں۔

اچانک ہی پارسا کی نظر ایک لڑکے اور لڑکی پر پڑی جو فٹ پاتھ پر ہی ایک دوسرے کو چومنے میں مصروف تھی۔ پارسانے فوراً اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں اور سامنے دیکھنے لگی لیکن ڈرائیور کو دیکھ کر پہلے اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر وہ ہلکا سا ہنس دی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟"

سمیر نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ آپ کے ڈرائیور نے گاڑی کا سٹیرنگ الٹی سائیڈ پر لگوا دیا ہے۔۔۔"

پارسانے ڈرائیور کی جانب ہلکا سا اشارہ کرتے ہوئے کہا کیونکہ اسکی ڈرائیونگ سیٹ بائیں سائیڈ پر تھی جبکہ پاکستان میں ڈرائیونگ سیٹ دائیں طرف ہوتی ہے۔

"الٹا نہیں ہے جاہل یہاں رائٹ ہینڈ سائیڈ ڈرائیونگ ہوتی ہے۔۔۔"

سمیر کے سختی سے کہنے پر پارسا کی ہنسی گل ہوئی اور اس نے اچھی بیویوں کی طرح سر جھکا کر ہاں میں ہلا دیا۔

"یہ تم نے کیا پہنا ہے اچھے کپڑے نہیں تھے تمہارے پاس کیا؟"

سمیر نے اسکے آبائے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو پارسانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یہ کپڑے نہیں ہیں، کپڑے تو میں نے نیچے پہنے ہیں یہ تو برقع ہے۔۔۔۔"

"جانتا ہوں یہ کیا ہے لیکن آئندہ باہر یہ مت پہننا سمجھی۔۔۔۔"

سمیر کے دانت کچکچا کر کہنے پر پارسانے اپنا سر جھکا لیا۔ اسکے بعد سمیر اپنے موبائل میں مصروف ہو گیا اور پارسا بس اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے یہ سوچنے لگی کہ اس نے ایسا کیا کیا تھا جس کی وجہ سے سمیر اتنے غصے میں تھا۔

اچانک ہی گاڑی رکی تو سمیر گاڑی سے نکلا اور پارسا بھی اسکے پیچھے گاڑی سے نکل آئی۔ ڈرائیور کو پیسے دینے کے بعد سمیر نے پارسا کا سامان پکڑا اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

سمیر دس فلور والی بلڈنگ کے ساتویں فلور پر رہتا تھا چونکہ اس اپارٹمنٹ کا کرایا کم تھا تو بلڈنگ میں لفٹ کی سہولت نہیں تھی اور اتنی سیڑھیاں چڑھ کر پارسا کا سانس بری طرح سے پھول چکا تھا۔

"یہ اپارٹمنٹ نمبر 34 میرا گھر ہے کبھی باہر جاؤ تو کسی اور کے گھر میں مت گھس جاندا۔۔۔"

سمیر نے پارسا کو بتایا لیکن سمیر کا ہمارے گھر کی بجائے میرا گھر کہنا پارسا کے دل پر لگا تھا۔ پھر بھی اس نے اچھی بیویوں کی طرح ہاں میں سر ہلا دیا۔

اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہو کر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اپارٹمنٹ کافی چھوٹا تھا جس میں ایک ہی کمرہ، ایک کچن جو کہ ہال میں تھا اور کمرے کے ساتھ اٹیچ باتھ روم تھا لیکن پورا گھر اس وقت کافی زیادہ گندا ہوا تھا۔

"فریج میں تمہیں کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا جو تمہارا دل کرے بنا کر کھالینا مجھے کام ہے اس لیے آتے ہوئے دیر ہو جائے گی اور ہاں سب سے اہم بات باہر مت نکلنا گم ہو گئی تو میں کیا جواب دوں گا بابا کو۔۔۔۔"

پارسانے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ فکر مت کریں میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔"

سمیرا ثبات میں سر ہلا کر گھر سے باہر نکل گیا تو دروازے کو اچھی طرح لاک کر کے پارسانے گھر اسانس لیتے ہوئے چھوٹے سے اپارٹمنٹ کو دیکھا جو اب اس کا گھر تھا۔

"لگتا ہے کام سے کافی تھک کر آتے ہوں گے اس لیے صفائی نہیں کر پاتے لیکن کوئی بات نہیں میں آگئی ہوں ناں اب انہیں گھر کا کوئی کام نہیں کرنے دوں گی۔"

پارسانے مسکرا کر خود سے کہا اور فریج میں سے پیزا نکال کر اوون میں گرم کر کے کھایا اور پھر عام سے کپڑے پہن کر پورا گھر صاف کرنے لگ گئی۔

وہ کافی زیادہ تھکی ہوئی تھی لیکن سمیرا کے آنے سے پہلے ہر چیز پر فیکٹ کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے بنا کسی وقفے کے کام کر کے اس نے گھر کا کونا کونا چمکایا اور پھر فریزر سے چکن نکال کر اچھی سی بریانی بنادی۔

ویسے تو سب کہتے تھے کہ پارسا کھانا بہت اچھا بناتی ہے لیکن اسکی بریانی تو سب سے زیادہ مشہور تھی۔ بس وہ چاہتی تھی کہ سمیرا کو بھی وہ بہت اچھی لگے۔

سارا کام ختم کرنے کے بعد اس نے نہا کر ایک گلابی سوٹ پہنا اور اپنے لمبے بالوں کی چوٹی بنا کر دوپٹہ سلیقے سے سر پر لیا اور آنکھوں میں ہلکا سا کاہل ڈال لیا۔ اسکی نظر ایک لپسٹک پر پڑی جو اسے ہدی نے دی تھی تو انگلی سے وہ لپسٹک اپنے گلابی ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سجالی۔

اتنی سی تیاری سے ہی وہ معصوم سی گرٹیا لگنے لگی تھی۔ تبھی دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ جلدی سے دروازے کی جانب گئی۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔"

سمیر کو دیکھتے ہی پارسانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"و علیکم السلام۔۔۔۔"

سمیر نے ایک نگاہ صاف ستھرے گھر کو دیکھا اور دوسری نگاہ پارسا پر ڈالی جو ہاتھ باندھے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ کے لیے کھانا لگاؤں میں نے بریا۔۔۔۔"

"نہیں کھانا کھا کر آیا ہوں میں مجھے بھوک نہیں تم کھالو میں سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔"

سمیر نے کافی بے رخی سے کہا اور اٹھ کر کمرے کی جانب چل دیا۔ اسکی یہ بے رخی پارسا کے معصوم دل کو بہت بری طرح سے توڑ چکی تھی۔

"سنو۔۔۔۔"

"جی۔۔۔؟"

سمیر نے کمرے کے دروازے میں پہنچ کر اسے پکارا تو وہ جلدی سے مڑی۔

"یہاں ایک ہی کمرہ ہے اور مجھے اپنا کمرہ کسی سے بھی شیئر کرنے کی عادت نہیں ہے، اسی لیے تم ہال میں سو جایا کرنا اور اپنا سامان بھی یہیں رکھ لو۔"

سمیر کی بات پر پارسا حد سے زیادہ حیران ہوئی۔

"میں یہاں۔۔۔۔۔"

"کیوں کوئی مسئلہ ہے؟"

پارسانے فوراً انکار میں سر ہلایا اور زبردستی اپنے آنسو پینے لگی۔ سمیر نے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا اور پارسا صوفے پر بیٹھ کر خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔ وہ سمیر کی بے رخی کی وجہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

کیا وہ اسے اچھی نہیں لگی تھی؟ اس سے ایسی کونسی خطا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے سمیر اس کی جانب دیکھا بھی نہیں رہا تھا۔۔۔۔

یہ سوچیں ذہن میں آتے ہی پارسا کو اپنا وجود برا لگنے لگا۔ اچانک ہی دروازہ کھلنے کی آواز پر پارسانے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"لو بابا سے بات کر لو صبح سے کئی مرتبہ تمہارے بارے میں پوچھ چکے ہیں۔"

سمیر پارس کو موبائل پکڑا کر واپس کمرے میں چلا گیا۔

"اسلام و علیکم ماموں۔۔۔۔"

پار سا اپنی آنسوؤں سے تر آواز کو جس قدر چھپا سکتی تھی اس نے چھپایا۔

"کیسی ہو ماموں کی جان؟"

وہاب صاحب کے بہت محبت سے پوچھنے پر دو آنسو پار سا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"بالکل ٹھیک ماموں آپ کیسے ہیں؟"

پار سا نے نم آنکھوں کے باوجود مسکرا کر پوچھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں بیٹا لیکن آپ بتاؤ سب کیسا ہے؟ سمیر خیال تو رکھ رہا ہے ناں تمہارا؟ تم خوش تو ہوناں؟"

پار سا اپنے ماموں کی آواز میں چھپی بے چینی محسوس کر سکتی تھی۔

"جی ماموں سب ٹھیک ہے سمیر بہت اچھے ہیں اور میں بہت خوش ہوں۔۔۔۔"

پارسانے ہنستے ہوئے جھوٹ کہا جبکہ سچائی آنکھوں سے بہتی جا رہی تھی۔

"شکر ہے اللہ کا، ویسے بھی مجھے پورا یقین ہے کہ اگر کچھ اچھا نہ بھی ہو تو میری بیٹی اسے اچھا بنالے گی، وہ بہت سمجھدار اور اچھی بچی ہے۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے محبت سے کہا۔

"چلو بیٹا آپ آرام کرو وہاں کافی رات ہو گی پھر بات کروں گا میں ان شاء اللہ۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے پراطمینان ہو کر کہا اور فون بند کر گئے۔ پارسا پہلے تو روتی رہی پھر اپنے آنسو پونچھ کر کمرے کے دروازے کی جانب چل دی۔ اس کے دروازہ کھٹکھٹانے کے تھوڑی دیر بعد ہی سمیر نے دروازہ کھول دیا۔

"آپ کا موبائل۔۔۔۔"

پارسانے موبائل آگے بڑھا کر کہا جسے سمیر نے تھاما اور ہلکا سا تھینک یو کہہ کر دروازہ پھر سے بند کر دیا۔ وہ صاف
کیے آنسو پھر سے بہنے لگے۔ لیکن اب کی بار انہیں صاف کر کے پارسانے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سمیر کے دل
میں جگہ بنا کر رہے گی۔ جیسا سمیر چاہتا تھا ویسی بن جائے گی لیکن اسکی محبت اور توجہ کا مرکز بن کر رہے گی۔



"باس ہمیں کارسکریپ میں مارتھا کی لاش ملی ہے۔"

اس آدمی نے سہمتے ہوئے اس شخص کو بتایا جو اپنا دھیان سنو کر کے میز پر جمائے پول کھیلنے میں مصروف تھا لیکن یہ بات جاننے کے باوجود ایسے خاموش تھا جیسے اسے اس سب سے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔ وہ تو بس سامنے موجود گیند کا نشانہ لے رہا تھا۔

"باس وہ کہہ رہا ہے کہ ڈیمین نے مارتھا کو مار دیا۔۔۔"

دوسرے آدمی کو جب لگا کہ اس نے سنا ہی نہیں تو وضاحت دینے لگا لیکن اسکے بولنے کی وجہ سے اس آدمی کا نشانہ خطا چلا گیا اور گیند سوراخ میں جانے کی بجائے اپنی جگہ بدل گئی۔

وہ شخص غصے سے پلٹا اور اپنی پسٹل پکڑ کر ایک گولی اس آدمی کے سینے پر چلا دی۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود ہر آدمی ڈر گیا۔

"بڑی تکلیف ہو رہی تھی ناں تجھے مارتھا کی توجا اسی کے پاس، ریمو کو کسی کے مرنے سے فرق نہیں پڑھتا۔۔۔"

ریمونے دانت کچکا کر کہا۔ ہر کوئی حیرت سے اپنے باس کو دیکھنے لگا جو ایک خواجہ سرا تھا لیکن وحشت میں بہت سے مردوں کو پیچھے چھوڑ سکتا تھا۔ ریمو کے آدھے چہرے پر بنا جو کر کا ٹیٹو اور اسکے رنگ برنگے کپڑے اسے مزید خوفناک بنانے کے لیے کافی تھے۔

"ہا ہا ہا دیکھو اسے کیسے مرا ہے۔۔۔ چچ زلت کی موت کاش مجھے خوش کرتا عزت کی موت مر جاتا۔۔۔"

ریمون نے اسکے چہرے پر اپنا بوٹ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پیارے چچا جی کہاں ہیں؟ ارے آپ ڈر کر سائیڈ پر کیوں کھڑے ہیں یہاں آئے ناں چچا جی آخر ان کے کاپو تو آپ ہی ہیں تو کیا ہوا کہ آپ بھی ان کی طرح میری غلامی کرتے ہیں۔۔۔۔"

اپنی بات کہہ کر ریمو قہے لگا کر ہنسنے لگا اور اسکا چچا مارشل ڈرنے کے باوجود مسکرا دیا۔

"تم ڈیمن کو مروا ہی کیوں نہیں دیتے ریمو کتنے مواقع ملے تمہیں لیکن میں نہیں جانتا تم چاہتے کیا ہو؟"

اپنے چچا مار شل کی بات پر ریمونے بھوئیں اچکا کر اسے دیکھا۔

"میری خواہش پر سوال اٹھا رہے ہیں چچا۔۔۔؟"

ریمو کا خطرناک مسکراتا چہرہ دیکھ کر مارشل گھبرا گیا۔

"ننن۔۔۔ نہیں ریمو میں تو۔۔۔۔؟"

"ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔ کتنا ڈرتے ہو تم چچا کیا کا پو بنو گے اگر میں خواجہ سرانہ ہوتا تو تمہیں شکاگو کے ساتھ ساتھ ہر شہر پر حکومت کر کے بتاتا کہ خوف کہتے کسے ہیں۔۔۔۔۔"

ریمو نے مسکرا کر کہا اور پھر بازو پھیلا کر گھومتے ہوئے بولا۔

"ہاں مار سکتا ہوں ڈیمن کو اگر چاہوں تو لیکن میں اسکی موت ہی تو نہیں چاہتا۔۔۔۔ پل پل مرتے دیکھنا چاہتا ہوں اسے۔۔۔۔ وہ چھیننا چاہتا ہوں اس سے جو اسے سب سے زیادہ عزیز ہو۔۔۔۔ لیکن اس کمینے کو کچھ بھی عزیز نہیں۔۔۔۔۔"

ریمو نے نفرت سے کہتے ہوئے پھر سے اس آدمی کی لاش کو ٹھوکر ماری۔

"میں ریموڈار سن اپنے باپ ولیم ڈار سن کا سب سے چھوٹا بیٹا۔۔۔۔۔ یا بیٹی۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔۔۔"

ریمو نے ہنستے ہوئے سب لوگوں کو دیکھا جو اس سر پھرے شخص کے خوف سے سہنے کھڑے تھے۔

"میرے سے بڑے دو بھائی اور ایک بہن تھی جنہیں میرے باپ نے بہت پیار کیا لیکن جب میں پیدا ہوا تو سب سے چھپا دیا مجھے کیونکہ میں خواجہ سرا جو تھا۔۔۔۔۔"

ریمو اب سنو کر کی ٹیبل پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا سب کو بتا رہا تھا۔

"بارہ سال کا تھا میں جب ڈیمین نے میرے باپ اور بھائیوں کو مار دیا اور میری بہن کو بندی بنا کر ساتھ لے گیا لیکن مجھے نہیں مارا۔۔۔۔۔ مارتا بھی کیسے میرے باپ نے دنیا سے چھپا کر جو رکھا تھا۔۔۔۔۔"

ریمو کندھے اچکا کر کہتا تھے لگا کر ہنسنے لگا۔

"لیکن میں ہوں ناں اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے۔۔۔۔۔ میں دوں گا ڈیمین کو سزا لیکن وہ سزا موت نہیں ہو گی۔۔۔۔۔ مار شل انکل آپ زرا ڈیمین کے درمیان نیا جاسوس تو بھجوائیں جو ہمیں اسکی کمزوری ڈھونڈ کر دے۔۔۔۔۔"

ریمو کی بات پر مارشل نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ضرور ریمو آج ہی بھجوادوں گا۔۔۔"

ریمو نے ہونٹوں کو گول کر کے مارشل کو چومنے کا اشارہ کیا۔

"بس ڈیمین کی کمزوری کہیں میری پیاری بہن روزلی ڈارسن نہ اسے مارتے ہوئے تکلیف ہوگی ناں مجھے۔۔۔ ہوسنا ہے بہت دیوانی ہے ڈیمین کی لیکن ڈیمین اسے منہ بھی نہیں لگاتا۔۔۔"

روزلی کے نام پر ہی مارشل نے اپنے دانت کچکچائے۔

"تمہاری بہن غدار تھی ریمو اسی نے تمہارے باپ اور بھائیوں کو مارنے میں ڈیمین کی مدد کی تھی کتنی بار بتاؤں میں۔۔۔"

"تششششش۔۔۔۔۔ حد میں رہو مارشل چچا میں جانتا ہوں کہ مجھے اپنی بہن اچھی لگنی چاہیے یا نہیں۔۔۔ لیکن تم زیادہ منہ مت کھولو وہ کیا ہے ناں میری بندوق بہت بد تمیز ہے اسے نہیں پتہ چلتا کہ کس پر چلنا ہے کس پر نہیں۔۔۔۔"

ریحونے اپنی بندوق کو سہلاتے ہوئے کہا جیسے کہ وہ کوئی بلی ہو۔

"ٹھیک ہے سوری ریمو۔۔۔۔"

مارشل نے سر جھکا کر کہا تو ریمو پھر سے قمقمے لگا کر ہنسنے لگا۔ شکاگو کا مافیا باس ہونے کے باوجود مارشل اپنے ریمو کے سامنے بے بس تھا کیونکہ وہ جتنا سر پھراتھا اتنا ہی خطرناک بھی تھا۔

مارشل نے سوچا تھا کہ ڈیمن کے سامنے دوستی کا ہاتھ بڑھا کر اسکی پیٹھ میں چھرا گھونپے گا لیکن ڈیمن ضرورت سے زیادہ ہی چلاک تھا اس نے نہ تو صرف اس دوستی کو ٹھکرایا تھا بلکہ مارٹھا کو بھی پکڑ لیا تھا جسے انہوں نے جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔

ڈیمن بہت چالاک تھا لیکن پھر بھی اپنے سب سے بڑے دشمن ریمو سے بے خبر تھا جو بس ڈیمن کی کمزوری کی تلاش میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔



پارسا کی آنکھ حسب معمول فجر کے وقت ہو کھلی۔ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کرنے کے بعد حسب معمول سورۃ یاسین تلاوت کرنے لگی۔ وہ تو شکر تھا کہ اپنے ساتھ جائے نماز اور قرآن پاک وہ لے کر آئی تھی ورنہ اس گھر میں تو ایسا کچھ بھی ایسا نظر نہیں آیا تھا۔

یہ سب کرنے کے بعد وہ اٹھی اور اور سمیر کے لیے اچھا سا ناشتہ تیار کرنے کا سوچ کر کچن کی جانب چل پڑی۔ فریج میں کچھ زیادہ تو نہیں تھا لیکن اتنا سب ضرور تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ آملیٹ کے ساتھ ٹوسٹ، چائے اور پراٹھے بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اب بس اسے سمیر کے اٹھنے کا انتظار کرنا تھا۔

پارسانے مسکراتے ہوئے اپنا حلیہ ٹھیک کیا اور دوپٹہ سر پر لینے کی بجائے سینے پر پھیلا لیا۔ آخر وہ اپنے محرم کے گھر تھی اس کی نظروں میں آنے کے لیے وہ اتنا تو کر سکتی تھی۔

اچانک بیل بجنے کی آواز پر پارسا حیران ہو کر دروازے کی جانب بڑھی لیکن اس سے پہلے ہی سمیر آگے جا کر دروازہ کھول چکا تھا۔ سمیر کے دروازہ کھولتے ہی ایک سنہرے بالوں والی خوبصورت سی لڑکی اسکے گلے سے لگ گئی اور انتہائی تیزی سے انگلش میں کچھ کہنے لگی۔

پار سا کا دل بہت زور سے دھڑکنے لگا اپنے شوہر کو کسی اور کے قریب دیکھنا اسکے دل کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر رہا تھا۔ اس لڑکی کی نظر پار سا پر پڑی تو اس نے اپنی سنہری آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورا۔

"یہ کون ہے سیم؟"

اینا کے سوال پر سمیر نے تھوک نکل کر پار سا کو دیکھا جو آنکھیں بڑی کیے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کزن ہے میری۔۔۔"

سمیر کا اسے اپنی بیوی کی بجائے کزن کہنا پار سا کو مزید دکھی کر گیا۔

"اوہ کیوٹ ہے۔۔۔"

اینانے اسے سر سے لے کر پیر تک دیکھ کر کہا۔

"چلو ہم چلتے ہیں تمہیں کچھ بہت خاص بتانا ہے۔۔۔"

اینا باقاعدہ سمیر کو اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تم ویٹ کرو میں دو منٹ میں آتا ہوں۔۔۔۔"

اینانے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔ سمیر پارسا کی جانب مڑا جو ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی بے ہوش ہو جائے گی۔

"یہ کون تھی سمیر؟"

پارسانے گھبرا کر پوچھا۔

"دوست ہے۔۔۔"

سمیر نے جیکٹ پہنتے ہوئے عام سے انداز میں کہا۔

"دوست ہے تو آپکے گلے کیوں لگ رہی تھی ایسے؟"

پارسا کے سوال پر سمیر غصے سے اس کی جانب مڑا۔

"او کم آن اب شروع ہو جاؤ چھوٹی سوچ والی بیویوں کی طرح شک کرنا یہ پاکستان نہیں ہے بی بی، یہ امریکہ ہے یہاں لوگ آپس میں ایسے ہی ملتے ہیں اور کسی کو بھی برا نہیں لگتا۔"

سمیر غصے سے چلایا تو پارسا نے سہم کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ چاہے وہ کہیں بھی رہیں لیکن انہیں کم از کم وہ تعلیمات تو نہیں بھولنی چاہیے تھیں جو انہیں ان کا دین سکھاتا تھا۔ مگر وہ خاموش رہی کیونکہ وہ جانتی تھی اس وقت اس کا کچھ بھی کہنا سمیر کو مزید غصہ دلا جاتا۔

"آپ نے اسے یہ کیوں کہا کہ میں آپ کی کزن ہوں؟ بیوی ہونے کا کیوں نہیں بتایا۔۔۔"

پارسا نے سر جھکا کر سوال پوچھا لیکن اسکے سوال پر سمیر کا ہنسنا اسے مزید شرمندہ کر چکا تھا۔

"سیر یسلی؟ پہلے ایسی ہو جاؤ کہ تمہیں اپنی بیوی کے طور پر انٹر وڈیوس کرواتے ہوئے مجھے شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔۔۔"

اپنی تزیل پر بہت سے آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہے تھے لیکن پھر بھی وہ اپنے شوہر کی نگاہ میں اچھا بننا چاہتی تھی۔ وہ ہی تو اس کا سب کچھ تھا۔

"آپ بتائیں کیسی بنوں میں؟ ویسا بننے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔۔۔"

پارسا کی بات پر سمیر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکان آئی۔

"تم مر کر پھر سے پیدا ہو جاؤ ناں تو بھی ویسی نہیں بن سکتی۔۔۔"

اس کی ذات کو اپنے الفاظ سے مکمل طور پر کچل کر سمیر وہاں سے چلا گیا اس بات سے بے خبر کہ اس کی باتوں نے ایک معصوم دل کو بہت بری طرح سے توڑا تھا۔



"اف سیم میں تمہیں کیا بتاؤں کہ میں کتنی خوش ہوں۔۔۔"

اینا کی بات پر سمیر نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کیوں ایسا کیا ہو گیا ہے؟"

اینانے اپنا منہ پھلا کر سمیر کو دیکھا۔

"بھول گئے ناں تم نیکسٹ ویک برتھ ڈے ہے میرا۔۔"

سمیر نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"بالکل نہیں بھولا بھلا بھول سکتا ہوں میں یہ بات؟"

اینانے اداسے مسکرا کر سمیر کو دیکھا۔

"تو کیا گفٹ دو گے مجھے میرے برتھ ڈے پر؟"

"تمہیں کیا چاہیے؟"

سمیر کے پوچھنے پر اینا سوچ میں ڈوب گئی پھر موبائل نکال کر کچھ سرچ کرنے لگی۔

"یہ کار۔۔۔۔"

اینا نے ایک تصویر سمیر کے سامنے کر کے کہا جس میں ایک کار کی تصویر تھی۔ جس کی قیمت دس ہزار ڈالر تھی۔

"اینا یہ۔۔۔۔"

"کیا ہو گیا ہے سمیر یہ اتنی مہنگی کار نہیں ہے افورڈ کر سکتے ہو تم اور ویسے بھی دو سال کے ریلیشن شپ میں پہلی مرتبہ میں نے تم سے کچھ مانگا ہے اور وہ مجھے چاہیے۔۔۔"

سمیر نے گہرا سانس لیا لیکن اب وہ کافی زیادہ پریشان ہو چکا تھا۔ اتنے پیسوں کا انتظام وہ کیسے کرتا اور اگر وہ اپنا کو منع کر دیتا تو وہ ضرور اس سے بریک اپ کر دیتی جو سمیر کو گوارا نہیں تھا۔ وہ اپنا کو کافی زیادہ پسند کرتا تھا۔

"او کے بے بی میں کچھ کروں گا۔۔۔۔"

اینا خوشی سے چلا کر سمیر کے گلے لگ گئی اور اپنے ہونٹ اس کے گال پر رکھے لیکن سمیر یہی سوچ رہا تھا کہ وہ پیسوں کا انتظام کہاں سے کرے گا۔



سمیر کا وہ رویہ دیکھ کر پارسانے سارا دن روہر گزارا تھا۔ نادیہ بیگم کی کہی ہر بات اسکے ذہن میں گھوم رہی تھی۔ کیا سچ بھی اس کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ سمیر بھی اسے چھوڑ کر بے سہارا کر دے گا۔

نہیں وہ ایسا نہیں ہونے دے گی چاہے اسے کچھ بھی کرنا پڑے وہ اپنے شوہر کا دل اپنی طرف مائل کر کے رہے گی۔ یہ سوچ کر اس نے سمیر کو خوش رکھنے کے طریقے سوچے لیکن وہ سمیر کو سمجھ نہیں پارہی تھی کہ وہ چاہتا کیا ہے؟

پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ اسکی خدمت سے کبھی نہ کبھی خوش ہو ہی جائے۔ اس نے پھر سے اپنے دل پر پتھر رکھا اور اسکے لیے شام کا کھانا تیار کرنے لگی۔

پھر کپڑے بدل کر سر پر دوپٹہ سلیقے سے سجا کر اسکا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دروازہ کھلنے کی آواز پر پارسانے نگاہیں اٹھا کر سمیر کو دیکھا جو کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"اسلام و علیکم"

"و علیکم السلام۔۔۔"

سمیر نے آہستگی سے کہا اور باہر ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کھانا لگاؤں آپ کے لیے؟"

سمیر نے ہاں میں سر ہلایا تو پارسا مسکرا دی اور کھانا گرم کر کے سلیقے سے ٹرے میں سجا کر اس کے سامنے رکھا۔

"مجھے بس چکن ملا تھا فریزر میں تو میں نے کڑا ہی بنا دی۔ آپ کو جو جو پسند ہے آپ بازار سے لے آئے گا پھر جو کہیں گے بنا دیا کروں گی۔۔۔"

سمیر ہاں میں سر ہلا کر کھانا کھانے لگا جو حد سے زیادہ مزے کا تھا لیکن اسکا دماغ اس وقت صرف اور صرف اینا کی فرمائش پر تھا۔ پھر ایک آئیڈیاز ہن میں آنے پر اس نے پارسا کی طرف دیکھا۔

"پارس سنو۔۔۔"

"جی؟"

پارسا نے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم میرا ایک کام کرو گی۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا تو سمیر مسکرا دیا۔

"تم بابا سے بات کرو اور انہیں کہو کہ ہمیں کچھ پیسوں کی ضرورت ہے وہ پیسے بھجوادیں۔۔۔۔"

"مم۔۔۔۔ میں؟"

پارسانے حیرت سے آنکھیں بڑی کر کے پوچھا۔

"ہاں تم کیونکہ میں کہوں گا تو مجھ سے ہزار سوال پوچھیں گے لیکن تمہیں انکار نہیں کریں گے وہ۔۔۔۔"

سمیر کی بات پر پارسا بہت زیادہ گھبرا گئی تھی۔

"لل۔۔۔۔ لیکن میں کیسے مانگوں ان سے۔۔۔۔ میں نے کبھی کچھ نہیں مانگا ان سے۔۔۔۔"

سمیر نے اپنا ماتھا سہلایا۔

"پلیزیار مجھے ضرورت ہے ہیلپ کرو میری۔۔۔ دیکھو اگر تم میرے کام آؤ گی تو ہی میں سمجھوں گا ناں کہ تم کام کی بیوی ہو۔۔۔ یہ کھانے پکا کر تم مجھے خوش نہیں کر سکتی تمہیں میری ہیلپ کرنی ہو گی۔۔۔"

پارسابے چینی سے اپنے ہاتھ مسلنے والی اے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے وہاب صاحب سے پیسے مانگے۔

"ٹھیک ہے مم۔۔۔ میں کروں گی ان سے بات۔۔۔"

سمیر نے مسکرا کر پارسابا کو دیکھا اور جلدی سے موبائل پر نمبر ڈائل کر کے اسکی جانب بڑھا دیا۔

"لو کرو بات۔۔۔"

پارسابا نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کان سے لگایا۔

"اسلام و علیکم سمیر بیٹا کیسے ہو؟"

وہاب صاحب نے فون اٹھاتے ہی کہا۔ انکی آواز سن کی پارس کی گھبراہٹ مزید بڑھ گئی تھی۔

"یہ مم۔۔۔ میں ہوں ماموں۔۔۔۔"

"ارے پارس کیسی ہو میرا بچہ سب ٹھیک ہے ناں؟"

پارسا نے گھبرا کر سمیر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جج۔۔۔ جی ماموں سب ٹھیک ہے۔۔۔ وہ بس۔۔۔"

پارسا پھر سے خاموش ہو گئی اور ماتھے پر آنے والا پسینہ صاف کرنے لگی یہ کام بہت زیادہ مشکل تھا۔

"ہاں بتاؤ پارس کوئی کام تھا کیا؟"

پارسا نے پھر سے گھبرا کر سمیر کو دیکھا پھر بہت سوچ کر بولی۔

"کک۔۔۔ کچھ نہیں ماموں بس آپ کا حال پوچھنا تھا آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔۔"

سمیر نے دانت کچکچا کو پار سا کو دیکھا اور اس کا غصہ دیکھ کر پار سا کافی ڈر گئی تھی۔

"ہاں بیٹا میں ٹھیک ہوں بلکل تم فکر مت کرو۔۔۔"

پار سا کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

"ٹھیک ہے ماموں میں سمیر کو کھانا دے لوں پھر بات کروں گی آپ سے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔"

پار سا نے فون کاٹ کر سمیر کی طرف بڑھایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"سس۔۔۔ سوری سمیر لیکن میں ان سے پیسے نہیں مانگ سکتی۔۔۔"

سمیر غصے سے اٹھا اور میز پر پڑا کھانا ہاتھ مار کر فرش پر پھینک دیا۔ پار سا خوف سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"پتہ تھا مجھے کہ تم میرے کسی کام نہیں آ سکتی۔۔۔ سہی کہتی تھیں ماما تم میرے قابل ہی نہیں۔۔۔"

سمیر کے غصے سے چلانے پر پارس سہم کر خود میں سمٹ گئی۔

"نن۔۔۔ نہیں سمیر آپ جو کہیں گے میں کروں گی۔۔۔ آآ۔۔۔ آپ کو پیسے چاہیں آپ میرے یہ ٹاپس بیچ دیں لیکن میں ماموں سے پیسے نہیں مانگ سکتی۔۔۔"

پارسانے اپنے کانوں سے سونے کے بندے اتار کر سمیر کی جانب بڑھائے جو پارسا کی ماں کی آخری نشانی تھی لیکن سمیر انہیں ہاتھ مار کر پھینک چکا تھا۔

"ان سے کچھ نہیں بننے والا مجھے زیادہ پیسوں کی ضرورت ہے۔۔۔"

سمیر نے دانت پیس کر کہا پھر ایک خیال ذہن میں آنے پر روتی ہوئی پارسا کی جانب مڑا۔

"تم کچھ بھی کر سکتی ہوناں میرے لیے؟"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا تو سمیر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"پھر تم جاب کرو گی اور پیسے کما کر مجھے لا کر دو گی۔۔۔"

پارسانے حیرت سے سمیر کی جانب دیکھا۔

"جواب؟"

"ہاں جواب ایسا کام جس سے تم اچھے خاصے پیسے کما سکو۔۔۔"

سمیر اتنا کہہ کر کچھ سوچنے لگا۔

"لیکن میں جواب کیسے کر سکتی ہوں؟"

پارسانے بہتی آنکھوں کے ساتھ پوچھا وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکا شوہر اس سے کتنے امتحان لینے والا تھا۔

"کیوں نہیں کر سکتی؟ انگلش آتی ہے ناں تمہیں؟"

پارسانے آہستہ سے ہاں میں صرف ہلایا۔

"صرف پڑھنے اور سمجھنے کی حد تک زیادہ بولنی نہیں آتی۔۔۔۔"

سمیر نے ہاں میں سر ہلایا۔

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں وقت کے ساتھ ساتھ تم آسانی سے انگلش بولنے بھی لگو گی لیکن تمہیں جاب کر کے میری اس مشکل کو دور کرنا ہو گا۔۔۔۔"

پارسا اب حد سے زیادہ بے بس ہو چکی تھی لیکن اس نے ٹھان لیا تھا کہ سمیر کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر گزرے گی۔

"لیکن میں کروں گی کیا؟"

اس سوال پر سمیر کچھ دیر اس بارے میں سوچتا رہا۔

"ویٹرس بن جانا تم یہاں اس کام میں کافی ٹپ مل جاتی ہے اور جاب دینے کے لیے بہت سے کیسینو اور بارز ہیں یہاں۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی۔۔۔۔"

سمیر نے مسکرا کر اس بے وقوف لڑکی کو دیکھا جسے وہ بہت آسانی سے اپنے فائدے کے لیے استعمال کر گیا تھا۔

"تو تیار رہنا میں اپنے ایک دوست سے بات کروں گا وہ تمہیں جاب پر لگوا دے گا۔۔۔۔"

سمیر نے کمرے کی جانب جاتے ہوئے پارسا کو حکم دیا۔ پارسا بس یہ سوچ رہی تھی کہ ایک انجان ملک میں وہ کیسے نوکری کرے گی؟ لیکن اس نے خود سے وعدہ کیا کہ سمیر کے دل میں جگہ بنانے کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی

"ڈیمن۔۔۔۔!!"

صوفیا کی آواز پر باغ میں موجود ڈیمن نے یہاں وہاں دیکھا لیکن اسے صوفیا کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

"صوفیا کہاں ہو تم؟"

ڈیمن نے اسے گھبرا کر پکارا۔

"ڈیمن۔۔۔۔"

ڈیمن پیچھے مڑا اور پریشانی سے صوفیا کے وجود کو دیکھا جو خون سے لت پت زمین پر پڑا تھا۔ ڈیمن نے روتے ہوئے اس کی گردن پر اپنا ہاتھ رکھ کر بہتے ہوئے خون کو روکنا چاہا۔

"ڈوڈ۔۔۔۔ ڈیمن مجھے بچالو۔۔۔۔ مم۔۔۔ میں مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچالو۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے بے بسی سے روتے ہوئے اسکا نازک وجود خود میں بھینچا تھا۔

"کچھ نہیں ہونے دوں گا میں تمہیں صوفیا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔"

ڈیمن نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے کہا اور پھر آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔

"خدا یا پلیز صوفیا کو بچالیں۔۔۔۔ میری بہن کو بچالیں خداوند۔۔۔۔۔ میری بہن کو بچالیں۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے چیخ چیخ کر التجا کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جہاں اب صوفیا نہیں تھی بس اسکا خون تھا بے تحاشا
خون۔۔۔ اور یہیں اسکا خواب ٹوٹا تھا۔

پسینے میں شرابور ڈیمن اٹھ کر بیٹھا اور صوفیا کو پھر سے یاد کرتے ہوئے اپنے بال نوچنے لگا۔ اسکی کرب ناک چیخیں
ساؤنڈ پروف کمرے میں گونج رہی تھی۔ اچانک ہی ڈیمن نے پاس پڑی پسٹل پکڑی اور اپنی ٹھوڈی کے نیچے رکھ
دی۔ آنکھیں میچ کر اس نے ٹریگر پر اپنی انگلی رکھی۔

"وعدہ کرو ڈیمن کچھ بھی ہو جائے تم کبھی بھی اپنی جان نہیں لو گے۔۔۔۔۔ کبھی بھی تم یہ گناہ نہیں کرو گے مجھ
سے وعدہ کرو۔۔۔۔۔"

اپنی ماں کی بات یاد کر کے ڈیمن نے اس بندوق کو فرش پر پھینکا اور اپنے بال نوچتے ہوئے چیخ چیخ کر رونے لگا۔ تیرہ
سال گزر چکے تھے اس واقعے کو لیکن آج بھی وہ سب ڈیمن کی زندگی کو جہنم بنانے کے لیے کافی تھا۔

اچانک ہی ڈیمن اٹھا اور شرٹ پہن کر باہر آیا جہاں اسے گاڑیوں کے پاس جاتا دیکھ ڈرائیور اور گارڈز سامنے ہوئے
لیکن ڈیمن نے گارڈز کو جانے کا اشارہ کر کے ڈرائیور سے چابی پکڑی اور کار کی جانب بڑھ گیا۔

"کہاں جا رہے ہو ڈیمن؟"

روزلی نے اسے اکیلے جاتے دیکھا تو بھاگ کر اسکی جانب آتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم سے مطلب۔۔۔"

ڈیمن بے رخی سے کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"تم اکیلے نہیں جاسکتے ڈیمن قدم قدم پر تمہارے دشمن بیٹھے ہیں جو تمہیں کسی بھی وقت مار سکتے ہیں میں ساتھ جاؤں گی تمہارے۔۔۔"

روزلی نے گاڑی کی جاب بڑھتے ہوئے کہا۔

"بھاڑ میں جاؤ۔۔۔"

ڈیمن نے اتنا کہہ کر گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے چلا گیا۔ روزلی مٹھیاں بھیجتی دوسری گاڑی کی جانب بڑھی تو کہ ڈیمن کے پیچھے جاسکے۔

"رکوزلی۔۔۔"

لوکانے اسکا بازو پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔

"پاگل ہو گئے ہو لوکا وہ اکیلے کیسے جاسکتا ہے اگر اسے کچھ ہو گیا تو؟"

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ لاس ویگاس کا بادشاہ ہے وہ اور بھلا بادشاہ کو اپنی ہی سلطنت میں کوئی کچھ کہہ سکتا ہے۔ تم فکر مت کرو اس طرح اس کے پیچھے جاؤ گی تو وہ زیادہ غصے میں آ جائے گا۔"

روزلی نے بے بسی سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کر گاڑی کو مارا اور وہاں سے چلی گئی کیونکہ وہ بھی جانتی تھی کہ لوکا صحیح کہہ رہا تھا۔



"تم تیار ہو؟"

سمیر کی آواز پر پارسانے ہاتھ روم کے شیشے میں اپنے آپ پر آخری نگاہ ڈالی اور آنسو پونچھتے ہوئے باہر آ گئی۔

"جی چلیں۔۔۔۔"

پار سا کی ہلکی سی آواز پر موبائل دیکھتے سمیر نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ کیا پہنا ہے تم نے؟"

سمیر نے اسے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ ایک نیلے رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھی جب کہ چہرے کے گرد انتہائی نفاست سے دوپٹے کا حجاب بنا رکھا تھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ میں برقع پہن کر باہر مت نکلوں اس لیے میں نے برقع نہیں پہنا۔"

پار سا گھبرا کر اسے وضاحت دینے لگی لیکن سمیر اب غصے سے اپنے دانت کچکچا رہا تھا۔

"میں نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ تھان کا تھان خود پر لپیٹ کے چل پڑو، ایسے کپڑوں میں تو تمہیں یہاں کبھی بھی نوکری نہیں ملنے والی۔۔۔۔"

پار سا نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا پلکیں بے ساختہ نم ہو گئی تھیں۔

"لیکن میرے پاس سب کپڑے ایسے ہی ہیں۔۔۔۔"

سمیر نے گہرا سانس لیا پھر کچھ یاد آنے پر اپنے کمرے میں گیا۔ الماری میں سے جینز اور گھٹنوں سے بھی اوپر تک آتا سفید سیلو لیس فرائ کپڑا جو اپنا پچھلے ہفتے یہیں بھول گئی تھی۔

"یہ پہن لو۔۔۔۔"

سمیر نے وہ کپڑے پارسا کی طرف بڑھا کر کہا۔ پارسانے جب انہیں کھول کر دیکھا تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"مم۔۔۔ میں یہ کیسے پہن سکتی ہوں اس کے تو بازو ہی نہیں ہیں۔۔۔۔۔"

پارسانے انتہائی معصومیت سے کہا لیکن سمیر کو اسکی معصومیت سے چڑھور ہی تھی۔

"پوسٹوپیڈ گرل دفع ہو جاؤ یہاں سے اور فوراً پہن کر آؤ اسے۔۔۔۔۔"

سمیرا تنے غصے سے چلایا کہ پارسا اپنی جگہ پر اچھل پڑی اور جلدی سے واش روم میں جا کر وہ کپڑے پہن لیے لیکن ان کپڑوں میں سے اپنے بازو اور کندھے چھلکتے دیکھ وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

کیسا شوہر تھا سمیرا جسے اپنی بیوی کی حیا ہی عزیز نہیں تھی۔ کیا مغربی معاشرے میں رہنا ہمیں یہ سکھاتا ہے؟

پارسانے اپنے دوپٹے کا حجاب بنا کر بازو کو کوئی تک چھپالیا اور باہر آئی۔

"چیچ۔۔۔ چلیں؟"

پارسا کی آواز پر جب سمیرا نے اسے دیکھا تو غصے سے آگے بڑھا اور اس کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر فرش پر پھینک دیا۔

"یہ لپیٹا ضروری نہیں ہے، انسان دکھائی دینے میں تکلیف محسوس ہو رہی ہے تمہیں اور چاہتی ہو کہ اپنے دوستوں کے سامنے تمہیں بیوی بتا کر ساری زندگی کے لئے شرمندگی اٹھاؤں میں۔"

سمیرا کے غصے سے چلانے پر پارسا سر جھکا کر آنسو بہانے لگی۔ سمیرا اسکے پیچھے آیا اور چوٹی میں بندھے لمبے بال کھول دیے۔

"اب بہتر ہے چلو۔۔۔۔"

سمیر اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولا۔ پارسانے اپنا ہاتھ چھڑایا اور سر اٹھا کر بولی۔

"نہیں میں نے ایسے باہر نہیں جاؤں گی آپ مجھے میرا دوپٹہ دیں اسکے بغیر میں کبھی بھی باہر نہیں جاؤں گی۔۔۔"

"بکواس بند کرو اپنی اور چلو ورنہ گھر سے نکال دوں گا تمہیں پھر سڑک پر بھیک مانگو گی تو ساری عقل ٹھکانے آ جائے گی۔۔۔۔"

سمیر نے اسے دھمکی دی اور اپنے ساتھ زبردستی کھینچ کر بلڈنگ سے باہر لایا اور وہاں کھڑی ٹیکسی کی بیک سیٹ پر اسے بٹخ دیا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے سمیر کے دوست جارج نے دلچسپی سے پارسا کو دیکھا جو کانپتے ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

"تھینکس جارج کہ تم نے اسے جاب دلوانے میں میری ہیلپ کی۔ میری کزن کو جاب کی کافی ضرورت تھی۔"

"مینشن ناٹ فرینڈ۔۔۔۔"

جارج نے مسکرا کر کہا لیکن نظریں مسلسل پارسا کے پاکیزہ وجود پر گڑی ہوئیں تھیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ ایک کلب کے باہر رکے۔ سمیر نے پارسا کو بازو سے پکڑ کر گاڑی سے باہر نکالا۔

"یہ کلب ہے۔ Devil's palace."

جارج کے اشارہ کرنے پر سمیر نے ہاں میں سر ہلایا۔

"یہاں کی مینجرز تو میری کافی دوستی ہے تو میرے کہنے پر تمہاری کزن کو جاب مل جائے گی۔"

"تھینکس مین۔۔۔"

سمیر نے مسکرا کر کہا اور پارسا کو اپنے ساتھ لے کر اس کیسینو میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں مینجر کے روم میں بھیج دیا گیا۔

"ہیے ماما زوئی۔۔۔"

جارج کے مسکرا کر کہنے پر ایک انتہائی خوشگوار سی آواز پارسا کے کانوں میں پڑی لیکن وہ سیاہ فام عورت بہت ہی عجیب انداز اور بہت ہی تیزی سے انگلش بول رہی تھی اس لیے پارسا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

"یہ ہے وہ لڑکی جسے ویٹرس کی جاب چاہیے۔۔۔۔۔"

جارج کے بتانے پر ماما زوئی نے پارسا کو سر سے لے کر پیر تک دیکھا پھر آگے بڑھ کر اپنے سانولے ہاتھ میں اسکا چہرہ پکڑ کر اوپر کیا۔

"معمم خوبصورت ہے۔۔۔ ویسے تو میں صرف ایکسپیرینس والی ویٹرس کو جاب دیتی ہوں لیکن جارج کی خاطر اسے رکھ لوں گی رہا کام تو وہ مجھے سکھانا آتا ہے۔۔۔۔۔"

ماما زوئی شاید سمجھ چکی تھیں کہ پارسا تیزی سے بولی ہوئی انگلش سمجھ نہیں پارہی اس لیے آہستہ آہستہ بولیں۔

"اسے ڈیپلی آٹھ گھنٹے کام کرنا ہو گا جن کا اسے سوڈا لے گا پھر یہ اس پر ہے کہ کیسے آدمیوں کو خوش کر کے زیادہ ٹپ وصول کرتی ہے۔۔۔۔۔"

مامازوئی نے مسکرا کر کہا لیکن پارسا کا دل کر رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"نام کیا ہے اس کا؟ بول کچھ نہیں رہی گو نگی تو نہیں؟"

مامازوئی نے آنکھیں بڑی کر کے پوچھا تو سمیر نے پارسا کے نازک بازو پر اپنی پکڑ سخت کر دی۔

"نام بتاؤ اپنا۔۔۔"

سمیر آہستہ سے اردو میں غرایا اگر کسی کو پتہ لگ جاتا کہ وہ امریکہ جیسے ملک میں بیوی سے زبردستی کر رہا تھا تو اس وقت جیل میں ہوتا۔

"پارسا۔۔۔۔"

پارسا نے آہستہ سے کہا۔

"پپ۔۔۔ پار۔۔۔ کیا؟ چھوڑو جو بھی ہے۔ آج سے ہی کام شروع کر سکتی ہے یہ شام کے چھ بجے چھٹی ہوگی

اسے۔۔۔۔"

جارج اور سمیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ سمیر نے پارسا کا بازو چھوڑا اور وہاں سے جانے لگا لیکن پارسا فوراً اسکے بازو سے چپک گئی اور اسے نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے انکار میں سر ہلایا۔

"مم۔۔۔ مجھے یہاں نہیں رہنا سمیر پلیز مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔۔۔"

سمیر نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا اور سختی سے اپنا بازو چھڑوا لیا۔

"بکو اس بند کرو اپنی کل رات بابا سے پیسے مانگ لیتی تو یہ سب نہیں کرنا پڑتا اب بھگتو کیوں کہ مجھے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔"

سمیر نے اتنا کہا اور جارج کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ بہت سے آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"جولی جولی۔۔۔"

ماما زوئی کی آواز پر پارسا نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور اسکی جانب مڑی۔

"یس ماما زوئی۔۔۔۔"

ایک سنہرے بالوں والی انتہائی خوبصورت لڑکی نے اندر آ کر کہا۔

"اس کے لیے یونیفارم لے کر آؤ اور آج سارا دن یہ تمہارے ماتحت کام کرے گی تاکہ اسے پتہ لگ جائے کہ کیا کرنا ہے۔"

جولی نے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک یونیفارم لے کر آئی جسے اس نے پارسا کے ہاتھ میں پکڑا یا۔ وہ یونیفارم دیکھ کر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ وہ لباس ایسا تھا جو نہ ہی اس کی ٹانگوں کو ڈھانپتا اور نہ ہی اس کے بازوؤں اور پیٹ کو۔

"مم۔۔۔ میں یہ نہیں پہن سکتی۔۔۔۔"

پارسانے گھبراتے ہوئے انگلش میں کہا تو ماما زوئی اسے گھورنے لگیں۔

"کیوں کیا مسئلہ ہے؟"

"یہ کپڑے۔۔۔ پلیز میں یہ نہیں پہن سکتی ہے میں اسے پہنے بغیر ہر کام کر لوں گی۔۔۔۔ لیکن پلیز آپ مجھے یہ پہننے کا مت کہیں۔۔۔۔"

ماما زویٰ نے اس لڑکی کو آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا جواب پتہ نہیں کون سا ڈرامہ کر رہی تھی۔

"دیکھو لڑکی یہ یہاں کا یونیفارم ہے جو ہر ویٹرس کو پہننا پڑتا ہے۔ اگر تمہیں نوکری چاہیے تو تمہیں یہ پہننا پڑے گا۔۔۔۔"

پارسا کی پلکیں پھر سے نم ہو گئیں اسے اپنا آپ اس قدر بے بس کبھی نہیں لگا تھا۔

"پلیز آپ مجھے یہ کپڑے پہننے کا مت کہیں آپ جو بھی کہیں گی میں کروں گی لیکن میں یہ نہیں پہن سکتی۔"

ماما زویٰ نے پھر سے انتہائی تیز رفتار انگلش میں کچھ کہا اور پھر پارسا کی جانب مڑیں۔

"دیکھو لڑکی تمہارے پاس دو راستے ہیں ایک یہ کہ یہ یونیفارم پہن کر تیار ہو جاؤ۔۔۔ دوسرا کہ چپ چاپ اس دروازے سے نکل جاؤ کیونکہ تمہارے لئے میرے پاس کوئی جاب نہیں۔"

پارسانے بے بسی سے انہیں دیکھا۔ اس کا دل خوف سے کانپ رہا تھا کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ نوکری گنوانے پر سمیر اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

"پلیز آپ سمجھنے کی کوشش۔۔۔"

"یونیفارم یاد روازہ؟"

ماما زویٰ نے ابرو اچکا کر سختی سے پوچھا تو پارسانے اپنا سر بے بسی سے جھکا لیا۔ ہاں اسے اپنے شوہر کی خاطر نوکری کرنے کی ضرورت تھی لیکن اس کے لیے وہ اپنی حیا کا سودا نہیں کرنے والی تھی۔

پارسا خاموشی سے باہر کے دروازے کی جانب چل دی۔ کیسینو سے باہر آ کر اسے یاد آیا کہ وہ تو گھر کا پتہ بھی نہیں جانتی تھی تو گھر کیسے جاتی۔ یہ سوچ کر پارسا مزید پریشان ہو گئی۔ اسے تو سمیر کا فون نمبر بھی نہیں پتہ تھا جو اسے کال کر کے یہاں بلا لیتی۔

اب پارسا کو بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ انجان ملک اور انجان شہر میں تنہا ہونے کا خوف اس پر حاوی ہو رہا تھا۔

پھر اس نے سوچا کہ چھ بجے چھٹی کے وقت سمیر نے اسے لینے آنا تھا تو وہ یہیں چھ بجے کا انتظار کر سکتی تھی۔ یہ سوچ کر پارسا وہیں ایک بیچ پر بیٹھ گئی۔

بھوک اور تھکان سے اس کا برا حال ہو رہا تھا کیونکہ پوری رات سونے کی بجائے اس نے رو کر گزار رہی تھی اور اب صبح بھی سمیر نے اسے ناشتہ کرنے کا وقت ہی نہیں دیا تھا۔ پارسانے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا شوہر کے پاس آنے کے بعد اس کی زندگی ایسی ہوگی۔

یہ پارسا بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ وہاں کتنی دیر بیٹھی رہی لیکن جب اندھیرا چھانے لگا تو اس نے بے بسی سے سامنے بڑی سکرین پر نظر آتے ٹائم کو دیکھا جہاں اب شام کے سات بج رہے تھے۔

سمیر اسے لینے کیوں نہیں آیا تھا کیا وہ بھول گیا تھا کہ پارسا یہاں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سردی کی شدت سے بچنے کے لیے پارسانے اپنے بازو اپنے گرد لپیٹ لیے۔

"ہیے پریٹی گرل۔۔۔۔"

ایک آدمی کی آواز پر پارسا سہم کر اٹھی اپنے پیچھے کھڑے چار آدمیوں کو دیکھا جو اسے غلیظ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ انکی نظروں سے لگ رہا تھا کہ وہ لوگ اس وقت نشے میں دھت تھے۔

پار سا کا دل خوف سے حلق میں ہی اٹک گیا۔ وہ جلدی سے وہاں سے جانے لگی لیکن وہ لوگ اب اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ پار سا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے یا ان سے کیسے بچے۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اسے جانا کہاں تھا۔

اچانک اسے سامنے سے آتی ایک گاڑی کی لائٹس نظر آئیں تو بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ گاڑی کے سامنے ہو گئی اور اپنا ہاتھ ہلا کر اس گاڑی کو روکنے لگی۔



ڈیمین نے سارا دن ویگاس سے دور موجود پہاڑوں پر گزارا تھا۔ جہاں وہ اکثر ہی تب جاتا تھا جب وہ دنیا سے دور ہونا چاہتا تھا اور ابھی وہ واپس ہی جا رہا تھا جب اچانک ایک لڑکی اس کی گاڑی کے سامنے آئی اور ہاتھ ہلا کر اسے گاڑی روکنے کا اشارہ کرنے لگی۔

ڈیمین اس کی جرات پر حیران ہوا کیونکہ اس شہر میں ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ رولز رائٹس کس کی ہے۔ ڈیمین نے گاڑی روکی تو وہ لڑکی جلدی سے پیسنجر سائیڈ کی جانب آئی اور گاڑی کا دروازہ کھینچ کر کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

ڈیمین کو لگا کہ یا تو وہ لڑکی کوئی چور تھی یا شاید جسم فروش، خیر وہ ان میں سے جو بھی تھی ڈیمین موریٹی سے بھڑنا اسکی زندگی کی آخری غلطی ہونے والی تھی۔

ڈیمن نے بٹن دبا کر کار کا دروازہ کھول دیا تو وہ لڑکی جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی اور دروازہ بند کر کے سبھی نگاہوں سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اسکا سانس بری طرح سے پھولا ہوا تھا اور اس نازک وجود کا روم روم کانپ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک کھڑکی سے باہر دیکھنے کے بعد وہ ڈیمن کی جانب مڑی اور اپنی نم سیاہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"شکریہ سر بہت بہت شکریہ۔۔۔۔"

ڈیمن اسکی بات پر حیران ہوا۔ پھر وہ لڑکی کا دروازہ پھر سے کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن یہ ڈیمن کی اجازت کے بغیر ناممکن تھا۔

"کون ہو تم؟"

ڈیمن کی نظر اسکی کمر پر پھیلے لمبے بالوں پر پڑی جو اسکی کمر سے نیچے تک جا رہے تھے۔ وہ لڑکی فوراً مڑی اور اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے آہستہ آہستہ انگلش میں بولی۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے کیا آپ مجھے میرے گھر چھوڑ دیں گے؟"

اسکی آواز، اسکے ہر انداز میں بلا کی معصومیت تھی جو ڈیمین کو کھٹک رہی تھی۔ اب تو اسے یقین ہو چلا تھا کہ یہ لڑکی کوئی چور تھی اور ڈیمین بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ آگے کیا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"کہاں ہے تمہارا گھر؟"

ڈیمین کے پوچھنے پر اس لڑکی نے کچھ دیر کے لیے سوچا پھر روتے ہوئے بولی۔

"مم۔۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔۔"

ڈیمین نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورا۔ وہ حیران تھا کہ کوئی اس قدر معصومیت کا دکھاوا کیسے کر سکتا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنے گھر کا ہی نہیں پتہ؟"

وہ لڑکی اپنا سر جھکا کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں ابھی کچھ دن پہلے ہی یہاں آئی ہوں اور آج پہلی مرتبہ گھر سے نکلی تھی اس لیے مجھے پتہ نہیں معلوم۔۔۔"

ڈیمین اس کے لہجے اور اٹک اٹک کر انگلش بولنے کے انداز سے یہ تو سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی اور ملک سے آئی ہے لیکن ابھی بھی اس کی وہ معصومیت ڈیمین کو کھٹک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں ارد گرد گھماتا ہوں جب تم اپنا گھریا گھر کا راستہ پہچان جاؤ تو مجھے بتا دینا۔۔۔"

لڑکی نے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔ ڈیمین نے گاڑی سٹارٹ کی اور و صبح سڑک پر چلانے لگا۔

"تم گھر سے نکلی کیوں تھی؟"

ڈیمین کے سوال پر کھڑکی سے باہر دیکھتی لڑکی نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"جواب کے لیے مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا زیادہ تر غیر ملکی یہاں پیسہ کمانے ہی آتے تھے۔

"کہاں گئی تھی تم جاب کے لیے؟"

"جگہ کا نام تو نہیں یاد لیکن وہاں کی مالک کا نام ماما زویٰ تھا۔"

ماما زویٰ کا نام سن کر ڈیمین پہچان گیا تھا کہ وہ کس جگہ کے بات کر رہی ہے۔

"تو جاب مل گئی تمہیں؟"

لڑکی نے فوراً انکار میں سر ہلایا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں انکا یونیفارم نہیں پہننا چاہتی تھی۔"

لڑکی نے عام سے انداز میں کہا اور پھر سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

"کیوں نہیں پہننا چاہتی تھی؟"

ایک اور سوال ڈیمن کے ہونٹوں سے جدا ہوا۔ نہ جانے کیوں وہ اس عجیب سی لڑکی کو جاننے میں اتنی دلچسپی لے رہا تھا۔

"کیونکہ وہ۔۔۔۔۔ کیونکہ اس سے میرا وجود واضح ہوتا اور میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی۔۔۔۔۔ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں وہ کپڑے پہنے بغیر بھی ہر کام کر لوں گی لیکن وہ مانے ہی نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمن اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔

"پتہ لگا تمہیں تمہارا گھر کہاں ہے؟"

اس لڑکی نے مڑ کر انکار میں سر ہلایا۔

"میرا گھر اتنی بڑی بڑی بلڈنگز میں نہیں ہے۔ ہماری بلڈنگ زرا چھوٹی اور پرانی ہے۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا اور گاڑی شہر کے چھوٹے علاقوں کی جانب موڑ دی۔ وہ لڑکی مسلسل خاموشی سے بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھتی جا رہی تھی اور ڈیمین کی نظریں نہ چاہتے ہوئے بھی اسی پر اٹھ رہی تھیں۔ اچانک ہی لڑکی کے پیٹ سے ایک آواز نے اسے بھوکے ہونے کی گواہی دی جسے چھپانے کے لیے لڑکی نے اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا۔

"تمہیں بھوک لگی ہے؟"

ڈیمین نے سنجیدگی سے پوچھا تو لڑکی انکار میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں مجھے بس گھر جانا ہے میں گھر جا کر کھانا کھا لوں گی۔۔۔"

ڈیمین نے گہرا سانس لیا اور گاڑی میکڈونلڈ کی جانب موڑ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی میکڈونلڈ سے چکن ونگز اور فرائز لے کر اس نے لڑکی کے سامنے کیے۔

"نہیں تھینک یو مجھے نہیں چاہیے میں گھر جا کر کھا لوں گی۔۔۔"

"چپ چاپ پکڑ لو کوئی خزانہ نہیں دے رہا تمہیں بس کھانا ہی تو ہے۔۔۔"

ڈیمین کے غصے سے کہنے پر لڑکی نے وہ پیکٹ پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ کھانا کھانے لگی۔ ڈیمین اب گاڑی تھرڈ کلاس ایریا کی جانب لے جانے لگا۔

لڑکی نے بمشکل تھوڑا سا ہی کھایا تھا اور باقی سائیڈ پر رکھ کر خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی۔ ڈیمین کی نظر اس کے ہونٹوں پر پڑی جو مسلسل ہل رہے تھے جیسے کہ وہ کچھ بول رہی ہو۔

"تم نے جو کہنا ہے اونچی کہہ سکتی ہو اپنے آپ سے ہی سرگوشیاں کیوں کر رہی ہو؟"

ڈیمین کی بات پر لڑکی نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"میں سرگوشی نہیں کر رہی دعا مانگ رہی ہوں۔۔۔۔"

ڈیمین نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"دعا کس سے اور کس لیے؟"

"اللہ تعالیٰ سے اپنی حفاظت کے لیے۔۔۔"

اسکی بات پر ایک طنزیہ مسکان ڈیمن کے لبوں پر آئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم پر کوئی مشکل آئی تو تمہارا خدا تمہیں بچالے گا۔۔۔"

اس لڑکی نے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔

"مجھے ایسا لگتا نہیں مجھے پورا یقین ہے۔"

اس لڑکی نے پورے اعتماد سے کہا۔

"اس وقت تم میرے ساتھ بالکل تنہا ہو کچھ بھی کر سکتا ہوں تمہارے ساتھ مار بھی سکتا ہوں تمہیں۔۔۔ تو بولو تمہارا خدا کیسے بچائے گا تمہیں۔"

ڈیمن کی بات پر ان خوبصورت آنکھوں میں خوف اتر اٹھا اور اس نے بے بسی سے اس بند گاڑی کو دیکھا جس میں وہ اس انجان آدمی کے ساتھ تھی لیکن پھر کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے اس کی جانب مڑی۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔"

لڑکی کے اس اعتماد پر ڈیمن کافی زیادہ حیران ہوا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"

"کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کے لیے بھیجا ہے، ان برے لوگوں سے بچانے کے لیے بھیجا جو مجھے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔۔۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کے لیے بھیجا ہے وہ کبھی بھی مجھے نقصان پہنچا ہی نہیں سکتا۔"

اس لڑکی کی اس بات پر ڈیمن حد سے زیادہ حیران ہوا کہ کیا کسی کا خدا پر یقین اس قدر پختہ بھی ہو سکتا ہے۔ اچانک ہی سامنے دیکھ کر وہ لڑکی خوشی سے اچھل پڑی۔

"اس بلڈنگ میں ہے میرا گھر۔۔۔"

ڈیمن نے اپنی گاڑی اس بلڈنگ کے سامنے جا کر روک دی تو لڑکی مسکرا کر اس کی جانب مڑی۔

"آپ کا بہت شکریہ سر، آپ بہت اچھے انسان ہیں۔۔۔۔"

اس لڑکی نے نرمی سے کہا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈیمین نے بٹن دبا کر دروازہ کھولا تو وہ لڑکی باہر نکل کر اس بلڈنگ کی جانب چل پڑی۔

"سنو۔۔۔"

ڈیمین نے گاڑی سے نکل کر اسے پکارا تو اس نے پلٹ کر ڈیمین کو دیکھا۔

"کل اسی کلب میں واپس جانا تمہیں نوکری مل جائے گی۔۔۔۔"

ڈیمین نہیں جانتا تھا کہ اس نے اسے یہ بات کیوں کہی تھی۔

"میں وہ یونیفارم نہیں پہنوں گی۔۔۔۔"

اس لڑکی نے گویا حتمی فیصلہ سنایا۔

"تم جو چاہے پہن سکتی ہو کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا اور تمہیں نوکری بھی مل جائے گی۔۔۔"

اس لڑکی نے کچھ سوچ کر ہاں میں سر ہلایا اور پھر ہلکا سا مسکرا دی۔

"شکریہ سر۔۔۔ گڈ بائے۔۔۔"

ڈیمن اس معصوم مسکراہٹ میں کھوسا گیا۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ اس نے کبھی کچھ اتنا حسین دیکھا تھا۔

"Bella Ciao"(Good bye beautiful)

اس لڑکی کے چہرے پر حیرت آئی۔

"اسکا کیا مطلب ہوتا ہے؟"

اس لڑکی نے معصومیت سے پوچھا۔

"اگر پھر کبھی ملے تو بتاؤں گا۔۔۔"

لڑکی نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا اور بلڈنگ میں داخل ہو گئی۔ اسکے جانے کے بعد ڈیمین کو خیال آیا کہ اس نے لڑکی سے اس کا نام تک نہیں پوچھا تھا لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا وہ اسے اپنی مادری زبان اٹیلین میں ایک نام دے چکا تھا۔

بیلہ مطلب خوبصورت لڑکی۔



پار سا اپنے اپار ٹمنٹ کے سامنے آئی تو وہ لاک تھا۔ یہ دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو گئی۔ کہیں سمیر اسے وہاں ڈھونڈ تو نہیں رہا تھا اگر وہ اسے وہاں نہ ملی تو وہ کیا کرے گا۔

یہ سوچ کر پار سا پریشانی سے وہاں ٹھلنے لگی لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی سمیر وہاں پر آ گیا۔

"ارے تم خود ہی واپس آ گئی۔۔۔ سوری یار کام میں اتنا مصروف تھا کہ وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اب فریش ہو کر تمہیں ہی لینے جانے والا تھا۔۔۔"

سمیر نے خوشگوار انداز میں کہا جبکہ پارسا اس سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا اس کی اتنی اہمیت تھی کہ کام ختم ہونے کے دو گھنٹے بعد تک وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

"کیسا رہا تمہارا کام کا پہلا دن؟"

پارسا کے گھر میں داخل ہوتے ہی سمیر نے دروازہ بند کر کے پوچھا۔ پارسا کچھ دیر سوچتی رہی پھر سچ بولنے کا فیصلہ کیا۔

"انہوں نے مجھے نکال دیا۔۔۔"

پارسانے سر جھکا کر آہستہ سے کہا تو سمیر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟"

سمیر نے غصے سے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

"کیونکہ میں انکا یونیفارم نہیں پہن سکتی تھی سمیر وہ آدھا۔۔۔"

"شٹ اپ یوسٹوپڈ گرل پتہ بھی ہے کہ یہ جاب کتنی ضروری ہے مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تم کوئی بے وقوفی ہی کرو گی۔"

سمیر کے دانت کچکچا کے کہنے پر پارسا سر جھکا کر اپنی تزیل پر آنسو بہاتی رہی پھر ضبط سے اپنے آنسو پونچھ کر سر اٹھایا۔

"آپ فکر مت کریں ایک آدمی سے لفٹ لے کر آئی تھی جنہوں نے کہا میں وہاں کل جاؤں گی تو مجھے نوکری مل جائے گی اور مجھے اپنی حیا کا سودا کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔۔۔"

پارسا اتنا کہہ کر اپنے بیگ کے پاس چلی گئی۔ پہلے تو سمیر خاموش رہا پھر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کس سے لفٹ لے کر آئی تھی تم؟"

سمیر نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"تھے ایک بھلے انسان۔۔۔۔"

پارسانے سنجیدگی سے کہا اور اپنے کپڑے پکڑ کر کمرے کی جانب چل دی۔

"ٹھیک ہے اس کا مطلب تم گھر کا راستہ جانتی ہو تو کل چھٹی ہونے پر خود ہی ٹریم سے گھر آ جانا کیونکہ مجھے فارغ ہوتے ہوئے اکثر رات کے نو بج جاتے ہیں۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا اب وہ مزید سمیر کو کچھ کہہ کر تزیل برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اور آج پھر بابا نے تم سے بات کرنی ہے پلیز انہیں اپنی جاب کے بارے میں کچھ مت بتانا۔ میری تو مجبوری ہے تم سے جاب کروانا وہ فالتو میں بات کا بٹنگڑ بنا دیں گے۔"

پارسانے بس خاموشی سے اثبات میں سر ہلادیا۔

"چلو چینج کر کے کھانا بنا لو یا رہو ک لگی ہے کافی۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا اور وہ کپڑے بدل کر کچن میں کھانا بنانے چلی گئی۔ وہ شخص جسے وہ اپنے خوابوں کا شہزادہ سمجھتی تھی اپنی بے رخی سے اس کے دل سے اترتا جا رہا تھا پھر بھی وہ اسکو اچھا لگنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی کیونکہ وہ اپنے ماموں کا مان نہیں توڑنا چاہتی تھی۔



ڈیمن اپنے کمرے کے بڑے سے بیڈ پر لیٹا چھت کو دیکھ رہا تھا نیند روز کی طرح اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ لیکن آج اسے کرب میں مبتلا کرنے کے لیے صوفیا کی لاش اسکی آنکھوں کے سامنے نہیں تھی بلکہ اسکی بیلا تھی جو اس کے دل کو وہ سکون دے رہی تھی جو اسے کبھی نہیں ملا تھا۔

ڈیمن خود نہیں جانتا تھا کہ وہ اس لڑکی کے بارے میں کیوں سوچ رہا تھا، وہ کوئی بے تحاشا خوبصورت لڑکی تو نہیں تھی، اگر بات صرف خوبصورتی کی ہوتی تو روزلی ہر وقت اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ نہیں اس لڑکی میں کچھ ایسا تھا جو کسی میں نہیں تھا، کسی میں بھی نہیں۔ ڈیمن نے گہرا سانس لیا پھر اپنا موبائل پکڑ کر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔۔۔۔"

تھوڑی دیر فون بجنے کے بعد اٹھایا جا چکا تھا۔

"مجھے ایک کام ہے تم سے زوئی۔۔۔"

ڈیمن کی آواز سن کر زوئی ایک پل کے لیے خاموش ہو گئی۔

"ہاں کہوں ڈیمن کیا کر سکتی ہو میں تمہارے لئے؟"

"آج ایک لڑکی تمہارے پاس نوکری کے لیے آئی تھی جسے تم نے یونیفارم پہننے سے انکار کرنے کی وجہ سے نکال دیا۔"

ڈیمن نے اس بیلا کو یاد کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں کیوں خیریت؟"

زوئی نے گھبرا کر پوچھا۔ وہ عورت جو سب پر رعب جماتی تھی ڈیمن کے سامنے اپنی اوقات جانتی تھی۔

"وہ کل پھر سے آئے گی اور تم اسے نہ صرف نوکری دو گی بلکہ وہ جو بھی پہننا چاہیے وہ پہن سکتی ہے تم اسے کچھ بھی پہننے پر مجبور نہیں کرو گی۔"

ڈیمن نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈیمن ایسا ہی ہو گا۔"

ڈیمن خاموش ہو گیا تو زوئی اسکی خاموشی دیکھ کر بول اٹھی۔

"کیا میں تمہارے لئے کچھ اور کر سکتی ہوں؟"

"ہاں۔۔۔"

ڈیمن نے سنجیدگی سے کہا پھر اچانک اس کے چہرے پر بہت زیادہ وحشت آئی تھی۔

"اس کے سامنے میری سچائی تمہاری زبان پر نہ آئے ورنہ پھر کبھی کچھ اور بولنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

ڈیمن نے وارننگ دے کر فون بند کر دیا اور آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔ وہ لڑکی جو کوئی بھی تھی ڈیمن پر اسکا اتنا اثر انداز ہونا اچھا نہیں تھا اس لیے ڈیمن نے فیصلہ کیا تھا کہ مزید ایک پل وہ اس کے بارے میں سوچ کر نہیں گزارے گا لیکن یہ اسکا خواب ہی تھا کیونکہ باقی کی پوری رات اس نے وہ معصوم چہرہ یاد کر کے گزاری تھی۔



پارسانے صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے اور سمیر کے لیے ناشتہ بنایا اور پھر کچن وغیرہ سنبھال کر تیار ہونے لگی۔ سمیر نے جب اسے ایک کالے فرائڈ پاجامے پر حجاب کیسے دیکھا تو اسے گھورنے لگا۔

"آج تم نے یہ پھر سے لپیٹ لیا سر پر؟"

اب کی بار پارسا سمیر کے غصے سے ڈری نہیں بلکہ اس نے اپنے لیے کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس کے شوہر کو بھی اسے سب کے سامنے بے حجاب کرنے کا حق نہیں تھا۔

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں جو چاہے پہن سکتی ہوں مجھے نوکری مل جائے گی لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں حجاب کروں تو مجھے حجاب کرنے دیں کیونکہ اسکے بغیر میں باہر نہیں جاؤں گی۔۔۔۔"

سمیر پارسا کی بہادری پر حیران ہوا لیکن پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گیا۔ ان کے اپارٹمنٹ سے دس منٹ پیدل چل کر میٹرو اسٹیشن آتا تھا جس سے سمیر نے پارسا کو کلب بھیجا۔

وہاں پھر سے واپس آکر پارسا ایک پل کے لیے ڈر گئی لیکن پھر اس مہربان شخص کی بات یاد کر کے ہمت کرتے ہوئے واپس وہاں پر چلی گئی۔ اسے سامنے ہی ماما زوئی کسی سے باتیں کرتے ہوئے نظر آئی۔

"ارے آگئی تم؟، ممم وہ بھی وقت سے پہلے اچھی بات ہے۔۔۔۔"

ماما زوئی کی پارسا پر نظر پڑی تو مسکراتے ہوئے کہنے لگیں اور اسے اپنے ساتھ آفس میں آنے کا اشارہ کیا۔

"ویسے چہرہ کافی معصوم ہے تمہارا لیکن اندر سے کافی چالاک ہو تم۔۔۔"

"جی؟"

ماما زوئی کی بات پر پارسا حیران ہوئی۔

"میں نے تمہیں جاب نہیں دی تو شکایت لے کر میرے پاس پہنچ گئی اور نہ جانے اس پر کیا جادو کیا کہ تمہیں یونیفارم نہ پہننے کی اجازت بھی مل گئی۔۔۔۔"

مامازوئی کی بات پر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اچکا باس؟"

"ہاں ناں ڈیمن موریٹی جانتی ہوناں تم اسے۔۔۔۔"

پارسا کو وہ شخص یاد آیا جس نے اسکی مدد کی تھی۔ اسے دیکھ کر پارسا کو یہ اندازہ تو ہوا تھا کہ وہ بہت امیر ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ہی یہاں کا مالک تھا۔

"تو کیا میں انہیں کپڑوں میں کام کر سکتی ہوں؟"

پارس نے بہت امید سے پوچھا۔

"ہاں بالکل کر سکتی ہو لیکن ویٹرس کا کام نہیں کیونکہ لوگ تمہیں اس حلیے میں کوئی آرڈر ہی نہیں دیں گے تو کیا تم صفائی کر لو گی؟"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا جب تک وہ اپنا حجاب قائم رکھ سکتی تھی وہ کچھ بھی کر لے گی۔

"جیسے تمہیں بہتر لگے لیکن یہ سر پر سکاف لینا ضروری ہے کیا؟"

پارسا کے ہاں میں سر ہلانے پر مامازوئی نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی لیکن اتنا بتادوں کہ اس سکاف کی وجہ سے لوگ تمہیں عجیب نظروں سے دیکھیں گے، تمہیں باتیں بھی کر سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تم سے بد تمیزی کریں۔۔۔۔"

پارسا نے انکی باتوں پر غور کیا۔ اسے اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"کوئی بات نہیں میں مینیج کر لوں گی۔۔۔"

مامازوئی نے اپنے کندھے اچکا دیے اور اسے باہر کام پر جانے کا اشارہ کیا۔ جولی نے اسے ہر کام سمجھا دیا۔ اسکی زیادہ ڈیوٹی تو نہیں تھی بس اسے لوگوں کے جانے کے بعد ٹیبلز صاف کرنے تھے جبکہ فرش کو صاف کرنے کی ذمہ داری اور کسی عورت کی تھی۔

وہ چھ بجے باہر نکلی تو آسمان پر تقریباً اندھیرا چھا چکا تھا لیکن آج اسے راستہ آتا تھا کیونکہ صبح آتے ہوئے اس نے ہر راستہ بہت غور سے دیکھا تھا۔ ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے جب ایک گاڑی اسکے قریب آ کر رکی۔ گاڑی کا شیشہ نیچے ہونے پر پارسانے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا۔

"سر آپ؟"

پارسانے گھبرا کر اپنا دوپٹہ ٹھیک کیا اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ یہ شخص اسکا باس تھا۔

"گاڑی میں بیٹھو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر پارسانے انکار میں سر ہلایا۔

"نہیں تھینک یو سر میں آپ کی شکر گزار ہوں لیکن میں میٹرو سے چلی جاؤں گی۔۔۔"

پارسا اتنا کہہ کر چلنے لگی لیکن ڈیمن غصے کے عالم میں گاڑی سے نکل کر اسکے سامنے آیا۔

"پاگل ہو کیا اتنی رات ہو گئی ہے میں تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔۔۔"

پارسانے نظریں جھکا کر پھر سے انکار میں سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں سراب تو مجھے روز یہیں سے اسی وقت جانا ہے۔۔۔ میں چلی جاؤں گی کوئی بات نہیں۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گئی۔

"یہ ایل وی (لاس ویگاس) ہے بیلا لوگ اسے گناہوں کا شہر کہتے ہیں جانتی بھی نہیں تم کہ ایک برے آدمی کی تم پر نظر پڑی تو کیا ہو سکتا ہے تمہارے ساتھ؟"

ڈیمین کے ضمیر نے اسے پکارا کہ لاس ویگاس کے سب سے برے آدمی کی نظروں میں تو وہ پہلے ہی تھی اس سے زیادہ خطرناک کیا ہو گا اس کے لیے؟

"آپ فکر مت کریں سر جب جب جو جو ہونا ہے تب تب سو سو ہوتا ہے۔ میرے اللہ تعالیٰ میرے محافظ ہیں۔۔۔ بائے۔۔۔"

پارساتنا کہہ کر میسٹرو سٹیشن کی جانب چل دی۔ میسٹرو میں بیٹھ کر اس نے شکر کیا کہ وہ صحیح سلامت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ تبھی کوئی آدمی اسکے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تو پارسانے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا۔

"کیا؟ میں بھی میسٹرو میں جاسکتا ہوں میری مرضی ہو تو۔۔۔"

ڈیمن نے اپنا کوٹ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ پارسانے سر جھکا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

ڈیمن کے اچانک سے پوچھنے پر پارسانے چونک کر اسے دیکھا پھر اپنی نظریں جھکا گئی۔

"ویسے میرا نام پارسا سمیر وہاب ہے لیکن سب مجھے پارس ہی بلاتے ہیں۔۔۔"

ڈیمن نے ہاں میں سر ہلایا۔

"پارسا، کیا مطلب ہوتا ہے اس کا؟"

"پار سا پاکیزہ کو کہتے ہیں سر۔۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا۔ ہاں وہ اپنے نام جیسی ہی پاکیزہ تھی۔

"کس ملک سے ہو تم بیلا؟"

"میں پاکستان سے ہوں سر لیکن آپ مجھے بیلا کیوں بلاتے ہیں میرا نام پارس ہے۔"

پار سا کے سوال پر ڈیمین ہلکا سا مسکرایا۔

"پھر کبھی بتاؤں گا اور تم مجھے ڈیمین بلا سکتی ہو میرا نام سر نہیں۔۔۔۔"

پار سانے فوراً سر انکار میں ہلایا۔

"نہیں آپ میرے پاس ہیں میں آپ کو سر ہی بلاؤں گی۔۔۔۔"

ڈیمن نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس لڑکی کو دیکھا جس نے اسکی بات نہیں مانی تھی اور اپنی بات نہ ماننے والے کا وہ بہت برا حال کرتا تھا پھر اسکا بات نہ ماننا کیوں برا نہیں لگ رہا تھا۔

"کتنے سال کی ہو تم؟"

ڈیمن کے اگلے سوال پر پارسانے بھی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"کیا آپ جاب دینے کے بعد میرا انٹرویو لے رہے ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا۔

"میں انیس سال کی ہوں، پاکستان اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی اور یہاں اپنے۔۔۔۔۔"

پارسا ایک پل کو رکی اور بہت سادہ اسکی آنکھوں میں سما گیا۔

"اپنے کزن کے ساتھ رہ رہی ہوں۔۔۔۔۔"

پارسا کو وہ پل یاد آیا جب سمیر نے اسے یہ کہا تھا کہ وہ اسے اپنی بیوی بتانے پر شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ اچانک ہی میٹر و پارسا کے سٹیشن پر رکی تو پارسا خاموشی سے نیچے اتر کر گھر کی جانب چل دی جبکہ ڈیمن بھی اسکے ساتھ خاموشی سے چلتا اسکے گھر تک آیا۔

"آپ کا میرے ساتھ آنے کا شکریہ سر، سچ تو یہ تھا کہ پہلی مرتبہ اکیلے سفر کرنے سے ڈر لگ رہا تھا لیکن آپ نے میری مدد کی، میں آپ کی شکر گزار ہوں۔۔۔۔۔"

پارسانے نظریں جھکا کر کہا اور اس کا ہمیشہ یوں نظریں جھکا کر حیا کے دائرے میں رہتے ہوئے بس کام کی بات کرنا ڈیمن کے اس مردہ دل کو دھڑکنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"بائے سر۔۔۔۔۔"

پارسانے نظریں جھکا کر کہا اور اپنے اپارٹمنٹ کی جانب چلی گئی۔

"Bella Ciao."

ڈیمن نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس لڑکی کی جانب وہ کیوں کھینچا چلا جا رہا تھا لیکن یہ ان دونوں کے لیے ہی ٹھیک نہیں تھا کیونکہ وہ لڑکی تو ایک فرشتے کی مانند تھی، معصوم اور پاکیزہ جبکہ ڈیمن تو ایک درندہ تھا۔



جارج نے حیرت سے سمیر کی طرف دیکھا۔

"کیا کہا تم نے کتنے پیسے چاہیں تمہیں؟"

"دس ہزار ڈالر۔۔۔۔"

سمیر کی بات پر جارج کی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

"اتنے پیسوں کا کیا کرو گے تم؟"

سمیر نے گہرا سانس لیا۔

"اینا کو برتھ ڈے گفٹ ایک گاڑی چاہیے وہ خریدوں گا۔۔۔"

جارج ہلکا سا ہنس دیا۔

"پھر تو تم پاگل ہو جو تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری وہ بیوقوف بیوی ویٹرس کا کام کر کے وہ پیسہ کما لے گی۔۔۔"

سمیر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔ اس نے صرف جارج کو بتایا تھا پارسا اور اپنے بارے میں۔

"اسے میں نے اس وجہ سے نوکری پر نہیں لگایا۔ پاکستان نہ جانے کے لیے میں نے بابا سے جھوٹ بولا تھا کہ مجھے نوکری مل گئی ہے اب مجھے چند پیسوں سے یہ بات تو سچ ثابت کرنی ہے ناں۔"

جارج سمیر کی چالاکی پر مسکرا دیا۔

"بہت کمینہ چیز ہو تم لیکن اگر تمہاری بیوی نے تمہارے بابا کو یہ بات بتادی تو۔۔۔؟"

"ارے نہیں بتائے گی بہت بڑی بیوقوف ہے، میں نے منع کیا ہے ناں اسے تو میری ہر بات مانے گی میری نظر میں اچھا بننے کو بہت بے چین ہے بے چاری۔۔۔"

سمیر نے ہنستے ہوئے کہا تو جارج کے چہرے پر خباثت آئی۔

"ویسے یار پیاری بہت ہے کیوٹ اور انوسینٹ سی۔۔۔۔"

سمیر نے اپنی نظریں گھمائیں۔

"مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی اس کی یہ ٹیپیکل حرکتیں مجھے ایسا جیسی بولڈ لڑکی چاہیے اپنے لیے۔۔۔"

سمیر نے سامنے پڑا شراب کا گلاس اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"بس کچھ عرصے کی بات ہے اسے میں واپس پاکستان بھیج دوں گا اور وہ وہاں میرے ماں باپ کی خدمت کرتی رہے گی۔۔۔ یہاں ایسا کے ساتھ بھی نہجوائے اور وہاں پاکستان اسے بھی پاس رکھوں گا۔۔۔ کبھی ایک مہینے کے لیے پاکستان چکر لگے تو وہاں بھی تو اینٹرٹینمنٹ ہو لیکن یہاں وہ مجھے گورا نہیں کیونکہ یہاں میرے لیے ایسا ہے۔۔۔۔"

سمیر نے ایک آنکھ دبا کر کہا تو جارج اسکی قسمت پر جل بھن گیا۔

"خوش قسمت آدمی ہو۔۔۔"

سمیر نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ویسے اب دس ہزار ڈالر زکابند و ست کہاں سے کریں؟"

سمیر کے یہ بات پوچھنے پر جارج بھی کچھ دیر سوچ میں ڈوب گیا۔

"ویسے ایک آدمی کو جانتا ہوں میں وہ تمہیں جتنے چاہو اتنے پیسے ادھار دے دے گا۔۔۔ لیکن"

"لیکن کیا؟"

سمیر نے بے چینی سے پوچھا۔

"لیکن زرا خطرناک آدمی ہے اگر وقت پر پیسے واپس نہیں کئے تو مسئلہ بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔۔۔"

سمیر یہ بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے اپنا کو گفٹ دینے کے لیے پیسوں کی بھی ضرورت تھی لیکن ایک خطرناک آدمی سے پیسے لینا کہیں سچ میں ہی کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دیتا۔۔۔ ل

"لیکن یار میں اتنے پیسے واپس کیسے کروں گا؟"

سمیر نے پریشانی سے جارج کا گلابی چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یار ٹینشن کیوں لیتے ہو میں ہوں ناں تم جتنے پیسے جوڑ سکو گے جوڑ لینا باقی پیسے میں تمہیں دے دوں گا کیونکہ فحاح میرے پاس پیسے نہیں لیکن اگلے مہینے تک ہوں گے۔"

سمیر نے کچھ دیر سوچا پھر طائرانہ نظروں سے جارج کو دیکھا۔

"لیکن تم یہ سب کیوں کر رہے ہو جارج بدلے میں میں کیا کروں تمہارے لیے؟"

سمیر کے سوال پر جارج مسکرا دیا۔ پارسا کا معصوم چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے آیا۔

"یہ میں تمہیں وقت آنے پر بتاؤں گا۔"

سمیر نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے مین پھر میں اسے کال کر کے پوچھتا ہوں۔۔۔۔"

جارج نے اتنا کہہ کر اپنا موبائل فون نکالا اور اس آدمی کو کال کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد بات کر کے جارج نے مسکراتے ہوئے سمیر کو دیکھا۔

"اچھی خبر ہے وہ ہم سے ابھی اپنے کلب میں ملنے کو تیار ہے۔۔۔"

سمیر نے ابھی کاسن کر گھڑی کی طرف دیکھا جہاں رات کے دس بج رہے تھے۔ ایک پل کو اسے خیال آیا کہ پاس گھر میں اکیلی تھی لیکن پھر اس خیال کو جھٹکتا وہ جارج کے ساتھ اس آدمی کے پاس چلا گیا۔ جو ایک کافی بڑے کلب کا آئر تھا۔ ایڈی ایک کافی بھاری بھر کم آدمی تھا جس کا تقریباً پورا وجود ٹیٹو سے بھرا ہوا تھا۔

"ہاں بولو بچے کتنے پیسوں کی ضرورت ہے تمہیں؟"

ایڈی نے سمیر کو سر سے لے کر پیروں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"دس ہزار ڈالر زکی۔۔۔۔"

ایڈی نے مسکراتے ہوئے وہ پیسہ نکال کر سمیر کی جانب بڑھایا۔

"تم یہ پیسے رکھ سکتے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا یہ پیسہ ڈیمن کی ملکیت ہے تمہیں مقررہ وقت پر کسی بھی حال میں واپس کرنے ہوں گے۔۔۔۔"

ڈیمن کا نام سن کر سمیر نے گھبرا کر جارج کو دیکھا تھا۔ ویگاس میں رہتے ہوئے اتنا تو سمیر بھی جانتا تھا کہ ڈیمن مورٹی مافیا باس تھا جو پورے لاس ویگاس میں ہر بر اکام کروا رہا تھا لیکن پھر بھی پولیس اسے پکڑنے میں ناکام تھی۔ کیونکہ نہ تو ڈیمن کے خلاف کوئی ثبوت تھا اور نہ ہی گواہ اور اتنے امیر آدمی پر ہاتھ ڈالنا بھی کہاں آسان تھا۔

سمیر مافیا کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا لیکن اسے اپنا کے سامنے اپنی انا کو بچانا تھا اس لیے اس نے وہ پیسے پکڑ کر ایڈی کو دیکھا۔

"میں اگلے مہینے تک یہ پیسے واپس کر دوں گا۔۔۔۔"

سمیر کی بات پر ایڈی نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے جانے کا کہا۔ سمیر نے حیرت سے ایڈی کو دیکھا۔

"آپ نے ثبوت کے لیے کوئی کاغذی کاروائی نہیں کرنی کیا؟"

سمیر کے سوال پر ایڈی ہنس دیا۔

"فکر مت کرو بچے تم ڈیمین کا پیسہ کھا کر جہنم میں بھی نہیں چھپ سکتے ہم یہ پیسہ وصول کر ہی لیں گے۔۔۔ جاؤ اور مزے کرو۔۔۔"

ایڈی کی بات پر سمیر نے اپنا تھوک نگلا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا لیکن پھر بھی ان پیسوں کو لے کر چلا گیا کیونکہ اسے اپنی جھوٹی انا کو جو قائم رکھنا تھا۔



پار سا کو یہاں رہتے ایک مہینے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا اور اب اس نے سمیر کو اسکے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ بس اسکے کام کرتی تھی اور جاب کر کے پیسے اسے دے دیتی اسکے علاوہ اس نے سمیر سے کبھی کوئی بات نہیں کی تھی۔

اتنا تو وہ بھی سمجھ چکی تھی کہ جتنا وہ سمیر کے پیچھے گھومے گی سمیر اسے اتنا ہی ذلیل کرے گا اس لیے اس نے سوچا کہ وہ خاموش رہتے ہوئے اپنے ہر عمل سے سمیر کو اپنی اتنی عادت ڈال دے گی کہ اسے اسکی قدر آجائے۔

اور شاید وہ اپنے منصوبے میں کامیاب بھی ہو رہی تھی کیونکہ سمیر جو اسے بلانا بھی پسند نہیں کرتا تھا اب اپنا ہر کام اسی کو کہتا تھا۔

"اہم اہم کہاں دھیان ہے مس؟"

جولی کی آواز پر پارسا اپنی سوچوں کے بھنور سے باہر آئی اور مسکرا کر جولی کو دیکھا۔ اتنے عرصے میں اسکی سب زیادہ دوستی جولی سے ہی تھی۔

"کہیں نہیں بس یو نہی۔۔۔۔"

پارسانے آہستہ سے کہا۔

"نہیں بے بی کوئی بات تو تمہیں پریشان کر رہی ہے جو تم بتا نہیں رہی شئیر کر لو گی تو اچھا لگے گا تمہیں۔۔۔۔۔"

جولی کی بات پر پارسا کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر گہرا سانس لے کر آہستہ سے بولی۔

"میں نے تمہیں اپنے کزن کے بارے میں بتایا تھا ناں جو میرا ہزنڈ ہے۔۔۔۔۔"

جولی نے ہاں میں سر ہلایا۔ پارسانے صرف جولی کو ہی یہ سچائی بتائی تھی کہ سمیرا اسکا کزن ہونے کے ساتھ ساتھ اسکا شوہر بھی تھا۔

"وہ چاہتے ہیں کہ میں زیادہ پیسے کماؤں لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔۔۔۔۔"

پارسا کی بات پر جولی کے ماتھے پر بل آئے۔

"دو تھپڑ لگاؤ اس گھٹیا شخص کے منہ پر اور کہو زیادہ پیسے چاہیں تو خود کمائے۔"

جولی کی بات پر پارسا ہنس دی۔

"نہیں پارس میں سیریس ہوں تمہیں اسکا ظلم برداشت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں زیادہ تو تم مجھے اسکے بارے میں بتاتی نہیں لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ شخص بہت ہی خود غرض ہے اور تم جیسی لڑکی کے قابل نہیں۔"

جولی کی بات پر ایک گھائل مسکراہٹ پارسا کے لبوں پر آئی۔

"میں ظلم برداشت نہیں کر رہی جولی کیونکہ ظلم برداشت کرنا گناہ ہے۔ میں بس اپنا گھر بچانے کی کوشش کر رہی ہوں کیونکہ میں اپنے ماموں کا مان نہیں توڑ سکتی اپنے گھر والوں کے سامنے انکا سر جھکتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔"

پارسا کی بات پر جولی مسکرائی اور نرمی سے پارسا کے گال کو چھوا۔

"یو آر جسٹ ٹو سویٹ فار دس ورلڈ۔۔۔"

اچانک ہی جولی کی نظر میز پر بیٹھے ایک آدمی پر پڑی جو اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"تم لکی ہو بے بی ایٹ لیسٹ اپنے آپ کو ان گندی نظروں سے تو بچا رہی ہونا اس سے بڑھ کر کیا ہو
گا۔۔۔۔۔"

جولی نے اپنے چھوٹے سے سکرٹ کو کھینچ کر لمبا کرتے ہوئے نفرت سے کہا۔ پھر پارسا کی طرف مسکرا کر مڑی۔

"ویسے ایک مہینے میں انگلش کافی اچھی ہو گئی ہے تمہاری۔۔۔۔۔"

پارسا اسکی بات پر ہنس دی اور خالی میز سے برتن اٹھانے کا کام کرنے لگی۔

"ہیے تم یہاں آؤ۔۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے نگاہیں اٹھا کر ایک لڑکے کو دیکھا جو اسے اپنی جانب بلارہا تھا۔ پارسا کو لگا کہ اس نے پہلے بھی اسے کہیں دیکھا تھا پھر سے یاد آیا کہ وہ سمیر کا وہی دوست تھا جس نے اسے یہاں نوکری دلوائی تھی۔

"یس سر؟"

پارسانے اس کے پاس جا کر نظریں جھکا کر پوچھا۔

"ایک ڈرنک لے کر آؤ میرے لیے۔۔۔"

پارس نے بے بسی سے جولی کو دیکھا جو کسی اور کسٹمر کو ہینڈل کر رہی تھی۔ آرڈر لینا پارسا کا کام نہیں تھا۔

"او کے سر میں بھجواتی ہوں۔۔۔"

"نو نو بے بی بھجواؤ نہیں تم خود لے کر آؤ۔۔۔"

جارج کا ایسے بات کرنا پارسا کو ناگوار گزرا لیکن وہ کیا کرتی یہ اس کا کام تھا۔ اس نے بار پر موجود آدمی سے ڈرنک لی اور اس لڑکے کی جانب چل دی۔

"آپکی ڈرنک سر۔۔۔۔"

پارسا نے گھبراتے ہوئے کہا تو اس نے ڈرنک پکڑی اور اپنے سامنے میز پر رکھ دی۔ پارسا جانے کے لیے مڑی تو اس نے پارسا کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچ کر ساتھ موجود کرسی پر بیٹھا دیا۔

"یہاں بیٹھو میرے پاس۔۔۔۔"

اسکی بات پر پارسا فوراً انکار میں سر ہلانے لگی۔

"نن۔۔۔۔ نہیں سر مجھے بہت کام ہے۔۔۔۔"

"ہاں دیکھا ہے میں نے کیا کام ہے میز ہی صاف کرنے ہیں۔۔۔۔ لیکن اگر میرے پاس بیٹھ کر مجھے تھوڑا خوش کر دوں گی تو میں تمہیں کافی کچھ دے سکتا ہوں۔۔۔۔"

جارج نے سوڈا لرنوٹ پارسا کے سامنے کرتے ہوئے کہا جبکہ اسکی اتنی گھٹیا بات پر پارسا کی پلکیں نم ہو گئیں اور وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"اف کتنی پیاری ہو تم پتہ نہیں سیم کو کیوں نہیں دیکھتا یہ کہ تم یہاں موجود ہر لڑکی سے ہٹ کر ہو، سب سے پیاری سب سے معصوم۔۔۔۔"

پارسا اب باقاعدہ جہد و جہد کر رہی تھی لیکن جارج نے اسکا ہاتھ بہت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"لیکن فکر مت کرو میں تمہیں وہ سب دے سکتا ہوں جو تمہارے شوہر نے تمہارے قریب ہوتے ہوئے تمہیں نہیں دیا۔۔۔۔"

اسکی بات پر پارسا نے چیخ مارنے کے لیے اپنا منہ کھولا لیکن اس سے پہلے ہی ایک ہاتھ جارج کی گردن کے گرد لپٹ چکا تھا جس نے جارج کے وجود کو کسی چیز کی طرح زور سے زمین پر پھینکا۔

پارسا حیرت سے اپنی نم آنکھیں کھولے ڈیمن کو دیکھ رہی تھی جسکی نیلی آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں اور رگیں یوں تنی ہوئی تھیں جیسے ابھی پھٹ ہی جائیں گی۔ جبکہ جارج اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھ کر زمین پر پڑا خوف سے کانپ رہا تھا۔

"زوئی زوئی۔۔۔۔"

ڈیمن کے چلانے پر مامازوئی بھاگ کر وہاں آئیں۔

"کیا ہوا ڈیمن؟"

"پارس کو لے کر جاؤں یہاں سے اسی وقت۔۔۔۔"

مامازوئی نے بھی ڈیمن کا غصہ دیکھتے ہوئے پارسا کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ اپنے آفس میں لے جا کر دروازہ بند کر دیا۔

پارسا کے نظروں سے او جھل ہوتے ہی ڈیمن آگے بڑھا اور جارج کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

"تو نے اسے چھوا۔۔۔۔ اس کے پاکیزہ وجود کو اپنے ان غلیظ ہاتھوں سے کیسے چھوا تو نے تیرے یہ گندے ہاتھ تھے اس قابل۔۔۔۔؟"

"ڈڈ۔۔۔۔ ڈیمن آئی ایم سوری مجھے۔۔۔۔"

ابھی بات جارح کے منہ میں ہی تھی جب ڈیمن نے جھٹکے سے جارح کا ہاتھ توڑ دیا۔ اسکی چیخ پورے ہال میں گونجی اور وہاں بیٹھا ہر شخص حیرت سے ڈیمن کو دیکھ رہا تھا۔

"اس پاکیزہ وجود کو چھونا تیری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔۔ جس کی سزا ڈیمن تجھے تیری آخری سانس تک دے گا۔۔۔"

ڈیمن اسکا چہرہ اپنی مٹھی میں جکڑ کر غرایا اور اسے جھٹکے سے چھوڑ کر اپنے آدمی کی جانب مڑا۔

"لے جاؤ اسے۔۔۔ روم نمبر 23۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا۔ صرف وہ اور اس کے آدمی ہیں جانتے تھے کہ روم نمبر 23 کیسا جہنم تھا۔ ڈیمن کا آدمی فوراً سسکتے ہوئے جارح کو وہاں سے لے گیا۔

ڈیمن بار کے پاس موجود کرسی پر بیٹھا اور یکے بعد دیگرے شراب کے گلاس گلے میں انڈیل کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسکی بیلا کا وہ پاکیزہ وجود جسے ڈیمن بھی اپنے گندے ہاتھوں سے چھو کر ناپاک نہیں کرنا چاہتا تھا اسے جارح نے چھو کر بہت بڑی غلطی کر دی تھی۔

"ہائے ڈیمن۔۔۔"

اپنے پاس سے لوکا کی آواز سن کر ڈیمن نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"اکیلا چھوڑ دو اس وقت مجھے لوکا۔۔۔۔"

ڈیمن غصے سے غرایا۔

"اب پتہ چلا مجھے ڈیمن کہ روز اس وقت تم کہاں جاتے ہو؟ ویسے اس کلب کے علاوہ تمہارے اور بھی بہت سے کیسینو، ہوٹل اور کلبز ہیں پھر یہاں کیا ایسا خاص ہے کہ تم روزانہ ہی یہاں آتے ہو؟"

ڈیمن نے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو اتنی زور سے جکڑا کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہی ٹوٹ گیا۔

"اپنی اوقات میں رہو لو کامت بھولو کہ تم کس سے سوال کر رہے ہو۔۔۔۔"

لوکا نے مسکرا کر اپنے بچپن کے دوست کو دیکھا۔

"میں اپنے دوست ڈیمین سے بات کر رہا ہوں جسے لگا کہ اس کے دوست کو پتہ نہیں چلے گا کہ وہ اپنے ہی کلب کے کونے میں بیٹھا ایک لڑکی کو دیکھتا رہتا ہے۔ یاروز ہی اس لڑکی سے چھپ کر اسکے ساتھ میٹرو میں اسکے گھر تک جاتا ہے اور اسکے صحیح سلامت گھر میں پہنچنے کے بعد واپس سے اپنی دنیا میں آکر وہ ڈیمین بن جاتا ہے جس سے پوری دنیا ڈرتی ہے۔۔۔۔۔"

لوکا کی بات پر ڈیمین کے ماتھے پر بل آئے۔ اپنی آخری ملاقات کے بعد وہ پارسا کے سامنے پھر کبھی نہیں گیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کا سحر اس پر مزید طاری ہو جائے مگر پھر بھی اس سے چھپ چھپا کر ہر پل اسے اپنی نظروں کے سائے میں رکھتا تھا کیونکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے بالکل جیسا کہ آج ہوا تھا۔

"کیا وہ لڑکی تمہیں اچھی لگتی ہے ڈیمین؟"

لوکا نے ایک شراب کا گلاس پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمین کی بات پر لوکا مسکرا دیا۔

"پھر اچھی بات ہے کہ جیسا میں سوچ رہا ہوں ویسا کچھ بھی نہیں کیونکہ میرے خیال سے وہ لڑکی مسلمان ہے اور کچھ بھی ہو جائے مسلمان لڑکیاں بس ایک مسلمان کو ہی اپنا ساتھی بناتی ہیں اور تم میرے دوست ٹھہرے پکے ایٹھیسٹ۔۔۔"

ڈیمین نے لوکا کو گھور کر دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اگر وہ مجھے اچھی لگتی تو مجھے اس سب سے فرق پڑتا؟ جو ڈیمین کو پسند آجائے پھر وہ چاہے یا نہ چاہے اسے ڈیمین کا ہی ہونا ہے لیکن میں اس لڑکی کے لیے کوئی جز بات نہیں رکھتا کیونکہ تمہاری طرح میں نے بھی بہت پہلے ہی محبت کرنا چھوڑ دیا تھا لوکا۔۔۔ اب ہم دونوں بس نفرت ہی کر سکتے ہیں۔۔۔"

ڈیمین اپنی بات سے لوکا کو بہت کچھ یاد کرتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا لیکن اب تیرہ سال پہلے کا ہر واقعہ یاد کر کے لوکا بھی اپنی مٹھیاں کرب سے بھیجنے چکا تھا۔



پارسا ابھی بھی سکتے کے عالم میں تھی۔ خوف سے اس کا روم روم کانپ رہا تھا۔ جولی نے پریشانی سے پانی کا ایک گلاس ماما زوئی کو پکڑا یا جو انہوں نے پارسا کے ہونٹوں سے لگایا تھا۔

"میرا بچہ فکر مت کرو سب ٹھیک ہے۔۔۔"

ماما زوئی نے پارسا کی کمر سے سہلاتے ہوئے کہا۔ تو اس نے نم آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"مم۔۔۔ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔"

ماما زوئی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"پہلے تم تھوڑا سا ریلیکس کرو پھر میں اور جولی خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آئیں گے۔"

ماما زوئی پارسا کو تسلی دی لیکن گھر سے مراد پارسا کا وہ گھر نہیں بلکہ اپنا ملک تھا، وہ پھر سے اپنے ماموں کی محبت بھری آغوش میں جانا چاہتی تھی جہاں اسے لگتا تھا کہ دنیا اتنی تلخ نہیں۔

"آہ مائے بی۔۔۔"

پارسا کو پھوٹ پھوٹ کر روتا دیکھ ماما زوئی نے اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے اور اپنے گلے سے لگالیا۔ اتنے عرصے میں یہ پارسا بھی سمجھ چکی تھی کہ وہ سیاہ فام عورت جتنی سخت بنتی تھی اتنی تھی نہیں۔

پارسانے گھر اسانس لے کر خود کو نارمل کیا تو اسے ڈیمین کی غصے سے بھری وہ آنکھیں یاد آئیں۔

"ماما زوئی سر بہت غصے میں تھے انہوں نے اسے مارا تو نہیں ناں؟"

مارا؟ جو ڈیمین نے اس کے ساتھ کرنا تھا اس کے لیے مارنا بہت چھوٹا لفظ تھا۔

"نہیں بس اسے یہاں سے بھگادیا اب وہ تمہیں پھر کبھی پریشان نہیں کر سکے گا۔"

پارسانے سکھ کا سانس لیا اور ان کی جانب مڑی۔

"پلیز کیا میں اپنے گھر چلی جاؤں؟"

ماما زوئی نے اثبات میں سر ہلایا اور جولی کو پارسا کو لانے کا کہہ کر اپنی گاڑی نکالنے چلیں گئیں۔ وہ دونوں خود پارس اس کے گھر چھوڑنے آئی تھیں۔

"آپ دونوں پہلی مرتبہ میرے گھر آئی ہیں، میرے ساتھ اندر تک تو چلیں۔۔۔۔"

پارسا کی محبت دیکھ کر وہ دونوں مسکرا دیں۔

"نہیں بے بی تم گھر جا کر آرام کرو ابھی ہم پھر کبھی آئیں گے۔۔۔"

ماما زوئی نے مسکرا کر کہا اور جولی کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔ گھر آنے کے بعد بھی پارسا اس شخص کی گھٹیا باتوں کو یاد کر کے رونے لگی تھی۔

"آج سمیر گھر آئیں گے تو میں انہیں بتا دوں گی کہ انکا دوست کتنا زیادہ برا ہے۔۔۔"

پارسا نے خود سے ہی وعدہ کیا اور وہیں صوفے پر لیٹ کر سمیر کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن سمیر رات تک واپس نہیں آیا تو تھکاوٹ اور پریشانی سے بے حال پارسا کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی اسکا اندازہ اس سے بھی نہیں ہوا۔



ریمو ایک کلب میں شان سے بیٹھا مسکراتے ہوئے اس خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اسکے سامنے نیم برہنہ حالت میں ڈانس کر رہی تھی۔

"ہا ہا ہا اس سے بہتر تو میں ناچ لوں کیا لو بھائے گی یہ آدمیوں کو غائب کروا سے یہاں سے۔"

ریمونے ٹیٹو اور انگو ٹھیوں سے بھرا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ تبھی ایک آدمی اسکے پاس آیا۔

"باس کرس کا فون آیا ہے وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔۔۔"

"کون کرس؟"

اپنے آدمی کی بات پر ریمونے مہنگے سگار کا ایک کش لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہی کرس باس جیسے ہم نے ڈیمین کی جاسوسی پر لگایا تھا۔"

ریمونے دلچسپی سے اپنے آدمی کو دیکھا اور موبائل لینے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ہاں بولو۔۔۔"

ریمونے فون کان سے لگا کر سگار کا ایک اور کش لیتے ہوئے کہا۔

"باس آپ کے لیے بہت اچھی خبر ہے مجھے ڈیمن کی کمزوری مل گئی ہے۔۔۔۔"

ریمو کی آنکھوں میں ایک چمک سی آئی اور اسکے ہونٹ مسکرا دیے۔

"کیا ہے وہ کمزوری؟"

"ایک لڑکی۔۔۔۔"

کرس کی بات پر ریمو قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"ہا ہا ہا ناممکن ڈیمن کو پھنسانے کے لئے بہت سی لڑکیوں کو بھیجا میں نے مگر تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ڈیمن نے انہیں کیسی موت مارا۔۔۔۔ کوئی لڑکی اسکے دل پر قبضہ نہیں کر سکتی کیونکہ ڈیمن کے پاس دل ہے ہی نہیں۔۔۔۔"

ریمو نے اتنا کہہ کر فون بند کرنا چاہا۔ وہ ڈیمن کو بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اس دنیا میں کوئی ایسی لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی جو ڈیمن کے لیے اہم ہو۔

"ڈیمن نے ایک لڑکے کا ہاتھ صرف اس لڑکی کو چھونے کی وجہ سے سب کے سامنے توڑ دیا۔۔۔"

کرس کی بات پر ریمو کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"اور یہی نہیں باس وہ ہر روز اپنے کلب میں گھنٹوں بیٹھ کر اس لڑکی کو دیکھتا رہتا ہے کیا آپ ابھی بھی یہی کہیں گے کہ وہ ڈیمن کے لیے اہم نہیں؟"

ریمو نے کرس کی بات پر غور کیا پھر کچھ دیر سوچ کر بولا۔

"اٹھالاؤ پھر اس لڑکی کو دیکھتے ہیں کہ ڈیمن اسے کتنا چاہتا ہے۔۔۔۔"

"کل ہی باس،،، کل ہی وہ شکاگو آپ کے قدموں میں ہوگی۔۔۔۔"

کرس نے بھرپور کانفیڈینس سے کہا تو ریمو فون بند کر کے ہنس دیا۔

"دیکھتے ہیں ڈیمن مور بیٹی کہ کس پری کو تم نے اپنی کمزوری بنایا ہے۔۔۔۔ ہا ہا ہا بہت مزہ آئے گا اسے اپنے

آدمیوں سے نوچوانے کا بلکل جیسے میرے باپ اور بھائیوں نے تمہاری بہن کو۔۔۔۔ ہا ہا ہا"

ریبونی خبشت سے ہنستے ہوئے کہا اب اسے بس کل کا انتظار کرنا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ کرس کی بات میں کتنی سچائی تھی۔ کیا سچ میں کوئی لڑکی ڈیمین کے سیاہ قلب پر قابض ہو چکی تھی۔



پارسا کی آنکھ صبح ہونے والی کھٹ پٹ پر کھلی تو اسے دو باتوں کا انکشاف ہوا، ایک یہ کہ وہ فجر کے وقت بھی سوتی رہی تھی اور دوسری اسکا سر اس وقت درد سے پھٹ رہا تھا۔

اس نے اٹھ کر مندی مندی سی آنکھیں کھولتے ہوئے سمیر کو دیکھا جو شاید ابھی گھر آیا تھا۔

"سمیر آپ اس وقت آئے ہیں؟"

پارسا نے ٹھیک سے دوپٹہ اوڑھتے ہوئے سمیر کو دیکھا۔

"ہاں میں بڑی تھا کہ کافی اس لئے نہیں آسکا بلکہ ابھی تھوڑی دیر تک پھر سے جانا ہے مجھے کہیں۔۔۔۔"

سمیر کافی زیادہ پریشان دیکھائی دے رہا تھا پھر بھی کل کا واقعہ یاد آنے پر پارسا نے پریشانی سے سمیر کی جانب دیکھا۔

"مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے سمیر وہ آپ کا۔۔۔"

"بعد میں بتا دینا ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے اور ویسے بھی تم ہی دیر نہیں ہو رہی کیا جاب پر نہیں جانا تم نے؟"

پارسانے افسردگی سے اپنے شوہر کو دیکھا جس کے پاس ایک بات سننے کا بھی وقت نہیں تھا۔

"سمیر لیکن بہت ضروری بات ہے، آپ کا وہ دو۔۔۔"

"تمہیں سمجھ نہیں آ رہا کیا کہہ رہا ہوں میں کہ وقت نہیں ہے ابھی ہمارے پاس بات کرنے کا تم بھی اٹھ کر جاب پر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ خاموشی سے۔۔۔"

پارسانے سر جھکا کر گلے میں بندھے آنسو کے پھندے کو روکنے لگی۔

"مم۔۔۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے آج میں نہیں جاؤں گی۔۔۔"

اس بات پر سمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیوں کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"پتہ نہیں بس سر بہت دکھ رہا ہے۔۔۔۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی پارسا کی آواز میں نمی اتر آئی۔ سمیر نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔ اگر وہ چھٹی کر لیتی تو اس کا مطلب تھا کہ اس کی ایک دن کی سیلری کاٹ لی جاتی اور سمیر کو تو ابھی پیسے پیسے کی ضرورت تھی۔

ویسے بھی وہ حد سے زیادہ پریشان تھا کیوں کہ جارج نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ قرض اتارنے میں اس کی مدد کرے گا لیکن کل سے وہ کہیں مل ہی نہیں رہا تھا اور ایڈی کئی مرتبہ سمیر کو پیسوں کے لیے فون کر چکا تھا۔

"ننن۔۔۔۔ نہیں تم جاب پر جاؤ سر درد سے کچھ نہیں ہوتا کوئی اتنی بڑی بات نہیں خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔"

پارسانے بے یقینی سے دیکھا۔ کیا اس شخص کو اس کی رتی بھر بھی پروا نہیں تھی۔

"میں کل چلی جاؤں گی پلینز آج سچ میں میری طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔۔"

"تمہیں ایک بار میں سمجھ نہیں آتا پارس کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اٹھو فوراً تیار ہو تم جانے کے لیے، مرنہیں جاؤ گی
تم وہاں جا کر۔۔۔۔"

پارسا جو سر جھکائے اپنی بات کہہ رہی تھی سمیر کے یوں چلانے پر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ پھر ہاں میں سر ہلا کر
اٹھی اور تیار ہونے چلی گئی۔ آج اسے اپنا آپ کس قدر بے وقعت لگ رہا تھا اسکا اندازہ صرف اسی کو تھا۔

سمیر نے اسے کلب چھوڑا اور خود پھر سے جارج کا پتہ کرنے چلا گیا۔ اگر اس وقت جارج اسے نہ ملتا تو وہ بہت بڑی
مصیبت میں پھنسنے والا تھا۔



"کیا ہوا بے بی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟"

جولی نے پارسا کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا جو کوئی تیسری دفع چکراتے سر کی وجہ سے گرتے گرتے بچی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔"

پارسا نے آہستہ سے کہا اور ٹیبلز صاف کرنے لگی۔

"تمہیں آج آرام کرنا چاہیے تھا آج نہ آتی تم۔۔۔"

پارسانے اپنا سرافسردگی سے جھکا لیا۔ پھر اسکی نظر کلاک پر پڑی جہاں ظہر کا وقت ہو رہا تھا۔

"میں نماز پڑھ کر آتی ہوں۔۔۔"

پارسانے نرمی سے کہا اور مامازوئی کے آفس کی طرف چلی گئی۔ مامازوئی نے نہ صرف اسے اپنے آفس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی بلکہ وہ اسے دن میں تین وقت کا بریک بھی دے رہی تھیں۔

پارسانے اپنے ساتھ لایا جائے نماز بچھا کر نماز ادا کی لیکن جب بعد میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اسے اندازہ ہوا کہ آج اس کے پاس مانگنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ جو ہر دعا کے بعد سمیر کا ساتھ مانگی تھی، اس کا پیار مانگتی تھی آج اس کا دل ہی وہ پیار مانگنے کو نہیں کر رہا تھا۔ دو آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر اپنی ہتھیلیوں پر گرے۔

"اے میرے اللہ میرے لیے وہ کر جو تو بہتر سمجھتا ہے بے شک تو وہی کرے گا جو میرے لیے سب سے بہتر ہو۔۔۔۔"

پارسانے آنکھیں بند کر کے دعا مانگی اور پھر چہرے پر ہاتھ پھیر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جائے نماز واپس اپنے بیگ میں رکھ کر وہ مڑی تو نظر ماما زوئی پر پڑی جو دروازے میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کب آئیں؟"

"تب جب تم اپنے خدا سے باتیں کرنے میں اتنی مصروف تھی کہ تمہیں ارد گرد کا ہوش ہی نہیں تھا۔"

ماما زوئی نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ کر پارسا کا چہرہ نرمی سے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"تم اس دنیا کے لیے بہت معصوم ہو، بہت پاکیزہ ہو، خداوند ہمیشہ تمہاری حفاظت کرے۔۔۔۔"

ماما زوئی کو بے ساختہ اس معصوم لڑکی پر رحم آیا جو ایک درندے کا جنون بن بیٹھی تھی۔

"ماما زوئی آپ سے کچھ پوچھوں؟"

مامازوئی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"وہ لڑکی کون ہے؟"

پارسانے میز پر پڑی ایک سیاہ فام لڑکی کی تصویر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ جب سے پارسا یہاں کام کر رہی تھی تب سے اس نے وہ تصویر اسی میز پر پڑی دیکھی تھی۔

"وہ میری بیٹی تھی ایما۔۔۔"

"تھی؟"

پارسا کے سوال پر مامازوئی کی آنکھوں میں غم اتر ا۔

"سولہ سال کی تھی وہ جب اسکے سکول کے ایک سفید بچے نے اسے خود کو چھونے کی وجہ سے گولی مار دی۔۔۔"

مامازوئی کی بات پر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اس نے کہا کہ میری بیٹی نے اسے اپنے گندے ہاتھوں سے چھوا تھا،،،"

مامازوئی نے اپنے سیاہ ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے تلخ مسکان کے ساتھ کہا۔

"ہمارا رنگ اس سفید لڑکے کو گندا لگا، حالانکہ جس خدا نے انہیں سفید بنایا ہے اسی نے ہمیں کالا بنایا ہے اور یہ صرف ایک رنگ ہے اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ صاف ہیں اور ہم گندے۔۔۔۔"

مامازوئی کی بات پر پارسا کی پلکیں نم ہو گئیں۔ ہاں انکے معاشرے میں بھی تو ایسا ہی ہو رہا تھا، سیاہ لوگوں کو کوئی گولی تو نہیں مارتا تھا لیکن باتوں سے ہی انکی زندگی موت سے بدتر بنائی جاتی تھی،

سیاہ لڑکیوں کے رشتے نہ ہونا انہیں کریم لگا کر گورا ہونے پر مجبور کرنا، گورے کو خوبصورت اور کالے کو کم تر تو پارسا کے معاشرے میں سمجھا جاتا تھا اور سب سے زیادہ افسوس کی بات تو یہ تھی کہ پارسا کا معاشرہ مسلمانوں کا تھا جنہیں یہ سیکھا یا گیا کہ کالے کو گورے یا گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔

"پھر کیا ہوا؟"

پارسانے نم آنکھوں سے پوچھا۔

"میں نے اسے مار دیا۔۔۔ یہاں اسکے گورے وجود میں چھپے سیاہ دل پر گولی چلائی میں نے۔۔۔۔۔"

مامازوئی نے سینے کی جانب اشارہ کر کے کہا جبکہ آنکھوں میں بے پناہ کرب اور دکھ تھا۔

"مجھے پھانسی کی سزا ہوئی، پھر ڈیمین نے مجھے جیل سے نکلوایا اور یہاں اپنے ساتھ لے آیا۔۔۔ لیکن اگر مجھے پھر سے موقع ملے ناں تو اس کو ہزار مرتبہ زندہ کر کے ہزار موت ماروں۔۔۔۔"

مامازوئی نے نفرت سے کہتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے۔ پارس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیا کہے۔ پھر انہیں مسکراتا دیکھ پارسا بھی آنسو پونچھ کر مسکرا دی۔

"ویسے سر سچ میں بہت زیادہ اچھے ہیں وہ سب کی مدد کرتے ہیں۔۔۔۔"

اس بات پر مامازوئی کے چہرے سے مسکان غائب ہو گئی۔ اگر وہ ڈیمین کی سچائی جانتی تو اس کے سائے سے بھی ڈرتی ان کا دل کیا کہ اسے ڈیمین کی ساری سچائی بتا کر یہاں سے بہت دور جانے کا کہیں لیکن وہ اپنی زندگی کو جہنم نہیں بنا سکتی تھیں کیونکہ انکے ایسا کرنے پر ڈیمین یہی کرتا۔

"میں باقی کا کام دیکھ لوں۔"

مامازوئی کو خاموش دیکھ کر پارسانے نرمی سے کہا اور باہر چلی گئی جبکہ مامازوئی ابھی بھی اس کے لیے ڈیمن کے جنون کو لے کر پریشان تھیں اس آگ کے لیے پریشان تھیں جو انہوں نے ڈیمن کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔

"یا خدا اس لڑکی کی حفاظت کرنا ڈیمن کا جنون جان لے لے گا اس معصوم پری کی۔۔۔"



کرس کافی دیر سے کلب کے باہر بیٹھا اس لڑکی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے حجاب والی لڑکی پر کافی عرصہ نظر رکھی تھی وہ روزانہ تنہا میٹرو سے گھر جاتی تھی اور پھر میٹرو سے پیدل اپنے اپارٹمنٹ تک جاتی۔

کرس کو سفید حجاب اور گلابی سوٹ میں لپٹی لڑکی نظر آئی تو مسکرا کر اسکے پیچھے چل دیا۔ میٹرو میں اس سے پیچھے بیٹھ کر مسلسل اسے اپنی نظروں کے دائرے میں رکھا۔

"ریمو خوش ہو کر بہت انعام دے گا مجھے جب ڈیمن کی یہ کمزوری اسکے پاس پہنچے گی۔۔۔"

کرس نے ہاتھ مسلتے ہوئے سوچا اور اپنے آدمی کو میسج کر کے جگہ کا بتایا تاکہ وہ پہلے سے وہاں گاڑی لے کر تیار رہے۔

میٹر وکے رکتے ہی وہ لڑکی اتری تو کرس خاموشی سے اسکے پیچھے چلنے لگا۔ جیسے ہی وہ سنسان جگہ پر آئی تو کرس نے مسکرا کر اپنے آدمی کو دیکھا جو کار کے پاس تیار کھڑا تھا۔

لڑکی کے کار کے پاس پہنچتے ہی کرس نے پیچھے سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخ کور وکا اور ایک انجیکشن اسکے گلے میں لگا دیا۔ کچھ دیر پھڑ پھڑانے کے بعد وہ نازک وجود ساکت ہو گیا تو کرس نے اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا اور اپنے آدمی کو مسکرا کر دیکھا۔

"چل ریمو کو خوش کرتے ہیں تاکہ پھر وہ ہمیں خوش کر دے۔۔۔۔"

اس آدمی نے ہاں میں سر ہلایا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کرس کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ اب انکی منزل شکاگو تھا جہاں ریمو بے صبری سے ڈیمین کی کمزوری کا انتظار کر رہا تھا۔



وہ دونوں اس بے ہوش لڑکی کو لے کر اس سنسان جگہ پر آئے جہاں ایک ہیلی کاپٹر انکا انتظار کر رہا تھا۔

"تورک میں اس لڑکی کو لے کر آتا ہوں۔۔۔۔۔"

کرس نے اپنے ساتھی سے کہا اور اور کار کی پچھلی سیٹ کی جانب جا کر اس لڑکی کو سیدھا کیا۔ لڑکی کے بے ہوش چہرے پر نظر پڑتے ہی کرس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ یہ لڑکی وہ لڑکی تھی ہی نہیں جسے انہوں نے اٹھانا تھا۔

"یہ کون ہے ہم۔۔۔۔۔"

کرس نے اپنے آدمی کی جانب پریشانی سے مڑتے ہوئے کہا ابھی الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے جب ایک گولی سیدھا اس کے ساتھی کے دماغ کے آر پار ہوئی۔

کرس گھبرا کر مڑا تو نظر ڈیمن پر پڑی جو اپنی کار کے بونٹ سے ٹیک لگائے ہاتھ میں پکڑی پستل کو سہارا ہاتھ جبکہ اسکے آدمی بندوقین تھا مے ارد گرد کھڑے تھے۔

"تو غلط لڑکی کو پکڑ لائے تم؟ چیچ کتنے افسوس کی بات ہے ایک کام ٹھیک سے نہیں ہوا تم سے۔۔۔۔۔"

ڈیمن کو قریب آتا دیکھ کر س خوف سے کانپ اٹھا لیکن وہ جاتا بھی کہاں جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔

"وڈ۔۔۔ ڈیمن مجھے معاف کر دو میں تو بس۔۔۔"

"شششش۔۔۔۔"

کر س نے روتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈیمن نے اپنی بندوق اس کے ہونٹوں پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کا کہا۔

"زیادہ مت بولو مجھے زیادہ باتیں سننا اچھا نہیں لگتا بس میرے سوال کا جواب دو۔۔۔ کس کے کہنے پر تم اسے لینے آئے۔۔۔؟"

ڈیمن کی نیلی وحشت زدہ آنکھیں دیکھ کر کر س خوف سے کانپ اٹھا۔ اگر وہ اپنی زبان پر ریمو کا نام لاتا تو اس کی زندگی موت سے بھی بدتر ہوتی اور اگر وہ ڈیمن کے سامنے خاموش رہتا تو اپنا انجام تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"ڈیمن وہ۔۔۔۔"

"نام بتاؤ۔۔۔۔"

ڈیمن نے غراتے ہوئے اپنی بندوق اسکی ٹھوڈی کے نیچے رکھ دی۔

"مم۔۔۔ مار شل۔۔۔۔ شکاگو کا پو مار شل۔۔۔۔"

ڈیمن کے ہونٹوں پر اپنے دشمن کا نام سن کر مسکراہٹ آگئی۔

"معصوم ہے مار شل جو اسے یہ لگا کہ جسکے بارے میں سوچ کر ہی ڈیمن کو سکون ملتا ہے ڈیمن اسے یوں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا کہ کوئی بھی اس پر نظر رکھے۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا پھر وہ مسکراہٹ غائب ہو گئی اور نیلی آنکھوں میں بے گناہ غصہ اتر ا تھا۔

"مم۔۔۔ مجھے معاف کر دو ڈیمن میں تمہیں سب بتا دوں گا میں۔۔۔۔"

وہ بول ہی رہا تھا کہ ڈیمن نے بندوق اسکے سینے پر رکھی اور گولی چلا دی۔

"جو اپنے مالک کا وفادار نہ ہو امیر اکیا ہوگا۔۔۔"

ڈیمین نے اسکے بے جان وجود کو دیکھ کر کہا اور لوکا کے پاس آ کر رکا۔

"مجھے مارشل کی لاش چاہیے لوکا وہ بھی جلد از جلد۔۔۔"

ڈیمین کی بات پر لوکا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"لیکن ڈیمین ان کے کا پو کو مارنا سیدھا سیدھا اعلان جنگ کرنا ہوگا ان سے۔"

"مجھے پروا نہیں، اس نے میری بیلا کو نقصان پہنچانے کا سوچا اسکی سزا صرف موت ہے۔۔۔۔"

ڈیمین نے حتمی فیصلہ سنایا۔

"اگر اتنا ہی چاہتے ہو اسے ڈیمین تو اپنے پاس کیوں نہیں لے آتے اسے۔۔۔؟"

لوکا کے سوال پر ڈیمین کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"میں اس پاکیزہ وجود کے قابل نہیں لوکا لیکن وہ میری ہے، اسے کسی اور کی ہونے بھی نہیں دوں گا باندھ لوں گا خود سے مگر خود بھی نہیں اپناؤں گا۔۔۔۔"

لوکانے ڈیمن کی بات پر حیرت اور نہ سمجھی سے اسے دیکھا۔

"یہ کیسا جنون ہے ڈیمن؟"

ڈیمن کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"دعا کرو یہ جنون یہیں تک رہے لوکا کسی دن زیادہ بڑھ گیا ناں تو اس طرح اسے قید کر لوں گا کہ چاہ کر بھی دور نہیں جا پائے گی وہ۔۔۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ اب وہ لوکا کو کیا بتاتا کہ اس لڑکی کا خیال ہی ڈیمن کو سکون دے دیتا تھا۔ وہ اسے اپنے قریب بھی چاہتا تھا لیکن اپنے گندے ہاتھوں سے چھو کر اسے میلا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر بھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ صرف اس کی ہے کبھی بھی کسی اور کی نہیں ہوگی کبھی بھی نہیں۔



پار سا جورات کام سے واپس آتے ہی سو گئی تھی اب فجر کے بعد سے اپنا ہر کام ختم کر کے سمیر کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی پھر اسے خود بھی تیار ہونا تھا۔ اس نے بے بسی سے گھڑی کو دیکھا آج تو پکالیٹ ہونے والی تھی۔

"سمیر آجائیں ناشتہ کر لیں۔۔۔۔"

پار سانے اسے کمرے سے باہر دیکھا تو کہنے لگی نہ جانے وہ رات کے کون سے پہر گھر آیا تھا۔ سمیر خاموشی سے کھانا کھانے بیٹھ گیا لیکن چہرے پر بہت زیادہ پریشانی تھی۔

"کیا ہوا سمیر سب خیر ہے ناں؟"

پار سانے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"تم کون سا وہ پریشانی دور کر سکتی ہو جو پوچھ رہی ہو؟"

سمیر نے ہاتھ چھڑایا اور خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔

"کوشش تو کر سکتی ہوں آپ بتائیں تو سہی۔۔۔۔"

پارسا سے اسکی پریشانی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ سمیر کے پیچھے نہیں پڑے گی لیکن اسے یوں پریشان بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"میرے سر پر قرض ہے پاس اور اگر میں نے وہ قرض نہیں چکا یا تو۔۔۔۔"

سمیر اپنا سر ہاتھوں میں تھام گیا۔ ہفتہ ہو چلا تھا ایڈی اسے مسلسل جان کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

"کتنا قرض ہے سمیر؟"

"دس ہزار ڈالر۔۔۔۔"

قرض کی رقم سن کر پارسا بھی پریشانی سے اپنے ہاتھوں سے مسلنے لگی۔ ایک بار تو اس نے سوچا کہ وہاب صاحب سے پیسے مانگ لے لیکن وہ جانتی تھی کہ جو پیسے ہیں ان کے پاس ہیں وہ انہوں نے کبریٰ اور ہدی کی شادی کے لئے جوڑے ہیں۔

"تمہیں دیر ہو رہی ہے تیار ہو جاؤ میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔۔"

سمیر کی آواز پر پار سا خیالوں کی دنیا سے باہر آئیں اور ہاں میں سر ہلا کر کپڑے بدلنے چلی گئی۔ سمیر تو اسے کلب چھوڑ کر جا چکا تھا لیکن وہ ابھی بھی کافی پریشان تھی۔

"کیا ہوا پر نس سب ٹھیک ہے ناں؟"

مامازوئی کی آواز پر کب سے میز کی ایک ہی جگہ صاف کرتی پارسانے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ مامازوئی اسے پر نس بلاتی تھیں کیونکہ انہیں پارسانام کافی مشکل لگتا تھا۔

"جی مامازوئی۔۔۔"

مامازوئی نے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے جانے لگیں۔

"مامازوئی۔۔۔"

پارسانے انہیں پکارا اور سر جھکا کر اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"کیا بات ہے پرس جو دل میں ہے کہو۔۔۔۔"

پارسانے تھوک نگلا اور پھر ہمت کرتے ہوئے بولی۔

"کیا آپ مجھے کچھ پیسے ادھار دے سکتی ہیں، آپ مجھے سیلری مت دیجیے گا اس طرح کچھ مہینوں میں آپ کا قرض اتر جائے گا۔۔۔۔"

مامازوئی نے حیرت سے پارسا کو دیکھا جو کافی پریشان نظر آرہی تھی۔

"کتنے پیسے چاہیں؟"

اس سے پہلے کہ مامازوئی اسے کچھ کہتیں اپنے پیچھے سے ڈیمین کی آواز سن کر وہ دونوں ٹھٹھک گئیں۔ مامازوئی ڈیمین کے اشارے پر فوراً وہاں سے چلی گئیں۔

"سروہ۔۔۔۔ دس ہزار ڈالر۔۔۔۔۔"

پارسانے پریشانی سے کہا جیسے کہ کوئی بہت بڑی رقم کی ڈیمانڈ کی ہو جبکہ سامنے موجود شخص کے لیے تو اتنا پیسہ ہاتھوں کی میل تھا۔

"مل جائیں گے اور تمہیں وہ واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔"

ڈیمن نے سنجیدگی سے کہا لیکن پارسانا انکار میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں سر تھینک یو لیکن میں سارے پیسے واپس کروں گی۔۔۔۔"

ڈیمن نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس لڑکی کو گھورا جو اسے انکار کر رہی تھی۔

"تم بات کیوں نہیں مانتی؟"

پارسانے گھبرا کر اسے دیکھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ ڈیمن غصے میں آ کر اسے نوکری سے نکال دے۔

"پلیز سر آپ کا پیسہ دینا مجھے اچھا نہیں لگے گا اس لیے میں یہ پیسے تب ہی لوں گی جب آپ وہ مجھ سے واپس لیں گے۔۔۔۔"

ڈیمین نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"

پارسا ہلکا سا مسکرائی اور اس مسکراہٹ نے ڈیمین کی روح تک کو پرسکون کیا تھا۔

"سنو۔۔۔"

پارسا واپس جانے کے لیے مڑی تو ڈیمین نے اسے پکارا۔

"جی سر؟"

پارسا پھر سے مڑی تو ڈیمین نے ایک نظر اس معصوم چہرے پر ڈالی۔

"کچھ نہیں جاؤ۔۔۔"

پارسا واپس پلٹ کر وہاں سے چلی گئی۔

کاش میں جو ہوں وہ نہ ہوتا تو یہ ضرور جانتا کہ جس کو دیکھ کر اتنا سکون ملتا ہے اسے پانا کیسا ہوگا لیکن میں تمہیں نہیں پاسکتا بیلا، چاہ کر بھی نہیں پاسکتا لیکن میں تمہیں کسی اور کی بھی نہیں ہونے دوں گا، اگر تم نے ہونا چاہا تو پھر اس جنون کو مزید باندھ نہیں پاؤں گا اور یقین جانو بیلا میرا جنون تمہاری سوچ سے زیادہ خطرناک ہے۔

ڈیمن نے اسے ایک ویٹرس سے مسکرا کر باتیں کرتے دیکھ کر سوچا۔ وہ معصوم تو جانتی بھی نہیں تھی کہ وہ کتنی بڑی مصیبت میں پھنس چکی تھی۔



ریمو حیرت سے زمین پر پڑی کرس کی لاش کو دیکھ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے اس کے آدمی کے کر آئے تھے۔ پہلے تو ریمو خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر ایک زوردار ٹانگ اس لاش کے پیٹ میں ماری۔

"نکمے پالے ہیں سب ایک کام ٹھیک سے نہیں ہوتا ان سے۔۔۔۔"

ریمو غصے سے چلایا اور اسکا ہر آدمی، یہاں تک کہ اس کا چچا مارشل بھی سر جھکائے کھڑے تھے۔

"ضرورت سے زیادہ چلاک ہے یہ ڈیمن نہ جانے کیسے وہاں بھیجے ہوئے ہر جاسوس کو پہچان جاتا ہے۔۔۔"

ریمو نے دانت کچکچا کر کہا اور ٹیٹو سے بھرے ہاتھوں کی مٹھیاں بنالیں۔

"کبھی کبھی تو دل کرتا ہے کہ ایک جھٹکے میں مرادوں اسے۔۔۔۔۔ لیکن نہیں اس میں کیا مزہ۔۔۔۔۔"

ریمو کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی جو بہت خوفناک تھی۔

"مزہ تو تب آئے گا جب اسے پل پل تڑپتے دیکھوں گا۔۔۔۔۔ سکون تب ملے گا مجھے۔۔۔۔۔"

ریمو اپنے چچا مارشل کی جانب مڑا۔

"دیکھنا تم چچا بہت جلد اس لڑکی کو یہاں لے کر آؤں گا پھر وہ حال کروں گا اس کا کہ ڈیمن نہ تو جی پائے گا اور نہ ہی مر پائے گا۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا بہت مزہ آئے گا چچا بہت۔۔۔۔۔"

ریمو کے وحشت سے کہنے پر مارشل نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"بہت بڑی غلطی کر دی تم نے ڈیمین ایک لڑکی کو چاہ کر۔۔۔ اففف اس بچاری کا تو انجام سوچ کر ہی مجھے رحم آتا ہے۔۔۔"

ریمنے ادا سے ہاتھ گھماتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا کروں مجھ میں تو رحم ہے ہی نہیں۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر ریمو قہقہے لگا کر ہنسنے لگا اور اس کا ہر آدمی اس کے پاگل پن کے خوف سے سر جھکائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ ڈیمین کا جنون جو بھی لڑکی تھی اس کا انجام واقعی بہت برا ہونے والا تھا۔



پار ساشام کو گھر واپس آئی اور اپنے بیگ میں سے ایک سفید لفافہ نکال کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"بیوی کا بس چلے ناں سمیر تو اپنے شوہر کی پریشانی مٹانے کے لیے دنیا سے لڑ جائے تو آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی؟"

پارسانے مسکراتے ہوئے خود کلامی کی، پھر مسکراتے ہوئے ایک کاغذ پکڑ کر اس پر کچھ لکھا اور اس کاغذ کو پیسوں والے لفافے کے گرد لپیٹ کر سمیر کی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

دیکھیے گا ایک دن میں ثابت کر کے رہوں گی سمیر کہ میں آپ کے اور آپ کی محبت کے قابل ہوں۔۔۔۔

پارسانے مسکراتے ہوئے سوچا اور پھر کھانا بنانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کر کے سمیر کا انتظار کرنے لگی۔ کافی دیر تک سمیر واپس نہیں آیا تو چھوٹے سے اپارٹمنٹ کی گھٹن سے گھبراتی اسکے کمرے کے باہر موجود بالکونی میں آ گئی۔

باہر لاس ویگاس روشنیوں میں ڈوبا کوئی اور ہی دنیا لگ رہا تھا۔ اونچی اونچی روشن عمارتیں اور ہر سو پھیلی رونق پارسا کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ نہ جانے وہ کتنی ہی دیر وہاں کھڑی وہ خوبصورت نظارہ دیکھتی رہی۔ اچانک ہی دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ مسکرا دی۔

"لگتا ہے سمیر آگئے۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی جانب جاتی کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز پر پار سا کے کانوں میں پڑی۔

"سمیر ڈار لنگ کیا غم لگا لیا خود کو جو آج اتنی پی پی لی ہے۔۔۔۔"

ایک لڑکی کی آواز پر پار سا حیران ہو گئی۔ کیا سمیر نے شراب پی تھی وہ بالکونی سے کمرے میں آنے لگی لیکن اسے اس دن آنے والی لڑکی ایسا سمیر کے ساتھ نظر آئی جو لڑکھڑاتے سمیر کو سہارا دے کر کمرے میں لا رہی تھی۔

"تم پاس ہو میری جان تو نشے کی کیا ضرورت تم خود ایک نشا ہو۔۔۔۔"

سمیر کی پر خمار آواز سن کر پار سا کو لگا کہ اسکا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ کئی آنسو اس کی آنکھوں سے جدا ہوئے اور وہ وہیں بالکونی میں واپس چھپ گئی۔

"تم بھی ناں سمیر چلو اب روم آ گیا ہے تمہارا۔۔۔۔"

اینا نے سمیر کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا لیکن سمیر اسے کمر سے کھینچ کر خود ہر گرا چکا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو سیم بے بی تم نے کہا تھا تمہاری کزن کے ہوتے ہوئے ہم یہ سب یہاں نہیں کر سکتے اگر تمہارا کچھ اور موڈ تھا تو ہمیشہ کی طرح میرے گھر آ جاتے۔۔۔۔"

اینا اسکی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کہہ رہی تھی اور پار سا بس بت بنی نم آنکھوں سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"ابھی مجھے کسی کی پرواہ نہیں مجھے بس تم چاہیے ہو اپنا بس تم۔۔۔۔"

سمیر نے اسے اپنے مزید قریب کرتے ہوئے کہا۔

"اففف اتنا چاہتے ہو مجھے۔۔۔۔"

اینانے قریب ہوتے ہوئے ادا سے کہا۔

"جوابات تم میں ہے اینا وہ کسی میں کہاں۔۔۔۔۔ تم نشا ہو میرا۔۔۔۔۔"

سمیر خمار میں اینا سے کہتا جا رہا تھا اور پار سادروازے کے پیچھے چھپی ان دونوں کو ہر حد پار کرتے ہوئے آنسو بہا رہی تھی۔ پھر خود پر باندھا ضبط ٹوٹا تو بالکونی کے فرش پر بیٹھ کر اپنا دوپٹہ منہ میں دے کر اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

آج اسے لگا تھا کہ سب ختم ہو گیا کچھ نہیں بچا تھا اسکے پاس کچھ نہیں۔ جس کے سہارے وہ زندہ تھی آج وہ ہی اسے بے سہارا کر چکا تھا۔ پار سا کو لگا کہ وہ مکمل طور پر برباد ہو چکی تھی آدھی رات تک وہ وہیں بیٹھ کر روتی رہی تھی۔

"کیوں یا اللہ پاک کیوں ہوا ایسا؟ سب ختم ہو گیا آج سب جو آخری امید تھی میری وہ بھی میرا نہ رہا کیا بچا ہے میری زندگی میں یا اللہ پاک کچھ بھی تو نہیں۔۔۔۔۔"

پار سانے روتے ہوئے آسمان کو دیکھ کر شکوہ کیا اور پھر سر جھکا کر آنسو بہانے لگی۔ اتنا سب کچھ برداشت کرنے کے بعد آج پہلی مرتبہ ناامیدی اس پر حاوی ہو رہی تھی۔

’تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔‘

پارسانے کے ذہن میں آیات کا ترجمہ آیا تو اسکے آنسو حلق میں اٹک گئے۔ اس نے آسمان کی جانب نم آنکھوں سے دیکھا۔

’صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔۔۔‘

پارسانے اپنی آنکھیں موند لیں، ہاں وہ صابروں میں سے ہوگی اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہیں۔ یہ سوچ کر پارسانے اپنے آنسو پونچھے اور اٹھ کر کمرے میں آگئی۔ ایک نظر اس نے ایک دوسرے کی باہوں میں سوئے سمیر اور اینا کو دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔



صبح سمیر کی آنکھ کھلی تو پہلی نگاہ اینا پر پڑی جو مسکراتے ہوئے آنسنے کے سامنے کھڑی اپنے سنہرے بال سنوار رہی تھی۔ اسے دیکھ کر سمیر کورات کا گزر ایک پل یاد آیا تو اس کا دل کیا کہ خود کی جان لے لے وہ اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کر سکتا تھا۔

پار سا کے یہاں ہوتے ہوئے اینا کے ساتھ رات گزارنا؟ اب وہ پار سا کو کیسے سنبھالے گا۔ لیکن وہ بھی کیا کرتا
قرض چکانے کی پریشانی اس پر اتنی حاوی ہوئی تھی کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہی شراب پی گیا۔

"گڈ مارنگ بے بی۔۔۔۔"

اینانے اسکے پاس آکر اسے چومتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو گیا اتنے خاموش کیوں ہو؟"

"وہ اینا ہم یہاں میری کزن۔۔۔۔"

سمیر نے بوکھلا کر کہا تو اینا ہنس دی۔

"میں نے تو کل کہا تھا کہ یہاں تمہاری کزن ہے لیکن تم نشے میں ڈوبے میری کوئی بات ہی نہیں سن رہے
تھے۔۔۔۔"

اینانے کندھے اچکا کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"خیر مجھے دیر ہو رہی ہے تو میں چلتی ہوں پھر ملیں گے۔۔۔"

سمیر نے ہاں میں سر ہلایا اور شرٹ پہن کر اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس کی پہلی نظر پار سا پر پڑی جو کچن میں کھڑی پر شکوہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بائے سیم۔۔۔"

اینانے بے باکی سے اسے چوم کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ سمیر دروازہ بند کر کے پار سا کی جانب مڑا جسکی آنکھیں اب نم ہو چکی تھیں۔

"پار سا میری بات سنو۔۔۔"

سمیر نے کچھ کہنا چاہا لیکن پار سا خاموشی سے آگے بڑھی، کمرے کے کونے سے اپنا بیگ پکڑا اور باہر کے دروازے کی جانب چل دی۔ اس کی اس حرکت پر سمیر حیران ہو کر آگے بڑھا۔

"کہاں جا رہی ہو تم؟"

پارسا سے نظر انداز کرتی دروازے کے قریب پہنچی اور اپنا ہاتھ ہینڈل پر رکھا۔ سمیر نے اسکا بازو پکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچا۔

"میں نے کہا کہاں جا رہی ہو تم؟"

سمیر نے سختی سے پوچھا تو پارسانے گھائل نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے چھڑایا۔

"یہ میں بھی نہیں جانتی کیونکہ میری کوئی منزل نہیں ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رکنے والی آپ اس کے ساتھ ہنسی خوشی رہیں یہاں پر۔۔۔۔"

پارسانے اتنا کہہ کر دروازے کو کھولنا چاہا لیکن سمیر نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنی جانب کیا۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ کل جو ہوا اس کے بعد پارسا بہت غصے میں ہوگی لیکن اسے پارسا سے اس جرات کی امید نہیں تھی۔

"کہیں نہیں جا رہی تم سنا تم نے خبردار ایک قدم بھی گھر سے باہر نکالا تو۔۔۔۔"

پارسانے آنسوؤں سے تر آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"کس حق سے روک رہے ہیں آپ مجھے۔۔۔؟"

"شوہر ہوں میں تمہارا۔۔"

سمیر غرایا اور پارسانے حیرت سے اس مرد کو دیکھا جو اس کی محبت اسکی انا کو کچلنے کے بعد اتنی شان سے اس پر اپنا حق جتا رہا تھا۔

"اس کے ساتھ وہ سب کرتے آپ کو یاد نہیں آیا کہ آپ میرے شوہر ہیں۔۔۔؟ بولیں سمیر سمجھا کیا ہے آپ نے مجھے میں کوئی کھلونا تو نہیں جو آپ کے اشاروں پر چلتی رہوں۔۔۔"

پارسانے غصے سے کہا اور سمیر نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔

"اتنا ڈرامہ کیوں کر رہی ہو؟ ایسا کیا ہو گیا ہے؟ بہت سے مرد ہیں جو ایک سے زیادہ شادیاں کر لیتے ہیں اوپر والے نے ہمیں چار شادیوں کا حق دیا ہے اگر تمہارے ساتھ ساتھ ایسا سے بھی شادی کر لوں گا تو یہ کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے سمیر کو دیکھا کیا اس میں غیرت نام کی چیز نہیں تھی؟ کیا مغربی معاشرے میں رہ کر وہ اپنی قدریں ہی بھول چکا تھا۔

"کان کھول کر سن لو پارساتم یہاں سے واپس پاکستان ہی جاؤ گی جو میں تمہیں جلد بھجوادوں گا۔ پھر تم وہاں میرے ماں باپ کے پاس رہ کر انکی خدمت کرو گی اور میں سال کے بعد تمہارے پاس دو مہینے کے لیے آجایا کروں گا۔ ایسے ہی تو رہتی ہیں بہت سی پاکستانی عورتیں جن کے شوہر باہر کے ملکوں میں ہوتے ہیں۔۔۔۔"

پارساتم حیرت سے اسے دیکھتی اس کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔

"ویسے بھی امریکہ جیسے ملک میں گرین کارڈ ہولڈر ہونے کے لیے بہت سے آدمی یہاں کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں ان کی بیویاں اس طرح واویلا تو نہیں کرتیں۔۔۔۔۔ تم بھی یہ تماشا لگانا بند کرو اور شرافت سے کمرے میں جاؤ۔۔۔۔۔"

سمیر نے اسکا بازو چھوڑتے ہوئے کہا تو پارساتم کے عالم سے باہر آئی اور اپنے آنسو پونچھ کر اپنا بیگ پکڑ کر سمیر کو دیکھنے لگی۔

"ایک بات کہوں گی سمیر اس معاشرے میں رہتے ہوئے آپ یہ بھول چکے ہیں کہ غیرت کس چیز کو کہتے ہیں اور میں ایسے شخص کے ساتھ ایک پل نہیں رکنے والی جو زنا کو اپنا حق سمجھتا ہو۔۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر پار سادروازے کی جانب جانے لگی لیکن سمیر نے پھر سے پکڑ کر اسے واپس کھینچ لیا۔

"کہیں نہیں جا رہی تم سنا نہیں تم نے کیا کہا ہے میں نے؟"

پار سادروازے نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"آپ کے پاس مجھے روکنے کا کوئی حق باقی نہیں اور میں یہاں سے جا کر ہی رہوں گی۔۔۔"

سمیر نے غصے سے اپنے دانت کچکچائے اور آگے بڑھ کر پار سادروازے کو بالوں سے پکڑ لیا۔ پار سادروازے سے کراہ اٹھی۔

"حق کی بات کرتی ہو، تمہارے پاس ہونے کے باوجود اپنا حق لیا ہی کہاں ہے میں نے آج تمہیں بتانا ہوں کہ میرا حق کیا ہے۔۔۔۔۔"

سمیر نے اسے جھٹکے سے صوفے پر پھینکا اور آگے بڑھ کر حجاب میں لپٹا دوپٹہ کھینچ کر پار سے دور کر دیا۔ پار سے
نے حیرت سے سمیر کو دیکھا۔ کیا اب اسکا یہی روپ دیکھنا باقی رہ گیا تھا؟

"سمیر۔۔۔۔"

"سوچا تھا تمہیں پاکستان بھجواؤں گا تو وہیں جا کر یہ سب ہو گا ہمارے درمیان لیکن تمہیں لگتا ہے کہ مجھے چھوڑنا
اتنا ہی آسان ہے آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حق کیا ہوتا ہے۔۔۔۔"

سمیر نے اسکا چہرہ اپنی مٹھی میں جکڑ کر کہا اور اسکے ہونٹوں پر جھکنا چاہا لیکن پار سازار و قطار روتے ہوئے اپنا چہرہ
دوسری طرف کر گئی اور سمیر کو خود پر سے ہٹانے لگی۔

"سمیر چھوڑیں مجھے یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

پار سازار روتے ہوئے چلائی تو سمیر نے ایک زوردار تھپڑ اسکے منہ پر مارا۔

"چپ آواز نہ نکلے تمہاری۔۔۔۔ میں تمہیں خود سے باندھ رہا ہوں تاکہ یہاں سے جانے کا خیال بھی نہ آئے
تمہارے اس ذہن میں۔۔۔۔۔"

سمیر نے اسکے نازک وجود پر حاوی ہوتے ہوئے کہا جبکہ پار ساروتے ہوئے خود کو چھڑوانا چاہ رہی تھی۔

"اور تم نے کیا کہا تھا کہ تم میرا کھلونا نہیں تو سن لو بی بی تم میرا کھلونا بن کر ہی رہو گی۔ پاکستان رہ کر میرے ماں باپ کی خدمت کرو گی اور میرے بچے پالو گی۔۔۔ ایسا کو تو بچوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیکن تم ہونا اس کے لیے۔۔۔۔"

سمیر نے خباثت سے کہا اور اسکی نازک گردن پر جھک کر سختی سے اپنے دانت وہاں گاڑ دیے۔ پارسانے روتے ہوئے خود کو چھڑوانا چاہا تو سمیر نے ایک اور تھپڑ اسکے منہ پر مارا اور اسکی قمیض کو کندھے سے پکڑ کر بازو پھاڑ دیا۔ اسے ایک درندہ بننا دیکھ پارسانے چیخنا چاہا لیکن سمیر اسکی چیخ اپنے ہاتھ سے روک گیا۔

"میری ہوتم پارسا سمیر وہاب میری۔۔۔"

سمیر نے اتنا کہہ کر اس پر جھکنے لگا۔ پارسا کو اپنا آپ بہت زیادہ بے بس لگ رہا تھا کیونکہ اس میں سمیر کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔

یا اللہ میری مدد کرنا۔۔

پارسانے دل میں دعا کی اور پورا زور لگا کر سمیر کو دھکادے کر خود سے دور کیا اور روتے ہوئے باہر کے دروازے کی جانب بھاگ گئی۔ سمیر نے ہنستے ہوئے اٹھ کر اسکا دوپٹہ زمین سے پکڑا اور اسکے پیچھے آیا۔

"اسکے بغیر باہر جاؤ گی پارسا۔۔۔ پھر تمہاری پارسائی کا کیا ہو گا؟"

سمیر نے طنز کیا اور آگے بڑھا۔ پارسا سہم کر دروازے سے لگ گئی۔

"اب شرافت سے کمرے میں چلو جان من کیونکہ شوہر کو انکار کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔۔۔"

سمیر نے اسکا دوپٹہ چوم کر کہا اور آگے بڑھنے لگا۔ پارسانے بغیر کچھ سوچے سمجھے دروازہ کھولا۔ وہ اتنا جانتی تھی کہ سامنے موجود شخص اسکا شوہر، اسکے جسم و جان کا مالک نہیں بلکہ کوئی درندہ تھا۔

دروازہ کھول کر پیچھے سمیر کو دیکھتے ہوئے پارسانے باہر بھاگنا چاہا لیکن تھوڑا دور جاتے ہی وہ کسی چٹان کے ماند سینے سے ٹکرائی۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی دو مضبوط ہاتھوں نے اسے بازوؤں سے پکڑا۔

"مم۔۔ مجھے بچالیں۔۔۔"

پارسانے روتے ہوئے نگاہیں اٹھا کر کہا اور حیرت سے دونیلی آنکھوں میں دیکھا جن میں پہلے کافی زیادہ حیرت اتری، پھر اسکی پھٹی ہوئی قمیض اور چہرے پر تھپڑوں کے نشان دیکھ کر ان لال ہوتی نیلی آنکھوں میں جنون بھری وحشت اتری تھی، بہت بہت زیادہ وحشت۔



ڈیمین رگی ہوئی تنوں سے روتی ہوئی پارسا کے چہرے پر تھپڑ کے نشان کو دیکھ رہا تھا جس کی وجہ سے اسکا نازک گال سرخ ہو رہا تھا۔ اسکا دل کر رہا تھا کہ یہ دنیا جلا دے۔ وہ جو اسکے گھر سے باہر سائے کی طرح اسکے ساتھ رہ کر اسکی حفاظت کرتا تھا اس نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ کوئی درندہ اسکے گھر میں بھی تو ہو سکتا ہے۔

"مئیے مسٹر چھوڑو میری وائف کو یہ ہم دونوں کا پرسنل میٹر ہے۔۔۔۔"

سمیر کی آواز پر ڈیمین کا دھیان پارسا پر سے ہٹ کر اس پر گیا جو اسکا دوپٹہ پکڑے کھڑا تھا۔

"ڈیمین سر یہی ہے وہ لڑکا جس نے قرض ادا کرنا ہے۔۔۔۔"

ایڈی جو تب سے پیچھے کھڑا تھا سامنے آ کر کہنے لگا تو سمیر نے ڈیمین کو پر خوف نگاہوں سے دیکھا۔ ڈیمین بس خاموشی سے آگے بڑھا اور اس سے وہ دوپٹہ لے کر پارسا کے سر پر دے کر اچھی طرح سے اس کے گرد لپیٹ دیا۔

وہ اپنے آدمی ایڈی کے بتانے پر یہاں ایک شخص سے قرض وصولی کرنے آیا تھا۔ اتنے معمولی کام وہ خود نہیں کرتا تھا لیکن جب اس نے بلڈنگ کا پتہ سنا تو خود ساتھ آ گیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی بیلا کے ارد گرد کوئی ایسا شخص رہے۔

پارسا ڈیمین کے اسے یوں چھپانے پر سر جھکا کر رونے لگی۔ ڈیمین اس آدمی کی طرف بڑھا جسے وہ یہاں زندہ درگو کرنے والا تھا پھر اسکی بات ذہن میں آئی۔۔۔۔۔ بیوی؟؟؟ ڈیمین نے انگارہ ہوتی آنکھوں سے پارسا کو دیکھا۔

"کیا یہ شخص تمہارا شوہر ہے؟"

ڈیمین کے سختی سے پوچھنے پر پہلے سے ڈری ہوئی پارسا خوف سے اچھل پڑی۔

"بولو بیلا کیا تم اسکی ہو۔۔۔؟"

ڈیمن کی آواز میں کیا کچھ نہیں تھا کرب، حیرت، غصہ جنون۔۔۔ پار سا کے ہاں میں سر ہلانے پر ڈیمن نے زوردار چیخ کے ساتھ ہاتھ کا مکنا کر دیوار میں مارا اور آگے بڑھ کر سمیر کو گردن سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

"تو نے چھو اسے؟ میری بیلا کے پاکیزہ وجود کو چھو تو نے۔۔۔؟"

سمیر کی جان حلق میں اٹک چکی تھی وہ جلدی جلدی انکار میں سر ہلانے لگا۔

"ننن۔۔۔ نہیں ڈیمن جیسا دکھ رہا ہے ویسا کچھ نہیں پہلی بار قریب ہو رہا تھا اس کے اس لیے ڈر گئی تھی مجھ سے
آآ۔۔۔ آج سے پہلے ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔"

سمیر گھبرا کر صفائیاں دینے لگا اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ سامنے موجود شخص اس کو مار کر اس طرح سے غائب کر سکتا تھا کہ اس کا نام و نشان بھی نہ ملے۔

ڈیمن نے دانت کچکا کرا سکی گردن پر اپنا دباؤ بڑھا دیا۔ اپنا دم گٹھنے پر سمیر پھڑپھڑانے لگا۔ چہرہ لال ہو چکا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ مر ہی جائے گا۔ یہ دیکھ کر پار سا آگے بڑھی اور اپنا ہاتھ ڈیمن کے بازو پر رکھ کر انکار میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں سر پلینز نہیں۔۔۔۔"

پار سا کی نم آنکھیں دیکھ کر ڈیمین کی گرفت اسکی گردن سے ڈھیلی پڑھ گئی اور اس نے جھٹکے سے سمیر کو زمین پر پھینکا اور اپنے جوتوں سے اسے بری طرح سے مارنے لگا۔ جب سمیر کی حالت خراب ہونے لگی تو کچھ سوچنے کے بعد ڈیمین اس چھوٹے سے ہال میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنی ایک ٹانگ دوسری پر رکھتے ہوئے سمیر کو قریب آنے کا اشارہ کرنے لگا۔ سمیر کے اٹھ کر قریب آنے پر ڈیمین نے اسے اپنے قدموں میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔

"تو مسٹر تم نے میرے آدمی سے دس ہزار ڈالر قرض لیا تھا جو تم نے کہا تھا ایک مہینے بعد واپس کر دو گے لیکن آج تک وہ پیسے واپس نہیں ملے۔۔۔"

ڈیمین نے اپنے غصے پر ضبط باندھتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

"ج۔۔۔۔ جی سر مم۔۔۔ میں جلد از جلد وہ پیسے واپس کر دوں گا مجھے کچھ وقت۔۔۔"

"وقت۔۔۔۔ ڈیمین اپنا قرض دو ہی صورتوں میں وصول کرتا ہے پیسے سے یا جان سے۔۔۔ تم کیا دو گے مجھے۔۔۔۔"

ڈیمن کے سوال پر سمیر خوف سے کانپ اٹھا اور سر جھکاتے ہوئے رونے لگا۔ ڈیمن نے ایک نگاہ کونے میں کھڑی پارسا کو دیکھا اور فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے ایک پل کے لئے بھی اس درندے کے پاس نہیں رہنے دے گا کچھ بھی ہو جائے۔

ویسے بھی اپنے جس جنون کو اس نے باندھ رکھا تھا وہ اسکا کسی اور کے ہونے کے خیال پر اب قید سے آزاد ہو چکا تھا۔

"ایک اور راستہ ہے تمہارے پاس۔۔۔"

ڈیمن کی آواز پر سمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اپنی بیوی مجھے دے دو اور قرض ادا کرنا بھول جاؤ۔۔۔"

اس بات پر پارسانے سہم کر ڈیمن کو دیکھا جسکے قدموں میں اسکا شوہر زخموں سے چور پڑا رہا تھا۔

"تمہارے پاس اس وقت تین راستے ہیں

پہلا میرا پیسہ واپس کرو

دوسرا اپنی بیوی کو طلاق دے کر مجھے دے دو

تیسرا۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے اپنی بندوق سمیر کے ماتھے پر رکھ دی تو وہ خوف سے کانپنے لگا اور اپنے ہاتھ ڈیمن کے سامنے جوڑ دیے۔

"نن۔۔۔۔۔ نہیں ڈیمن مم۔۔۔۔۔ مجھے مت مارو وعدہ کرتا ہوں سارے پیسے لوٹا دوں گا۔۔۔۔۔ بس کچھ

وقت۔۔۔۔۔"

"وقت؟ چلو دو منٹ کا وقت دیا چکاؤ میرا پیسہ۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے اسکی بات کاٹ کر کہا اور اپنا ریوالور ہاتھ میں گھماتے ہوئے پار سا کو دیکھا جو دور کھڑے نم آنکھوں کے ساتھ خوف سے کانپ رہی تھی۔

"ویسے دوسری آپشن بری نہیں صرف اسے مجھے دے دو اور قرض سے آزادی۔۔۔۔۔"

ڈیمن کے مسکرا کر کہنے پر دو آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہے اس نے سہم کر اپنے شوہر کو دیکھا جو خاموشی سے بیٹھا تھا۔ وہ چاہتی تو ان پیسوں کا سمیر کو بتا دیتی لیکن وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سمیر کا کیا فیصلہ ہوگا وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سمیر اسے کس قدر گرا ہوا سمجھتا تھا۔

"سارا دن نہیں ہے میرے پاس۔۔۔۔"

ڈیمن کے چلانے پر سمیر کانپ کر جلدی سے اٹھا اور پارسا کے سامنے آکر پنا سر جھکا گیا۔

"مم۔۔۔۔ میں سمیر وہاں اپنے پپ۔۔۔ پورے ہوش وہو اس میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔"

پارسا کے اندر ایک ہی پل میں بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ ایک ہی پل میں اس معصوم کی پوری دنیا جڑ چکی تھی۔ اسکا شوہر اپنا قرض چکانے کے لیے اسکا سودا کر چکا تھا اور وہ تو بس بت بن کر کھڑی تھی۔

"تت۔۔۔۔ تم اسے لے جاسکتے ہو ڈیمن۔۔۔"

سمیر کی بات پر جہاں پار سا کا دل غم سے بند ہوا تھا وہیں ڈیمین مسکرا کر اٹھا اور پار سا کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا لیکن پار سا کو ہوش ہی کہاں تھا وہ تو مر چکی تھی اور جو اس کے ساتھ جا رہی تھی وہ تو بس ایک زندہ لاش تھی۔

ڈیمین دروازے کے پاس پہنچ کر رکا اور مڑ کر سمیر کو دیکھا۔

"se fossi in te saresti morto ma non la darò mai via sarai punito
per questo."

(اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتا تو مر جاتا لیکن اسے نہیں چھوڑتا۔ تمہیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔۔۔)

ڈیمین نے اسے اٹیلیں میں کہا جو سمیر کو سمجھ نہیں آیا تھا۔ نفرت بھری آخری نگاہ سمیر پر ڈال کر وہ پار سا کو وہاں سے دور اپنی دنیا میں لے گیا۔



ڈیمین خاموشی سے اپنے ساتھ گاڑی میں بیٹھی پار سا کو دیکھ رہا تھا جو تب سے بت بنی بیٹھی تھی۔ نہ تو اس نے ابھی تک ایک لفظ بولا تھا اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی آیا تھا۔ وہ بس ایک بت بنی بیٹھی غیر مرئی نکتے کو دیکھتی جا رہی تھی۔

ڈیمن جانتا تھا کہ وہ کس دور سے گزر رہی تھی اس لیے اس نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ گاڑی ڈیمن کے محل نما گھر کے باہر کی تو ڈیمن نے پارسا کو دیکھا جو اس دوپٹے میں لپٹی ابھی تک بت بنے بیٹھی تھی۔

"بیلا چلو۔۔۔"

ڈیمن نے نرمی سے کہا لیکن پارسا بس خاموشی سے بیٹھی رہی۔ ڈیمن نے خود اس کا بازو پکڑا اور اسے اپنے ساتھ اپنے مینشن میں لے آیا۔ ہر ملازم حیرت سے حجاب میں لپٹی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"سنو انہیں کمرے میں لے جاؤ تاکہ یہ ریسٹ کر لیں۔"

ڈیمن نے ایک میڈ سے کہا تو وہ پارسا کو نرمی سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے سیکنڈ فلور کی طرف چلی گئی۔ ڈیمن لوکا کی جانب مڑا۔

"لوکا ڈائیسورس پیپر ز تیار کرواؤ اور اس شخص سے دستخط لے کر اس سب کو قانونی طور پر بھی ختم کرو اس کے بعد اس کا کیا کرنا ہے یہ تم جانتے ہو۔۔۔"

لوکا نے گہرا سانس لیا۔

"ڈیمن مجھے اس لڑکی کی حالت کچھ اچھی نہیں لگ رہی۔۔۔۔۔ وہ یہاں رہنے کے لیے نہیں بنی ڈیمن یہ اسکی دنیا نہیں ہے۔۔۔۔۔"

لوکانے اسے سمجھانا چاہا لیکن جواب میں ڈیمن نے اسے ایک گھوری سے نوازا تھا۔

"میرے کام میں دخل مت دو لوکا میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اسے خود سے دور رکھ کر دیکھ لیا ہے وہ بس میرے پاس محفوظ ہے بس میرے قریب۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے جنون سے کہتے ہوئے آگے بڑھنا چاہا۔

"وہ بہت معصوم ہے ڈیمن تمہارا یہ جنون اچھا نہیں اس کے لیے۔۔۔۔۔"

"وہ میرا سکون ہے لوکا وہ سکون جو مجھے صرف اسی کو دیکھ کر ملتا ہے وہ میرے پاس ہی رہے گی اب کچھ بھی ہو جائے۔۔۔۔۔ تم جاؤ اور جو کہا ہے وہ کرو۔۔۔۔۔"

لوکانے گہر اسانس لے کرہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی روزلی انتہائی زیادہ غصے کے عالم میں وہاں آئی اور ڈیمن کو گریبان سے پکڑ لیا۔

"کون ہے وہ لڑکی ڈیمن جسے تم اپنے ساتھ لائے ہو کون ہے مجھے بتاؤ۔۔۔"

ڈیمن نے اسکے ہاتھ سے اپنا گریبان چھڑایا اور انتہائی سختی سے اسکی نازک کلائیوں کو چھوڑا۔

"اوقات میں رہو روزلی ڈار سن ایسا نہ ہو مجھے اوقات یاد کروانی پڑے۔۔۔"

ڈیمن نے غراتے ہوئے کہا اور وہاں سے جانے لگا لیکن روزلی نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ اسکے سامنے آئی تھی۔

"ڈیمن مجھے بتا دو وہ لڑکی کون ہے اور کیوں لائے تم اسے یہاں ورنہ میں اسے۔۔۔"

اس سے پہلے کہ روزلی اپنی بات مکمل کرتی ڈیمن آگے بڑھا اور اسکو گردن سے پکڑ کر دیوار سے لگا دیا۔

"تم نے اسکا ایک بال بھی چھوانا روزلی ڈار سن تو یاد رکھا جو انجام تمہارے باپ اور بھائیوں کا کیا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ بدتر تمہارا ہوگا۔ موت کی بھیک مانگو گی تم مجھ سے اور وہ بھی نہیں ملے گی۔۔۔"

ڈیمن نے اسکی آنسوؤں سے ترسرمئی آنکھوں کو انتہائی زیادہ وحشت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور جاننا چاہتی ہوں ناں کہ کس ناتے سے لایا ہوں اسے یہاں تو سن لو وہ میرا جنون ہے، چین ہے وہ میرا، وہ سب ہے جو تم نہ تو کبھی تھی اور نہ کبھی ہو سکو گی۔۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر بہت کچھ روزلی کے اندر ٹوٹ کر بکھرا تھا وہ جو چودہ سال کی عمر سے اسے چاہتی تھی آج اسے کسی اور کا ہوتا دیکھ مکمل طور پر بکھری تھی۔

"یہی نہیں روزلی ڈار سن تم اب سے اسکی پرسنل گارڈ ہو کیونکہ تم میں قابلیت بہت سے مردوں سے بھی زیادہ ہے اور میں اسکے قریب کسی مرد کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے یاد رکھنا اس پر ایک بھی خراش تمہارے وجود پر ہزار زخموں کا باعث بنے گی۔۔۔۔"

ڈیمن کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"وہ کیا ہے ناں کہ اپنی سب سے قیمتی شے کی حفاظت پر چور کو ہی لگا دو گے تو چوری کرنے والا کون ہو گا؟ کیونکہ وہ چور جانتا ہے کہ اسے اس شے کا جواب دینا ہے۔۔۔۔"

روزلی نے حیرت سے روتے ہوئے ڈیمین کو دیکھا جو اپنی بات کہہ کر اسکی گردن چھوڑ کر دور ہو گیا تھا۔

"تم بہت ظالم ہو ڈیمین موریٹی بہت بہت زیادہ ظالم۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر ڈیمین کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"بہت دیر لگادی تم نے یہ بات جاننے میں۔۔۔۔"

وہ اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور روزلی وہیں کھڑی اپنی یک طرفہ محبت پر آنسو بہاتی رہ گئی تھی۔



سمیر پریشانی کی حالت میں کمرے میں آیا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر گزرا تھا لیکن وہ کرتا بھی کیا اس کے پاس کوئی اور راستہ بھی تو نہیں بچا تھا۔

"بابا جب اس کے بارے میں پوچھیں گے تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔۔۔۔"

سمیر نے بے چینی سے اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے سوچا لیکن اب پچھتانے کو کچھ بھی نہیں بچا تھا وہ اتنے لوگوں کی گواہی میں اسے طلاق دے چکا تھا۔

"اف کیا کروں گا اب میں۔۔۔"

سمیر پریشانی سے ٹہلنے لگا تبھی اسکی نظربیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایک لفافے پر گئی۔ اس نے حیرت سے وہ لفافہ اٹھایا اور اسکے گرد لپٹے کاغذ کو دیکھا جس پر اردو میں کچھ لکھا ہوا تھا۔

سمیر نے وہ لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں سو سو ڈالر کے کافی سارے نوٹ دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے وہ رقم گنی جو پورے دس ہزار ڈالر تھے۔ سمیر نے بے چینی سے اس کاغذ کو پکڑا اور اس پر لکھے الفاظ پڑھنے لگا۔

میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی میرے لیے آپ سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی اور انسان نہیں ہے سمیر کیونکہ آپ میرا سب کچھ ہیں میرے مجازی خدا ہیں آپ کی پریشانی دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر سکتی ہوں میں۔ اس لیے میں نے اپنے باس سے یہ پیسے ادھار لیے ہیں اور جاب کر کے اپنی سیلری سے یہ قرض اتار بھی دوں گی لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے گا سمیر آپ کی پریشانی میری پریشانی ہے کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں ایک دوسرے کا لباس۔ اللہ آپکے دل میں میری محبت ڈال دے آمین۔

صرف آپکی پارسا۔۔۔"

وہ خط پڑھ کر سمیر کے ہاتھ بری طرح سے کانپنے لگے تھے اور بہت سے آنسو اسکی آنکھوں سے نکلے۔ شاید اب اسے احساس ہونے لگا تھا کہ وہ اس معصوم ہے ساتھ کیا کر گزرا تھا۔

لیکن اگر پارسا کے پاس یہ پیسے موجود تھے تو وہ تب خاموش کیوں رہی کیوں سمیر کو اسکا سودا کرنے دیا شاید وہ اسکا فیصلہ دیکھنا چاہتی تھی۔

"اللہ یہ میں نے کیا کر دیا۔۔۔"

سمیر نے روتے ہوئے کہا تبھی دروازہ کھٹکنے کی آواز پر سمیر نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے آنسو پونچھے اور دروازے کی جانب چل دیا۔

دروازہ کھولتے ہی ایڈی کے ساتھ ایک اور آدمی کو دیکھ کر وہ بے چین ہوا۔

"ااا۔۔۔ اچھا ہوا تم لوگ آگئے مم۔۔۔ میرے پاس قرض کی رقم ہے اب میری بیوی کو واپس کر دو تم لوگ۔۔۔"

سمیر بھاگ کر کمرے میں گیا اور وہ پیسے کا کر لوکا کے سامنے کرتے ہوئے کہا جو اسے آنکھیں چھوٹی کیے گھور رہا تھا۔

"کونسی بیوی شاید تم بھول چکے ہو کہ ہم سب کے سامنے تم نے اسے طلاق دی تھی اور جہاں تک میں تمہارے مذہب کو جانتا ہوں اب تم دونوں کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔ میں یہاں اب اس نام نہاد رشتے کو قانونی طور پر بھی ختم کرنے آیا ہوں۔۔۔"

لوکا نے ڈائیسورس پیپرز اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا جنہیں دیکھ کر وہ لڑکا انکار میں سر ہلانے لگا۔

"ننن۔۔ نہیں میں ان پر دستخط نہیں کروں گا آپ اسے چھوڑیں وہ میری۔۔۔"

"بکو اس بند کرو اپنی اب ان باتوں کا کوئی جواز نہیں رہا چپ چاپ ان کاغذات پر دستخط کرو ورنہ۔۔۔"

لوکانے اپنی بندوق اسکے ماتھے پر رکھی تو سمیر خوف سے کانپ اٹھا۔ لوکانے بہت امید سے اس لڑکے کو دیکھا کہ شائید اب وہ تھوڑی ہمت کرے اور انکار کر دے کیونکہ ڈیمین کا حکم تھا کہ اگر ڈرامے کے باوجود وہ سائن نہ کرے تو اسے چھوڑ دیا جائے لیکن اگر اس نے سائن کر دیے تو ڈیمین اسے اپنے قید خانے میں چاہتا تھا۔

"پپ۔۔۔ پلیر ایسا مت کریں یہ پیسے لے لیں اور پار سا کو واپس کر دیں۔۔۔"

سمیر نے روتے ہوئے کہا تو لوکانے بندوق مزید سختی سے اس کے ماتھے پر رکھی۔

"سائن کرو۔۔۔"

لوکا کے چلانے پر سمیر خوف سے کانپ اٹھا ہاں روتے ہوئے پین پکڑ کر ان کاغذات پر اپنے دستخط کر دیئے۔ لوکا نے افسوس سے اس بزدل انسان کو دیکھا تھا۔

"پکڑ لو اسے ایڈی۔۔۔"

لوکا کے حکم دینے پر ایڈی نے سمیر کو جکڑ لیا تو وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"آآآ۔۔۔ آپ نے جو کہا میں نے کیا اب کیوں پکڑ رہے ہو مجھے۔۔۔"

سمیر خوف سے چلایا لیکن جواب میں لوکا مسکرا دیا۔

"اس کا جواب تمہیں ڈیمن دے گا۔۔۔"

لوکا کے اشارے پر ایڈی نے زور سے اپنی کوئی سمیر کے سر پر ماری جس کی شدت سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ اب جب اسے ہوش آنا تھا تو اس نے ایک جہنم میں ہونا تھا ڈیمن موریٹی کی جہنم میں۔



پارسا نہیں جانتی تھی کہ اسے یہاں رہتے کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔ شاید کتنے ہی دن، مہینے یا سال۔ وقت اس کے لیے تھم سا گیا تھا۔ بس وہ اتنا جانتی تھی کہ اس عالیشان کمرے میں وہ بت بنی بیٹھی رہتی تھی۔

بہت سی ملازمائیں آکر اسے کھانا دے جاتیں جو وہ غیر ارادہ طور پر کھا لیتی اور بس خاموشی سے بیٹھ کر دیوار کو گھورتی رہتی۔ کیا صلہ دیا تھا اسکے شوہر نے اسے اسکی وفاؤں کا؟ کسی شے کی طرح اپنا قرض چکانے کے لیے اسے کسی اور کو دے دیا تھا۔

پارسا کو اپنی بے بسی سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اسے تو خود سے بھی نفرت ہونے لگی تھی۔ ہاں سب اسی کا قصور تھا سب کو اپنی محبت سے پگھلانے کی کوشش میں اس نے خود کو اتنا حقیر کر دیا کہ دوسروں کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہی۔

سب غلطی اسکی تھی جو اس نے خود کو اتنا کمزور بنایا کہ لوگوں نے اسکی زندگی کو ہی مزاق سمجھ لیا۔ یہ سوچیں ذہن میں آنے پر پارسانے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اپنے گٹھنے اپنے سینے سے لگا لیے اور بری طرح سے سسکتے ہوئے رونے لگی۔

تم اس طرح سے نہیں ٹوٹ سکتی پارساتمہیں ہمت کرنی ہوگی، صبر کرنا ہوگا پھر دیکھنا ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

پارسا کے اندر سے ایک آواز نے اسے پکارا لیکن پارسا روتے ہوئے خود میں سمٹ گئی۔ کیسے کرتی وہ صبر سب کچھ تو اجڑ چکا تھا۔ اس وقت صبر کرنا کہاں آسان تھا۔

اچھا کام کبھی آسان نہیں ہوا پارسا منزل کانٹوں کی راہ سے گزر کر ہی ملتی ہے۔ خود کو مضبوط کرو پارسا اتنا مضبوط کہ پھر کبھی کوئی تمہیں توڑنے کی ہمت نہیں کرے۔۔۔

اپنے اندر سے آنے والی آواز پر پارسا کے آنسو تھم سے گئے۔ ہاں وہ مضبوط بنے گی بہت مضبوط۔

پارسانے اپنی سرخ ہتھیلیوں سے اپنے آنسو پونچھے اور خود سے عہد لیا کہ کچھ بھی ہو جائے اب وہ کسی کے رویے سے نہیں بکھرے گی۔ ان لوگوں کی پرواہ بھی نہیں کرے گی جنہوں نے اسے ایک کھلونا بنا دیا۔

پارسا اٹھی اور اس بڑی سی الماری کی جانب چل دی جہاں سے ملازمہ اسکے لیے کپڑے نکالتی تھی۔ الماری کو کھول کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ وہاں اسکے لیے کپڑوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں اور سب کپڑے ویسے ہی تھے جیسے وہ پہنتی تھی وہ بھی بالکل نئے۔ اور یہی نہیں ایک کونے میں چار سے پانچ جائے نماز بھی پڑے تھے۔ وہ حیران تھی کہ کون اس قدر اسکی ضرورت کا خیال رکھ سکتا ہے۔

پارسانے بے دلی سے ایک ہلکا گلابی اور سفید سوٹ پکڑا اور واش روم میں چلی گئی۔ فریش ہو کر اس نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کرنے لگی۔ اب اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ کیونکر اتنا عرصہ اس نے نماز بھی نہیں پڑی۔

نماز پڑھ کر اس نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے تو اسکے پاس مانگنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں تھا بس خالی آنسو تھے جو اسکی ہتھیلیوں پر گرتے جا رہے تھے۔

"مجھے ہمت دینا یا اللہ پاک کہ میں خود کو مضبوط بنا سکوں، خود کو بکھرنے سے بچا سکوں، مجھے طاقت دینا میرے مولا اپنی رحمت سے میری ہر تکلیف مٹا دینا۔"

پارسانے عقیدت سے ہاتھ چہرے پر پھیرے۔ آج اتنے دلوں بعد نماز ادا کر کے اسے اسکا کھویا ہوا سکون واپس ملا تھا۔

پارسانے اٹھ کر جائے نماز طے کر کے واپس رکھا۔ ابھی وہ اس کمرے نما الماری سے باہر آئی ہی تھی جب اسکی نظر ایک ملازمہ پر پڑی جو کھانے کی ٹرالی کمرے میں لا رہی تھی۔

"میم آپکا لُنج۔۔۔"

پارسانے ایک نظر اس کھانے کو دیکھا۔

"سنیے مجھے ڈیمن سر سے بات کرنی ہے آپ ان کو کہیں کہ وہ ایک بار مجھ سے مل لیں۔۔۔۔"

ملازمہ نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ پارسا پھر سے خاموشی سے بیڈ کے کونے پر بیٹھ کر ہر تلخ یاد کو بھلانے کی کوشش کرنے لگی۔



"مارشل کا کیا ہوا لوکا اگر تم ایک کام ٹھیک سے نہیں کر سکتے تو مجھے بتادو۔۔۔۔۔"

ڈیمین جو اس وقت اپنے گھر میں موجود آفس میں بیٹھا تھا سامنے بیٹھے لوکا سے سختی سے پوچھنے لگا۔

"ڈیمین مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں مارشل کو مارنا چاہیے۔۔۔۔۔"

مارشل کے ذکر پر روزلی نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔

"کیا کر دیا میرے انکل نے جو تم دونوں انہیں مارنے کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔۔"

روزلی نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرے جنون پر نگاہ ڈالی اس نے روزلی ڈارسن اور جو اس کو نقصان پہنچانے کا سوچے گا بھی اسے زندہ رہنے کا

کوئی حق نہیں۔۔۔۔۔"

اس لڑکی کے لیے ڈیمن کا یہ جنونی انداز دیکھ کر روزلی اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ اتنا عرصہ ہو چکا تھا اس لڑکی کو یہاں رہتے لیکن اتنے عرصے میں نہ تو کبھی روزلی اس کے پاس گئی تھی اور نہ ہی کبھی وہ لڑکی اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔

"ایکسیوز کی سر۔۔۔۔"

ملازمہ کی آواز پر ڈیمن نے بھوئیں اچکا کر اسے دیکھا۔

"سر وہ میم آپ سے ملنا چاہ رہی ہیں۔۔۔"

ڈیمن کی آنکھوں میں ایک خوشگوار حیرت آئی اور اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ہم باقی مسئلے بعد میں دیکھ لیں گے ابھی تم دونوں سکتے ہو۔۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر اٹھا اور کمرے سے چلا گیا جبکہ اس کے جاتے ہی روزلی نے اپنا ہاتھ بہت زور سے شیشے کی میز پر مارا تھا۔

ڈیمن اسکے کمرے میں آیا جہاں وہ پری ابھی بھی ہمیشہ کی طرح خاموشی سے بیٹھی تھی۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے یہاں رہتے رہتے لیکن اس ایک مہینے میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

یہاں تک کہ ڈیمن نے بہت سے سائنکٹرسٹ کو بھی بلایا تھا لیکن پارسان کے سامنے بھی بت بنی بیٹھی رہتی تھی۔

"ہیلو بیلا۔۔۔۔۔"

ڈیمن کی آواز پر پارسا چونک گئی اور کھڑے ہو کر اپنا سر جھکا لیا۔

"کیسی ہو تم اب؟"

"ٹھیک ہوں سر۔۔۔"

پارسانے آہستہ سے کہا اور پھر اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔ ڈیمن اسکے چہرے پر اضطراب دیکھ کر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"دیکھو بیلا میں جانتا ہوں کہ جو تمہارے ساتھ ہوا اس سے تم بہت زیادہ پریشان ہو لیکن وہ سب کرنا ضروری تھا۔۔۔ تم اسکی تھی بیلا اور تمہیں اس سے چھیننے۔۔۔"

"میں سمجھتی ہوں سر آپ خود کو قصور وار مت ٹھہرائیں۔ میں جانتی ہوں آپ نے وہ سب مجھے اس سے آزادی دلانے کے لیے کیا تھا اور اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ آپ کے بہت زیادہ احسانات ہیں مجھ پر بس ایک آخری احسان کر دیں۔۔۔"

"کیسا احسان۔۔۔؟"

ڈیمین جو اسے اپنے جنون سے آگاہ کر رہا تھا اسکے بات کاٹنے پر حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

"میرے ماموں سعودی عرب رہتے ہیں آپ میری ان سے بات کروادیں وہ مجھے اپنے پاس بلا لیں گے پھر میں اس کے بعد آپ کے لیے کبھی تکلیف کا باعث نہیں بنوں گی۔"

اسکے دور جانے کے خیال کا سن کر ڈیمین نے اپنی مٹھیاں بہت زور سے بھینچ لیں۔ جھیل سی نیلی آنکھیں شدت سے سرخ ہو چکی تھیں۔

"تم غلط ہو بیلا۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جی؟"

"تم غلط کہہ رہی ہو میں نے تمہیں اس سے آزادی دلوانے کے لیے ایسا نہیں کیا بلکہ جو میں نے کہا تھا وہ سچ تھا اب سے تم میری ہو۔۔۔۔"

ڈیمین کی اس بات پر ساتوں آسمان پارسا پر گرے وہ نم ہوتی آنکھوں سے اپنے محسن کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ سر؟"

"وہی جو سچ ہے تم میری ہو اب سے بیلا اور تمہیں میرے پاس ہی رہنا ہو گا میری بن کر اگر تمہیں ایسے میرے پاس رہنے میں کوئی مسئلہ ہے تو ہم شادی کر لیں گے۔۔۔۔"

ڈیمن نے عام سے انداز میں کہا جبکہ پارسا کو ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ دیا ہو۔ اب اس کی زندگی میں کونسا نیا طوفان آنے والا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا سر۔۔۔"

پارسا نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔۔۔؟"

"کیونکہ میں مسلمان ہوں میں مسلمان کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔"

ڈیمن نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اس لڑکی کو دیکھا۔

"بس اتنی سی وجہ سے تم مجھے ٹھکرا رہی ہو۔۔۔"

ڈیمن کی رگیں اب غصے سے تم چلی تھیں۔

"یہ آپ کے لیے اتنی سی وجہ ہوگی لیکن میرے لیے نہیں پلیز بس آپ مجھے یہاں سے جانے دیں م۔۔۔ میں کسی نہ کسی طرح خود اپنے ماموں کے پاس چلی جاؤں گی۔۔۔"

پارسا اپنے آنسوؤں پر قابو کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی لیکن پھر بھی اس کی آواز نم ہو چکی تھی۔ جبکہ اسکے جانے کے خیال کا سن کر ڈیمن غصے سے اسکے قریب ہوا۔

"تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی تم اب میری ہو بیلا اور اپنی آخری سانس تک میرے پاس رہو گی۔"

ڈیمن اسکے پاس کھڑا شدت سے کہہ رہا تھا اور پارسا حیرت سے اپنے محسن کو دیکھ رہی تھی جس کا یہ روپ بالکل نیا تھا اسکے لیے۔

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا آپ سمجھ کیوں نہیں رہے میں ایک مسلمان عورت ہوں سر آپ کی بیوی نہیں ہو سکتی صرف ایک مسلمان کی بیوی ہو سکتی ہوں یہ میرے رب کا حکم ہے۔۔۔"

پارسا نے بہادری سے اپنی کانپتی آواز پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔

"تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں تمہارے لیے۔۔۔"

ڈیمین کی بات پر پارسا کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"کیا آپ اللہ کو اپنے دل سے، پورے یقین سے مانتے ہیں؟"

"نہیں۔۔۔۔"

ڈیمین نے فوراً ہی سچ بتایا۔

"اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان لائے بغیر تو ایک پیدا ہونے والا مسلمان بھی مسلمان نہیں ہوتا تو آپ میرے لیے کیسے مسلمان ہو جائیں گے؟ مسلمان صرف اللہ کے لیے ہوا جاتا ہے سر کسی انسان کے لیے نہیں۔۔۔۔"

پارسانے سنجیدگی سے کہا۔

"جسے میں مانتا ہی نہیں بیلا اس پر ایمان کہاں سے لاؤں۔ یہ سب تمہارے خیال سے بڑھ کر کچھ نہیں۔۔۔۔"

پارسانے نگاہیں اٹھا کر اس منکر شخص کو دیکھا۔

"جس دن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی موجودگی کا احساس دلائیں گے ناں سراسر اس دن آپ پر یقین ہی نہیں ایمان بھی حاوی ہو جائے گا لیکن ایسا صرف اللہ کی مرضی سے ہوگا۔۔۔"

پارسانے اعتماد سے کہا۔

"آپ پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں۔۔۔"

پارسانے سر جھکا کر روتے ہوئے کہا لیکن اسکی بات پر ڈیمین اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔

"تم یہاں سے کبھی نہیں جاسکتی بیلا اب چاہو یا نہ چاہو تمہیں یہیں رہنا ہے میرے پاس میری ہو کر۔۔۔"

ڈیمین شدت سے کہتا اس کے قریب ہوا تو پارسا سہم کر اس سے دور ہوئی اور دیوار کے ساتھ جا لگی۔ ڈیمین نے بے بسی سے اسکے معصوم چہرے کو دیکھا۔

"تم میری ہو بیلا اور اپنی آخری سانس تک رہو گی یہ جتنی جلدی اپنے دماغ میں بیٹھالو اتنا بہتر ہے۔۔۔"

ڈیمین نے اتنا کہہ کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اسکا کوئی غلط ارادہ نہیں تھا وہ بس اس معصوم چہرے کو چھو کر دیکھنا چاہتا تھا جو اسکا سکون تھا۔ لیکن اسکا ہاتھ اپنی طرف آتا دیکھ پارسانے بے بسی سے روتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں اور زیر لب آیت الکرسی پڑھنے لگی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بیلا اگر میرا کوئی غلط ارادہ ہو گا تو تمہاری یہ دعائیں مجھے روک لیں گی؟ تمہارا خدا تمہاری حفاظت کر لے گا؟"

ڈیمین نے سختی سے کہا پارسا کا یہ خوف اسے بہت زیادہ غصہ دلایا تھا۔

"میرے خیال سے دیکھ ہی لینا چاہیے کہ تمہارا خدا تمہیں کیسے بچائے گا؟"

اتنا کہہ کر ڈیمین نے اپنا ہاتھ اسکے چہرے کی جانب بڑھایا تو اپنی جانب وہ ہاتھ آتا دیکھ کر پارسا کو آیت الکرسی زیر لب پڑھ رہی تھی وہ تھوڑا اونچی پڑھنے لگی۔

وہ الفاظ ڈیمین کو سمجھ تو نہیں آئے تھے لیکن اسے ایسا لگا کہ اسکا ہاتھ کسی نے ہوا میں ہی روک دیا ہو چاہ کر بھی وہ دو انچ کا فاصلہ مٹا کر وہ اسے چھو نہیں پارہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے پارسا کو چھوا تو وہ جل جائے گا، خاک ہو جائے گا۔

اپنے ہاتھ کو مٹھی میں بھینچتا ڈیمین مڑا اور لمبے لمبے ڈنگ بھرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ اسے یوں جاتا دیکھ کر پارسا نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے آسمان کو دیکھا تھا۔



وہاب صاحب اس وقت حد سے زیادہ پریشان تھے۔ ایک مہینہ ہو چکا تھا لیکن ابھی تک ان کا نہ تو سمیر اور نہ ہی پارسا سے کوئی رابطہ ہوا تھا۔ سمیر کا موبائل مسلسل بند جا رہا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

تبھی موبائل بجنے کی آواز پر انہوں نے بے چینی سے موبائل جیب سے نکالا لیکن نادیہ بیگم کا نمبر دیکھ کر انہیں مایوسی ہوئی۔

"ہاں بولو نادیہ کیا ہوا؟"

وہاب صاحب نے گہرا سانس لیتے ہوئے پوچھا حالانکہ وہ بھی جانتے تھے کہ نادیہ بیگم سمیر کا ہی پوچھیں گی۔

"میرے سمیر کا کچھ پتہ چلا وہاب؟"

نادیہ بیگم کے رو کر پوچھنے پر انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"نہیں نادیہ کچھ پتہ نہیں چلا۔۔"

وہاب صاحب کی رندھی ہوئی آواز پر نادیہ بیگم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"پلیز وہاب میرے سمیر کا پتہ لگائیں ڈھونڈیں اسے ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔۔"

وہاب صاحب کا دل کیا کہ انہیں کہیں کہ سمیر کے ساتھ ایک اور معصوم جان بھی تو ہے جو نہ جانے کہاں تھی۔

"آآآ۔۔۔۔۔ آپ نے اس کے دوستوں سے پوچھا۔۔۔۔۔؟"

"میرے پاس صرف اسکے دوست جارج کا نمبر ہے نادیہ اور میری اس کے بھائی سے بات ہوئی ہے لیکن وہ بھی

سمیر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا یہاں تک کہ اس کا اپنا بھائی جارج نہ جانے کہاں غائب ہے۔۔۔۔۔"

یہ سن کر نادیہ بیگم کے رونے میں روانی آچکی تھی۔

"میرے بچے کو ڈھونڈے وہاب کہیں سے بھی نا جانے اس کلمو ہی نے کیا کر دیا ہے اس کے ساتھ کہا تھا میں نے آپ سے کہ مت بھیجوا سے میرے بچے کے پاس۔۔۔۔"

"بکو اس بند کرو ناد یہ نا جانے وہ معصوم بچی کس حال میں ہے اور تمہیں ابھی بھی اس میں ہی برائیاں نظر آرہی ہیں۔ میں بعد میں فون کروں گا۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہاب صاحب نے فون بند کر دیا اور اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

"وہاب یار ہمت کرو ایسے تو تم خود کو بیمار کر لو گے۔۔۔۔"

وہاب صاحب کہ دوست نے ان کی یہ حالت دیکھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کروں میں جو اد میرا بیٹا اور بیٹی نہ جانے کس حال میں ہے خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں۔"

وہاب صاحب نے روتے ہوئے کہا۔

"تم فکر مت کرو وہاب ایک ایجنٹ کو جانتا ہوں میں اس سے بات کر کے تمہارا امریکا کا وزٹ ویزہ نکال دیتا ہوں تمہیں اپنے بیٹے کے گھر کا ایڈریس تو معلوم ہے ناں۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

"تو ٹھیک ہے تم خود وہاں جا کر معلوم کر لو کہ کیا مسئلہ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہاب صاحب نے آنسو پونچھ کر ہاں میں سر ہلایا۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ پارسا اور سمیر کا پتہ لگانے کے لیے وہ خود امریکہ جائیں گے۔



ایک ہلکی سی آواز پر ادھ مری حالت میں کرسی پر بندھے سمیر نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر سامنے موجود شخص کو دیکھا جو اسکے زخموں پر پیٹی کر رہا تھا۔

"اپنے باس سے کہو کہ ایک ہی بار مجھے مار کیوں نہیں دیتا یوں تڑپانے کا کیا مقصد ہے؟"

سمیر نے آہستہ سے بند ہوتی آنکھوں سے کہا لیکن مقابل کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اسے قیدیوں کے سامنے اپنا منہ بند رکھنے کا جو حکم دیا گیا تھا۔

"مجھ سے میرا سب کچھ چھین کر بھی وہ خوش نہیں کیا؟ مجھ سے پارسا کو چھین لیا اس نے پھر بھی میری زندگی کو جہنم بنا دیا چاہتا کیا ہے وہ؟"

سمیر روتے ہوئے چلایا لیکن وہ آدمی بس خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"

لوکا کی آواز پر پٹی کرتے اس آدمی نے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔ لوکا نے سمیر کے قریب آکر ایک پانی کی بوتل اس کے ہونٹوں کے قریب کی اور اسے پانی پلانے لگا۔

تبھی ایک آدمی نے ایک وجود کو سمیر کے پیروں میں پھینکا۔ سمیر نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا جسے وہ زخموں سے چور حالت میں بھی پہچان گیا تھا۔

"جج۔۔۔۔ جارج۔۔۔۔"

سمیرا سکی حالت دیکھ کر کانپ اٹھا۔

"ہاں جانتے ہوں تم اسے تمہارا دوست تھا یہ بس اس نے ایک غلطی کر دی تھی۔ ڈیمن کی بیلا کا ہاتھ پکڑا تھا اور اب دیکھو اسے کچھ بھی چھونے کے قابل نہیں رہا۔"

لوکا نے اس کے ٹوٹے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر کہا۔

"تو کیا کہہ رہے تھے تم کہ اس نے تم سے تمہاری بیوی کو چھین لیا؟ کیا اسے طلاق دینے والے تم نہیں تھے؟"

لوکا کی بات پر سمیرا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"تو کیا کرتا میں اگر میں اسے طلاق نہیں دیتا تو وہ مجھے مار دیتا۔۔۔"

"ہا ہا ہا بس اتنی ہی بہادری ہے تم میں کہ اپنی زندگی تمہیں عزت سے بڑھ کر ہے۔۔۔ شرم آنی چاہیے تمہیں اپنے آپ کو مرد کہتے ہوئے۔۔۔ اب تم بھی ہمیشہ اسی قید میں رہو گے۔۔۔"

لوکا نے نفرت سے کہا اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔

"سنو۔۔۔"

سمیر نے گھبراتے ہوئے لوکا کو پکارا۔

"کک۔۔۔ کیا پارسا کبھی اسکی قید سے آزاد ہو پائے گی؟"

سمیر بھی نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ سوال کیوں پوچھا اس معصوم کو اس قید میں ڈالنے والا بھی تو وہی تھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ اور تمہارے لیے بہتر ہے کہ اسے بھول جاؤ کیونکہ اس لڑکی نے ایک بہت بڑی غلطی کی ہے
ڈیمن موریٹی کا جنون بننے کی غلطی اب اسے اس سے رہائی صرف موت ہی دلا سکے گی۔"

لوکا اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور سمیر کتنی دیر اپنی غلطیوں پر پچھتا تا پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا تھا۔



ریمو اپنے کمرے میں بیٹھا آنکھیں بند کیئے میوزک کے ساتھ ساتھ اپنی انگلیوں کو نچا رہا تھا جبکہ اسکا آدمی اسکے پیچھے کھڑا خوف سے کانپ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ جو خبر وہ ریمو کو دینے آیا تھا اسے سننے کے بعد ریمو اُس کے ساتھ کیا کرے گا۔

"بب۔۔۔ باس۔۔۔"

ریمو نے آنکھیں کھولے بغیر اپنے ابرو اچکائے۔

"باس وہ مارشل سر۔۔۔۔۔ وہ کسی سے ملنے جا رہے تھے جب کسی نے سنا پیر سے انہیں شوٹ کر دیا۔۔۔۔۔ ووو۔۔۔۔۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔۔۔۔۔"

ریمو کا چلتا ہاتھ ہوا میں ہی رک گیا اور اس نے مڑ کر اس آدمی کو دیکھا جو خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"شوٹر کو پکڑ لیا تم لوگوں نے؟"

"جج۔۔۔۔۔ جی باس۔۔۔۔۔"

آدمی نے سہمتے ہوئے کہا اتنی بڑی بات پر ریمو کا اطمینان اسے بہت زیادہ ڈرا رہا تھا۔

"کس کے کہنے پر اس نے یہ کیا۔۔۔۔؟"

"بب۔۔۔۔۔ باس وہ ڈ۔۔۔۔۔ ڈیمن موریٹی کے کہنے پر۔۔۔۔۔"

یہ سن کر پہلے تو ریمو خاموش رہا پھر قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

"اف میرے بے چارے چچا فری میں مر گئے۔۔۔۔۔"

ریمو کو یوں ہنستا دیکھ اسکا آدمی کافی زیادہ حیران ہوا۔

"ڈیمن کی اس لڑکی کو پکڑنے کیلئے اس آدمی کو میں نے بھیجا تھا اور ڈیمن کو لگا کہ وہ میرے چچا کا کام ہے۔۔۔۔۔ اففف ڈیمن ڈیمن بہت چالاک ہو تم لیکن اپنے سب سے بڑے دشمن سے ہی واقف نہیں۔۔۔۔۔"

ریمو ابھی بھی ہنس رہا تھا چچا کی موت کے غم کا آثار تک اس کے چہرے پر نہیں تھا۔

"بب۔۔۔ باس آپ سے کچھ پوچھوں؟"

"نہیں۔۔۔۔"

ریمو کے سختی سے کہنے پر وہ آدمی خوف سے اچھل پڑا۔

"ہا ہا کتنا ڈرتے ہو تم لوگ مجھ سے۔۔۔ اچھا لگتا ہے یہ دیکھ کر خیر پوچھو کیا پوچھنا ہے تم نے؟"

ریمو پھر سے آنکھیں بند کر کے پہلے کی طرح اپنی انگلیاں ہلانے لگا۔

"جہاں تک مجھے لگتا ہے آپ اپنے بابا کو زیادہ چاہتے نہیں تھے انہوں نے آپ کو سب سے چھپا کر رکھا تھا اور آپ کے بہن بھائیوں کو تو آپ کے ہونے کا علم بھی نہیں تھا پھر آپ ان کا بدلہ لینے کے لیے ڈیمن کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟"

اس آدمی نے کافی ہمت کرتے ہوئے پوچھا جبکہ جواب میں ریمو اٹھ کر اسکے پاس آیا اور اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔

"مجھے تمہارا سوال بہت پسند آیا میں آج تک کسی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا۔۔۔ پہلے میں تمہیں اس کا انعام دوں گا۔۔۔ اپنا نام بتاؤ نام کیا ہے تمہارا؟"

"چار لز۔۔۔"

"ہمم چار لز آج سے تم میرے سب سے خاص آدمی ہو۔۔۔"

ریمو کی بات پر چار لز مسکرا دیا۔

"اور رہی بات تمہارے سوال کے جواب کی تو یہ سچ ہے کہ میرے باپ کے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس شخص نے میرے سے اس وجہ سے نفرت کی جو میرے بس میں ہی نہیں تھا۔۔۔"

ریمو نے اپنے دانت کچکچا کر کہا۔

"سچ پوچھو تو اس کے مرنے پر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی لیکن پھر بعد میں احساس ہوا کہ اس دس سالہ خواجہ سرکا تو کوئی سہارا ہی نہیں بچا تھا۔ میرے باپ کے مرنے کی وجہ سے میں جس گھر میں رہا تھا مجھے وہاں سے نکال دیا گیا۔۔۔ تین سال، تین سال تک مجھے سڑک پر بھیک مانگ کر کر اپنا گزارا کرنا پڑا۔۔۔ اگر کوئی بھیک دے

جاتا تو میرا گزارہ ہو جاتا اور اگر نہیں دیتا تو کتنے ہی دن مجھے بھوکے رہنا پڑتا۔۔۔ ڈیمین سے نفرت کسی باپ کا بیٹا نہیں وہ دس سالہ خواجہ سرا کرتا ہے جو تین سال تک سڑک پر رہا۔ جسکے تنہا ہونے کا فائدہ اٹھا کر دو شرابی ایک مہینے تک اسے زیادتی کا نشانہ بناتے رہے۔۔۔۔"

ریمو اپنی مٹھیاں بہت ہی زیادہ زور سے بھینچ چکا۔

"وہ دس سالہ خواجہ سرا ڈیمین کو اسی طرح تڑپتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے جس طرح وہ اس ڈیمین موریٹی کی وجہ سے تڑپا تھا۔۔۔۔"

چارلز حیرت سے آنکھیں پھاڑے ریمو کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر بہت زیادہ نفرت تھی۔

"اور وہ جانتا ہے کہ ڈیمین جسمانی تکلیف سے نہیں تڑپے گا وہ تب تڑپے گا جب میں اس کی روح کو چھلنی کر دوں گا۔۔۔ اور ایک لڑکی کو اپنا جنون بنا کر ڈیمین نے میرا کام آسان کر دیا۔۔۔۔"

ریمو نے مسکرا کر کہا اور چارلز کی جانب مڑا۔

"تم دیکھنا اتنا ٹرپاؤں گا اسے کہ ہر شخص کے لیے ڈیمن کرب کا ایک مجسمہ بن کر رہ جائے گا بلکل جیسے میں بنا رہا تھا۔۔۔۔"

ریمو نے نفرت سے کہا اور ڈیمن اپنے اس دشمن کی نفرت سے بے خبر تھا جو سب جلانے کو تیار بیٹھی تھی۔



پار سا کے پاس سے ڈیمن سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ ضبط سے مٹھیاں بھینچتا اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پارہا تھا کہ آخر کیوں اس نے اسے نہیں چھوا تھا۔

وہ کمزور تھی مزاحمت بھی نہیں کر پاتی پھر بھی کیوں وہ بے بس ہو گیا تھا۔ ڈیمن نے غصے سے ایک مکادیوار میں مارا اور شراب کا گلاس پکڑ کر اسے ایک ہی سانس میں پی گیا۔ یکے بعد دیگرے کئی گلاس پینے کے باوجود اسے چین نہیں مل پارہا تھا۔

جبکہ تب سے دروازے میں کھڑے روزلی حیرت سے اسکی یہ حالت دیکھ رہی تھی۔

"ایسا کیا کہہ دیا اس لڑکی نے تم سے ڈیمن کے تم اپنے ہی حواس میں نہیں رہے؟"

روزلی کی آواز پر ڈیمن لال ہوتی انگارہ آنکھوں سے اسکی جانب مڑا۔

"نکل جاؤ میرے کمرے سے روزلی اکیلا چھوڑ دو مجھے۔۔۔۔"

ڈیمن کے اس غصے کو نظر انداز کرتی روزلی اس کے قریب آئی اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے۔

"وہ تمہارے قابل نہیں ڈیمن، ہماری دنیا کی نہیں، تمہیں سمجھ نہیں سکتی، سنبھال نہیں سکتی لیکن میں یہ سب کر سکتی ہوں ڈیمن ایک بار آزما تو لو۔۔۔۔"

روزلی ڈیمن کے سینے پر ہاتھ رکھے بہت محبت سے کہہ رہی تھی۔ ڈیمن نے اسکی خوبصورت سرمئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ اسکے نازک ہاتھوں پر رکھے اور جھٹکے سے اسے خود سے دور کر دیا۔

"تم اس کے سائے کی بھی برابری نہیں کر سکتی روزلی وہ تم سے بہت زیادہ اونچے مقام پر ہے۔۔۔۔"

ڈیمن کی آنکھوں میں اس لڑکی کے لیے تڑپ دیکھ کر روزلی کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"تیرہ سال سے چاہتی ہوں میں تمہیں ڈیمن بولو کیا وہ کل کی لڑکی تیرہ سال کی محبت کا مقابلہ کر سکتی ہے؟"

روزلی کے سوال پر ڈیمن کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"میری بیلا کی بس ایک جھلک تمہاری تیرہ سو سالوں کی محبت پر بھاری ہے روزلی ڈار سن۔۔۔۔"

ڈیمن کا یہ جنون دیکھ کر روزلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تو پھر مجھے بھی دیکھنا چاہیے کہ اس میں ایسا کیا ہے جو ڈیمین موریٹی کو اس کا دیوانا کر چکا ہے۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر روزلی کمرے سے باہر آئی اور دیوار کے ساتھ لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ نفرت ہو رہی تھی اسے اس لڑکی سے جس نے اس سے ڈیمین کو چھین لیا تھا اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ڈیمین صرف روزلی کا ہے اور کسی کا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔"

روزلی نے اپنی مٹھیاں بھیجنے پر نفرت سے کہا۔ اسے اس لڑکی سے نفرت ہو رہی تھی جسے ڈیمین چند دنوں میں وہ مقام دے چکا تھا جو روزلی تیرہ سالوں سے حاصل نہیں کر پائی تھی۔

وہ لڑکی ڈیمین کے لیے بیلا تھی اور پریوں کا حسن رکھنے والی روزلی کو آج تک ڈیمین نے خواہش کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔

روزلی نے سوچ لیا تھا کہ چاہے ڈیمین اسکی جان ہی کیوں نہ لے لے لیکن وہ اس لڑکی کو اس کی زندگی میں نہیں رہنے دے گی کیونکہ ڈیمین صرف اسکا تھا صرف اسکا۔



ڈیمن کے جانے کے بعد سے پارسا اس کی باتوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کب ڈیمن کے جذبات اس کے لیے اتنا بدل گئے اور اسے اس کا اندازہ تک نہیں ہوا۔

اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اگر وہ پہلے سے جانتی تو تب ہی ڈیمن کو آگاہ کر دیتی کہ ان دونوں کی دنیا بالکل الگ ہے اور وہ ایسا کچھ سوچ کر خود کو تکلیف مت دے۔

"مجھے معاف کر دینا یا اللہ پاک آپ جانتے ہیں کہ میرا ایسا کوئی اردہ نہیں تھا۔ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے سوا کسی کو نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا اس لیے سمجھ ہی نہیں پائی کہ اس شخص کی نگاہوں میں میرے لیے کیا تھا۔ انہیں ہدایت دینا یا اللہ پاک سیدھا راستہ دیکھانا۔ وہ سمجھ جائیں کہ ہم دونوں کی دنیا ایک نہیں ہے اور مجھے یہاں سے آزادی مل جائے۔ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔"

پارسانے نم آنکھوں سے دعا کر کے اپنے چہرے پر ہاتھ پھرتا تو اسکی نگاہ دروازے پر پڑی جہاں ایک انتہائی خوبصورت لال بالوں والی لڑکی کھڑی پارسا کو دیکھ رہی تھی۔ پارسانے آج تک اتنا حسین کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

"آپ بہت زیادہ پیاری ہیں۔۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر کہا اور اسکی اس بات پر ایک گھائل مسکراہٹ روزلی کے ہونٹوں پر آئی۔

"اور تم بہت زیادہ خوش قسمت۔۔۔۔"

پارسانے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے آنسوؤں ہر ضبط کرنے لگی۔ اسکے ساتھ تو کبھی کچھ ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتی۔

"آپ کو غلط لگتا ہے میں خوش قسمت نہیں میری قسمت میں تو شاید۔۔۔۔"

پارسا خاموش ہو گئی جبکہ روزلی اس لڑکی کو آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھ رہی تھی۔

"جس لڑکی کو ڈیمن موریٹی اپنا جنون، اپنے جینے کی وجہ سمجھتا ہو وہ اپنے آپ کو خوش قسمت ہی نہیں سمجھ رہی۔۔۔۔"

روزلی کی آواز طنز سے بھری ہوئی تھی۔

"نہیں۔۔۔ میں ایسا بالکل نہیں چاہتی ڈیمن سر غلط سمجھ رہے ہیں میں انکی نہیں ہو سکتی میں بس یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔۔۔۔"

روزلی کی آنکھیں اسکی بات پر حیرت سے پھیل گئیں۔

"یعنی تم یہاں پر نہیں رہنا چاہتی۔۔۔"

پارسانے انکار میں سر ہلایا۔

"نہیں اور نہ ہی میں یہاں رہوں گی جیسے ہی مجھے کوئی موقع ملا میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

روزلی نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا کیا یہ ممکن تھا کہ ایک لڑکی جو اس کا جنون تھی جو ہزاروں کی چاہت تھا وہ ہی اسکے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی۔

"تو پھر یہ تمہارا خواب ہی ہے کہ ڈیمن تمہیں یہاں سے جانے دے گا وہ بہت جنونی ہو چکا ہے تمہارے لیے کچھ بھی کر لو وہ تمہیں یہاں سے نہیں جانے دے گا۔"

روزلی کی بات پر پارسا کا دل خوف سے بند ہو گیا وہ کس نئی مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ پارسا کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر روزلی اس کے قریب ہوئی۔

"لیکن اگر تم سچ میں یہاں سے جانا چاہتی ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔۔۔۔"

روزلی کے ایسا کہنے پر پارسانے آنسو پونچھ کر ہاں میں سر ہلایا۔

"جی مجھے اپنے ماموں کے پاس جانا ہے۔"

"تو پھر جیسا میں کہوں گی تم ویسا ہی کرو میں یہاں کے ہر راستے کے بارے میں جانتی ہوں۔۔۔ آج رات ایک بجے تم میرے ساتھ چلنا میں پچھلے دروازے سے تمہیں یہاں سے بھگادوں گی۔۔۔۔"

روزلی نے آہستہ سے کہا۔

"کیا آپ سچ میں میری مدد کریں گی؟"

پارسانے بہت زیادہ امید سے پوچھا۔

"ہاں بس تم مجھ پر بھروسہ کرنا اور اس بارے میں کسی کو مت بتانا میں یہاں سے جانے میں تمہاری مدد کروں گی۔۔۔"

"لیکن آپ میری مدد کیوں کر رہی ہیں؟"

پارسا کے سوال پر روزلی کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"کیونکہ تم ڈیمین کے لیے نہیں بنی، اس کی دنیا کے لیے نہیں بنی تمہیں اپنی دنیا میں واپس جانا ہوگا۔۔۔"

پارسانے کچھ سوچ کر ہاں میں سر ہلایا ہاں وہ ہمت کرے گی منظبوط بنے گی اور یہاں سے جاتے ہی ماموں کو فون کر کے سب بتادے گی پھر وہ اسے اپنے پاس بلا لیں گے۔

"آپ کا شکریہ میری مدد کرنے کے لیے مس۔۔۔"

"روزلی، روزلی ڈار سن۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"شکریہ روزلی۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر پارسا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی کردی تم نے مجھ پر بھروسہ کر کے لڑکی۔ کافی بے وقوف ہو تم جو تمہیں لگتا ہے کہ ڈیمین تمہیں کہیں بھی جانے دے گا۔ امریکہ تو دور کی بات تم تو لاس ویگاس سے بھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکتی لیکن فکر مت کرو میں ہوں ناں تمہیں اس کی زندگی سے ہی نکال دوں گی پھر وہ میرا ہو گا صرف میرا۔۔۔۔۔

روزلی نے پارسا کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر سوچا۔ وہ اپنے پلین پر مطمئن تھی۔ اس لڑکی کو ڈیمین کی زندگی سے ایسے نکالنے والی تھی کہ ڈیمین کو اس کر شک بھی نہیں ہوتا۔



"پارسا کو ڈنر کے لیے بلا کر لاؤ۔۔۔"

ڈیمین نے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے ملازمہ کو حکم دیا تو وہ اوکے سر کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ ایک کرسی پر بیٹھی روزلی نے حسرت سے ڈیمین کو دیکھا جو جینز پر بلیک ٹی شرٹ پہنے حد سے زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔

بازو پر بنا آگ کا ٹیٹو آج ظاہر رہا تھا لیکن سینے پر بنا ڈریگن چھپا ہوا تھا جس کی خوبصورتی سے روزلی بخوبی واقف تھی۔

"سروہ کہتی ہیں کہ وہ اپنے ہی کمرے میں کھانا کھائیں گی۔۔۔۔"

ڈیمن نے ملازمہ کو آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آخری بار کس نے اسکا حکم ٹالنے کی جرات کی تھی۔

وہ خاموشی سے اٹھا اور خود پارسا کے کمرے کی جانب چل دیا۔ اس نے غصے سے دروازہ کھولا تو کھڑکی کے پاس کھڑی پارسا سہم کر پلٹی۔

"تم نے میرا حکم ٹالا؟"

ڈیمن کے غرانے پر پارسا ایک پل کو سہم گئی پھر تھوڑی ہمت کرتے ہوئے ہلکا سا کہا۔

"جی۔۔۔۔"

"کیوں؟"

ڈیمن نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ جتنا وہ ہرپل اسے اپنی نظروں کے حصار میں چاہتا تھا یہ لڑکی اس سے اتنا ہی دور بھاگتی تھی۔

"کیونکہ میں آپ کے ساتھ وقت نہیں گزارنا چاہتی۔ یہ اچھا نہیں ہے۔۔۔۔"

ڈیمن نے اپنے دانت کچکچائے۔ وہ لڑکی ابھی ڈیمن کی ضد سے واقف نہیں تھی۔

"تم میرے ساتھ ہی کھانا کھاؤ گی یا تم کھانا نہیں کھاؤ گی اور بھوکا رہو گی۔۔۔۔"

پارسانے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں بھوکا رہ لوں گی۔۔۔۔"

ڈیمن کی آنکھوں میں اسکی بات پر حیرت اتری۔

"تم میرا ضبط کیوں آزما رہی ہو بیلا۔۔۔۔"

ڈیمین کے غصے سے قریب ہونے پر پارسانے بے بسی سے یہاں وہاں دیکھا اور خوف سے اپنی آنکھیں میچ گئی۔ اسکا یہ خوف دیکھ کر ڈیمین نے گہرا سانس لیا۔

"میں کبھی بھی تمہیں تمہاری مرضی کے بغیر نہیں چھوؤں گا بیلا تمہارا یہ خوف بلا جواز ہے۔۔۔۔۔"

پارسانے ہلکی سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"تو پلیز آپ مجھے یہاں سے جانے دیں۔۔۔۔"

"کبھی نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے فوراً انکار کیا اور پلٹ کر ملازمہ کی جانب دیکھا جو ٹرائی میں کھانا انکے پاس لے کر آئی تھی۔ ڈیمین کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا اور ملازمہ ہر چیز وہاں میز پر رکھنے لگی۔

"آؤ بیلا کھانا کھاؤ۔۔۔۔"

پارسا کے انکار میں سر ہلانے پر ڈیمن نے اپنے دانت کچکچائے اور مڑ کر ملازمہ کو دیکھا۔

"آج اس گھر میں کسی ملازم، کسی انسان کو کھانا نہیں ملنا چاہیے اگر ملا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر ملازمہ کے ساتھ ساتھ پارسا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔"

پارسا نے گہرا کر اس پاگل شخص کو دیکھا۔

"تم میرے ساتھ کھانا کھاؤ گی یا اس گھر میں کوئی بھی کھانا نہیں کھائے گا۔"

ڈیمن کی ضد اور اپنی بے بسی پر پارسا کی پلکیں بھیگ گئیں۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ کل اس سب سے دور چلی ہی جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

پارسا خاموشی سے صوفے کے ساتھ بڑی کرسی پر بیٹھ گئی تو ڈیمن نے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا۔ کھانا دیکھ کر
پارسا حیران ہوئی۔

"یہ کیا ہے؟"

پارسانے سامنے پڑے کھانے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"پورک۔۔۔۔"

یہ سن کی پارسا کی آنکھیں مزید بڑی ہو گئیں۔

"میں یہ نہیں کھاؤں گی۔۔۔۔"

ڈیمن نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم وہ بیٹیریں ہو ہماری پہلی ملاقات پر تم نے چکن کھایا تھا۔۔۔"

"جی میں چکن کھا سکتی ہوں لیکن یہ نہیں کھا سکتی۔۔۔۔"

"کیوں؟"

ڈیمین نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہ میرے رب کا حکم ہے۔۔۔۔"

پارسا کا جواب سن کر ایک مسکراہٹ ڈیمین کے ہونٹوں پر آئی۔

"ایک بات بتاؤ جس ہستی کو کبھی دیکھا نہیں، صرف اسکے بارے میں سنا ہے تم اس کی ہر بات کیسے مان لیتی ہو؟"

ڈیمین کے سوال پر پارسا ہلکا سا مسکرا دی۔

"اسے ایمان کہتے ہیں سرجو ایک مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے۔"

ڈیمن نے اپنے ابرو اچکائے اور اچانک ہی اپنی بندوق نکال کر پارسا کے ماتھے پر رکھ دی۔ یہ دیکھ کر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ اس وقت تمہیں اپنے ایمان یا اس گولی میں سے ایک کو چننا ہے تو تم کیا چنو گی۔ اپنے خدا پر ایمان یا موت؟"

پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پہلی بار بندوق کو اتنے نزدیک سے دیکھ کر دل خوف سے بند ہو رہا تھا پھر اس نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"مارنا چاہیں تو مار لیں مجھے لیکن میرا ایمان میرے مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ رہے گا۔۔۔"

پارسا اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی اور ڈیمن کتنی ہی دیر اسکی بند کپکپاتی پلکوں کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی بندوق اس کے ماتھے سے ہٹا دی۔

"تم بہت زیادہ دلچسپ ہو لیکن ایک بات جو تم نہیں جانتی بیلا وہ یہ کہ ڈیمن موریٹی کبھی بھی تمہیں نہیں مار سکتا کیونکہ ایسا کر کے وہ خود بھی مر جائے گا۔۔۔"

ڈیمن نے شدت سے کہا اور میز پر پڑا فون اٹھا کر ملازمہ کو کمرے میں آنے کا کہا۔

"یہ سب لے جاؤ۔ کچھ اور کھانے کے لیے لے کر آؤ اور آج کے بعد میرے گھر میں پورک نہیں بننا چاہیے۔۔۔۔"

ملازمہ نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا اور سب کچھ اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔

"شکریہ۔۔۔۔"

پارسانے نظریں جھکا کر کہا۔

"تمہاری کوئی بھی خواہش پوری کر سکتا ہے ڈیمن موریٹی لیکن کبھی مجھ سے دور جانے کا مت سوچنا ورنہ یقین جانو بیلا نہ تو تمہیں زندہ چھوڑوں گا ورنہ ہی خود کو۔۔۔۔"

ڈیمن کی دھمکی سن کر پارسا خوف سے کانپ گئی۔ ڈیمن کا یہ جنون اسے حد سے زیادہ ڈرا رہا تھا لیکن اس نے خود کو حوصلہ دلایا کہ وہ آج یہاں سے جانے والی تھی۔



رات کے ایک بجے سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا اور پار سا گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ روزلی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس کی یہاں سے جانے میں مدد کرے گی لیکن نہ جانے کیوں وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ تبھی اس کا دروازہ آہستہ سے ناک ہوا تو پار سا جلدی سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔

"کک۔۔۔۔ کون؟"

"میں ہوں روزلی دروازہ کھولو۔۔۔۔"

پار سانے جلدی سے دروازہ کھولا تو روزلی نے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس وقت پار سانے حجاب نہیں کیا تھا بلکہ اس کے لمبے گھنے بال کمر اور کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے۔

"تم تیار نہیں ہو؟"

"نن۔۔۔ نہیں میں تیار ہوں بس مجھے لگا تھا آپ نہیں آئیں گی۔۔۔۔"

پار سانے جلدی سے اپنے بالوں کا جوڑا بنایا اور بیڈ سے دوپٹہ پکڑ کر حجاب کرنے لگی۔

"روزلی جو کہتی ہے وہ کرتی ہے۔۔۔۔۔ اب جلدی کرو ورنہ بھاگنے کا ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا اور اچھی طرح سے دوپٹے کا حجاب بنا کر روزلی کے ساتھ چل دی۔ دبے قدموں سے چلتے ہوئے وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئیں اور اس دروازے کے پاس چھپ گئیں جو ہال سے باہر جاتا تھا۔

روزلی نے گھبرا کر ان گارڈز کو دیکھا جو دروازے کے باہر کھڑے تھے اور ساری رات یہیں رہنے والے تھے۔ روزلی نے ایک رومال پارسا کے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"تم میری طرح چپکے سے دائیں والے گارڈ کے پیچھے جاؤ گی اور یہ رومال اس کے منہ پر رکھ دو گی پھر وہ بے ہوش ہو جائے گا اور یہی ہماری اکلوتی رکاوٹ ہے کیونکہ پچھلے گیٹ کے پاس کوئی گارڈ نہیں ہوتا۔"

روزلی کی بات سن کر پارسا کافی زیادہ گھبرا گئی۔

"مممم۔۔۔۔۔ میں یہ کیسے؟"

"اگر یہاں سے بھاگنا ہے تو تمہیں ہمت کرنی پڑے گی ورنہ دن میں تو یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔۔۔۔۔"

روزلی کی سرگوشی پر پار سا کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گئی پھر ہاں میں سر ہلا کر آہستہ آہستہ بالکل اس کی طرح گارڈ کے پیچھے جانے لگی۔ جیسے ہی روزلی نے وہ رومال گارڈ کے منہ پر رکھا پار سانس پاؤں اوپر اٹھا کر پوری طاقت سے وہ رومال دوسرے گارڈ کے منہ پر رکھ دیا۔

رومال پر نشے کی مقدار کافی زیادہ تھی کیونکہ ان گارڈز کی مزاحمت بہت کمزور تھی اور چند سیکنڈ میں ہی دونوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکے تھے۔

"چلو اب اس سے پہلے کہ راونڈ لینے والے گارڈز یہاں پر آئیں۔"

روزلی کے کہنے پر پار سا جلدی سے اسکے ساتھ چلنے لگی۔ تقریباً دس منٹ چلنے کے بعد وہ اس انتہائی بڑے سے گھر کے پچھلے گیٹ کے پاس پہنچ گئی تھیں۔

"وہ سامنے رہی تمہاری منزل۔۔۔۔"

روزلی نے کافی دور موجود اس لوہے کے گیٹ کی جانب اشارہ کیا۔

"اس کے بعد تمہاری منزل ڈیمن سے جدا ہو جائے گی۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر پارسانے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"آپ کا بہت شکریہ مس روزلی میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔۔۔"

روزلی اسکی بات پر مسکرا دی۔

"گڈ بائے فار ایور۔۔۔"

روزلی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پارسا کو گیٹ کی جانب جانے کا اشارہ کیا۔ پارسا خاموشی سے گیٹ کی جانب چل پڑی اور روزلی اب خطرناک مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھ پر بھروسہ کرنے کا شکریہ بے وقوف لڑکی اب چین سے مرو۔۔۔"

روزلی نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ جس گیٹ کی طرف پارسا جا رہی تھی رات کو سیکیورٹی کی وجہ سے اس میں ہزار والٹ کا کرنٹ دوڑتا تھا۔

روزلی کا پلین بہت اچھا تھا کوئی اس پر شک بھی نہیں کرتا بلکہ ہر کوئی اس کی لاش دیکھ کر یہی سمجھتا کہ بھاگنے کی کوشش میں اس نے اس گیٹ کر چھو اور مر گئی۔

روزلی جلدی سے چھپ گئی اور مسکراتے ہوئے پارسا کو دیکھنے لگی جو اپنی موت کی جانب جا رہی تھی۔

پارسا نے گیٹ ہے پاس پہنچ کر مسکراتے ہوئے مڑ کر روزلی کو دیکھا جس کا اندھیرے میں بس ہیولا ہی نظر آرہا تھا۔ پھر پارسا نے اپنا ہاتھ گیٹ کی جانب بڑھایا۔ جیسے ہی اس نے گیٹ کو چھوا ایک دردناک چیخ اس کے حلق سے نکلی اور بجلی کے زوردار جھٹکے سے اس کا جسم اڑ کر زمین پر گرا۔

ساتھ ہی ہر طرف الارم بجنے لگے۔ روزلی نے مسکرا کر پارسا کے بے جان وجود کو دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی تھی۔



ڈیمین جو ابھی نیند کی دوائی لے کر سویا تھا اسکی آنکھ زوردار الارم بجنے کی آواز پر کھلی جس کا مطلب تھا کہ ضرور کسی نے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔

کہیں وہ اسکی بیلا کو نقصان پہنچانے تو نہیں آیا تھا۔ یہ خیال دل میں آتے ہی ڈیمن اپنی بندوق پکڑ کر اٹھا اور جلدی سے پار سا کے کمرے کی طرف بھاگا۔

"بیلا کہاں ہو تم؟"

ڈیمن نے جلدی سے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا لیکن کمرے کو خالی پا کر اس پر ایک جنون سا طاری ہو گیا تھا اسے ایسا لگنے لگا کہ اگر اسے پارسا نہیں ملی تو وہ سانس تک نہیں کے پائے گا۔ وہ بھاگتے ہوئے ہال میں آیا۔

"بب۔۔۔ باس وہ بیک یار ڈمیں وہ باس۔۔۔"

ایک گارڈ نے ڈرتے ہوئے کہا خوف سے وہ بول بھی نہیں پارہا تھا۔ ڈیمین بھاگتے ہوئے گھر کی پچھلی جانب آیا لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا دھڑکتا دل ایک بار بند ہوا تھا۔

!!!"بیلہ

ڈیمین کے ہاتھ سے بندوق گری اور وہ بھاگتے ہوئے پار سا کے پاس گیا جو بے جان حالت میں گھاس پر پڑی تھی۔

"بیلا آنکھیں کھولو پلیز بیلا۔۔۔"!!!

ڈیمین اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کوئی دیوانا ہی لگ رہا تھا جبکہ اپنا پلین کامیاب ہونے کے بعد باقی سب کے ساتھ وہاں آئی روزلی کو ڈیمین کی یہ پرواہ بہت زیادہ چبھی تھی۔

"بیلا پلیز ایسا مت کرو مر جاؤں گا میں آنکھیں کھولو۔۔۔"!!!

ڈیمین کی آواز میں اس وقت دنیا جہان کا کرب تھا جیسے کہ اگر اس لڑکی نے آنکھیں نہ کھولیں تو سچ میں اسکی دھڑکنیں تھم جائیں گی۔ لوکا بھاگ کر ان کے پاس آیا اور پارسا کی کلائی پکڑ کر اسکی نبض دیکھنے لگا۔

"یہ ابھی زندہ ہے ڈیمین ہمیں اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔۔۔۔911 کو کال کرو۔۔۔"

لوکا ایک آدمی کو دیکھتے ہوئے چلایا جو پہلے سے ہی ایمر جنسی نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

چند ہی پلوں میں تیز رفتار ایمبولینس وہاں پر موجود تھی۔ ڈیمین نے جلدی سے پارسا کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور ایمبولینس میں لے آیا۔ سارا راستہ ڈیمین اسے پکار کر اٹھانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

"وٹ دا ہیل وہ لڑکی وہاں تک پہنچی کیسے آخر؟ داخلی دروازے کے باہر تو گارڈز ہوتے ہیں کہاں مر گئے تھے وہ۔۔۔۔؟"

لوکا جو تیز رفتار گاڑی چلاتے ہوئے ایمبولینس کے پیچھے جا رہا تھا غصے سے کہنے لگا۔

"لوکا کام ڈاؤن۔۔۔۔"

ساتھ بیٹھی روزلی نے اسے اطمینان سے کہا۔

"کام ڈاؤن؟ تم نے ڈیمین کی حالت دیکھی ہے روز؟ شاید تم اندھی ہو چکی ہو کیونکہ اتنا وہ تب بھی نہیں تڑپا تھا جب اس کے ہاتھوں میں اسکی ماں نے دم توڑا تھا۔ یا تب جب صوفیا۔۔۔۔"

صوفیا کے نام سے آگے لوکا کچھ بول ہی نہیں پایا۔ اسکی پکڑ سٹیرنگ ویل پر حد سے زیادہ مضبوط ہو گئی تھی۔

"دعا کرو اس لڑکی کو کچھ نہ ہو روز نہیں تو ڈیمین نہ جانے کیا کر گزرے گا۔۔۔۔"

لوکا نے بے بسی سے کہا۔

فکر مت کرو کچھ نہیں کرے گا وہ لوکا میں سنبھال لوں گی اسے۔۔۔

روزی نے مسکراتے ہوئے سوچا تبھی وہ لوگ ہاسپٹل میں پہنچے جہاں پارسا کے نازک وجود کو سٹریچر پر ڈال کر ایمر جنسی میں لے جایا جانے لگا۔

"مسٹر مورٹی پلینز آپ یہاں ویٹ کریں۔۔۔۔"

ڈیمن کو بے چینی سے ساتھ آتا دیکھ ایک ڈاکٹر نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا جسے ڈیمن نے جھٹک دیا۔

"نہیں میں اسکے ساتھ جاؤں گا۔۔۔۔"

"پلینز مسٹر مورٹی سمجھنے کی کوشش کریں آپ یہیں ویٹ کریں۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن اگلے ہی لمحے ڈیمن نے ڈاکٹر کو گریبان سے پکڑ لیا۔

"اسے بچاؤ ڈاکٹر کیونکہ اگر اسے کچھ ہوا تو تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔"

ڈیمن نے اتنا کہہ کر ڈاکٹر کو جھٹکے سے چھوڑا تو ڈاکٹر جلدی سے ایمر جنسی وارڈ میں چلا گیا۔ لوکا نے اپنا ہاتھ ڈیمن کے کندھے پر رکھا جواب اپنے بال نوچ رہا تھا۔

"ڈیمن حوصلہ کرو یا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔"

ڈیمن نے لوکا کا ہاتھ جھٹکا اور ان دونوں کی جانب مڑا نیلی آنکھیں اس وقت شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"ہاں وہ ٹھیک ہو جائے گی، اسے ٹھیک ہونا ہو گا ورنہ۔۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔۔؟"

لوکا نے گھبرا کر پوچھا تو اگلے ہی پل ڈیمن نے لوکا کی پسٹل اس سے چھین کر اپنی کن پٹی پر رکھ دی یہ دیکھ کر روزلی تڑپ کر ڈیمن کے قریب ہوئی۔

"ورنہ میں اپنی مرنی ماں سے کیا وعدہ توڑ دوں گا اور یہاں سے اسکے ساتھ میری بھی لاش نکلے گی۔۔۔۔"

وہ دونوں حیرت سے ڈیمن کو دیکھ رہے تھے جو اس وقت کوئی دیوانا ہی دیکھائی دے رہا تھا۔

"ڈیمن پاگل ہو گئے ہو کیا؟"

روزلی روتے ہوئے چلائی۔ جان سے زیادہ چاہتی تھی وہ ڈیمن کو اور اسکے جان دینے کا خیال ہی روزلی کو ختم کرنے کے لیے کافی تھا۔

"ہاں پاگل ہو گیا ہوں روزلی ڈار سن کیونکہ آج میں اسے کھونے جا رہا ہوں جسے صرف دیکھ کر مجھے اپنی یہ عذاب زندگی پر سکون لگنے لگتی ہے۔ جسکا سوچ کر ہی یہ دنیا جو میرے لیے جہنم سے بھی بدتر ہے وہ مجھے جنت لگنے لگتی ہے اور مجھے اس دنیا میں نہیں رہنا جہاں میری بیلا نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمن روتے ہوئے چلایا اور آج تیرہ سال کے بعد روزلی نے اس شخص کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے اسے لگا تھا کہ ڈیمن نے تمام آنسو صوفیا کی موت پر بہا دیے تھے لیکن آج اسے اس لڑکی کے لیے روتا دیکھ روزلی مکمل طور پر بکھری تھی۔

"تم ایسا مت کہو ڈیمن اسے کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔"

لوکانے اس سے بندوق لینے کی کوشش کی لیکن ڈیمن نے جھٹکے سے لوکا کو خود سے دور کر دیا۔

"دعا کرو لوکا دعا کرو کہ وہ بچ جائے۔۔۔۔"

روزلی کے ساتھ ساتھ لوکانے بھی حیران ہو کر ڈیمن کو دیکھا کیونکہ منکر ڈیمن موریٹی اس وقت اسے دعا کرنے کا کہہ رہا تھا۔

روزلی سمجھتی تھی کہ وہ لڑکی صرف ڈیمن کا جنون ہے لیکن اسکی یہ حالت دیکھ کر روزلی کو اندازہ ہوا کہ وہ ڈیمن کے لیے صرف ایک ضد اور جنون سے بڑھ کر کئی زیادہ تھی۔

تقریباً دو گھنٹے وہ لوگ وہاں انتظار کرتے رہے تھے اور ان دو گھنٹوں میں روزلی نے پل پل ڈیمن کو مرتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ سوچ اسکے دماغ میں آرہی تھی کہ اگر وہ لڑکی سچ میں مرگئی تو کیا ڈیمن سچ میں اپنی ماں سے کیا وعدہ توڑ کر خود کو ختم کر لے گا۔۔۔

ہاں وہ ایسا ہی کرے گا۔

آواز روزلی کے دل سے آئی کیونکہ اس قدر کرب اور تکلیف میں تو روزلی نے ڈیمن کو تب بھی نہیں دیکھا تھا جب صوفیا اسکی باہوں میں دم توڑ رہی تھی۔

ڈیمن تب سے اپنی کمنیاں گھٹنوں پر رکھے سر جھکا کر وہ پسٹل اپنے ماتھے سے ٹکائے بیٹھا تھا کہ جیسے ہی اس لڑکی کی موت کی خبر آئے گی وہ ایک گولی سے خود کو بھی مٹا دے گا۔

بہت سے آنسو روزلی کی آنکھوں سے بہہ نکلے کیونکہ جو ڈیمن کی آنکھوں میں اس نے دیکھا تھا وہ صرف جنون نہیں اس لڑکی کے لیے عشق تھا بے پناہ عشق وہ عشق جو روزلی ڈیمن سے کرتی تھی۔

تبھی ڈاکٹر کمرے سے باہر آیا تو ڈیمن بے چینی سے اسکی جانب بڑھا۔

"شی از آل رائٹ مسٹر مور بیٹی خدا کا شکر ہے کہ بجلی نے انہیں جکڑنے کی بجائے جھٹکا دے کر دور اچھال دیا کیونکہ و لٹیج کافی سٹر انگ تھے اور اگر بجلی انہیں جکڑ لیتی تو ہم انہیں بچا نہیں پاتے۔۔۔ فلحال تو وہ بے ہوش ہیں لیکن ہوش میں آتے ہی آپ ان سے مل سکتے ہیں۔"

ڈیمین نے اطمینان سے اپنی آنکھیں موند لیں اور بہت سے آنسو ان بند پلکوں سے بہہ نکلے۔ روزلی نے گھائل مسکراہٹ کے ساتھ ڈیمین کو دیکھا کیونکہ وہ بھی جانتی تھی کہ اس لڑکی کے ہوش میں آتے ہی ڈیمین کو ہر بات معلوم ہونے والی تھی اور پھر اگر ڈیمین اس پر مہربان ہوا تو اگلے دن روزلی کا اس دنیا میں آخری دن ہونا تھا۔

کیونکہ ڈیمین موریٹی کی دنیا میں موت اس کے لیے سب سے چھوٹی سزا ہونی تھی۔



پوری رات انہوں نے ہسپتال میں بیٹھ کر گزاری تھی یہ ہسپتال کے رولز کے خلاف تھا لیکن کس میں اتنی جرات تھی جو ڈیمین موریٹی کو وہاں رکنے سے روکتا۔

"پیشنت کو ہوش آگیا ہے آپ ان سے مل سکتے ہیں۔۔۔۔"

ایک نرس کے آکر بتانے پر ڈیمین جلدی سے پارسا کے وارڈ کی جانب چل دیا۔ اسکے چہرے کی اس خوشی کو روزلی نے گھائل مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور خود بھی اٹھ کر دروازے کے پاس کھڑی ہو گئی۔

ڈیمین بہت دیر پارسا کے پاس موجود کرسی پر بیٹھ کر اسکی بند پلکوں کو دیکھتا رہا۔

"بیلا۔۔۔۔"

ڈیمن کے پکارنے ہر پارسانے ہلکی سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"یہ کیسے ہوا بتاؤ مجھے؟"

ڈیمن نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا لیکن پارسا ابھی بھی خاموش ہی رہی تھی۔ جبکہ دروازے کے باہر کھڑی روزلی اسکے ہونٹوں سے اپنا نام سننے کے لیے تیار تھی۔

"بتاؤ مجھے بیلا ورنہ یقین جانو اس گھر میں موجود ایک فرد کو بھی نہیں چھوڑوں گا میں۔۔۔۔"

ڈیمن کی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی تھی کیونکہ پارسانے سبھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آآآ۔۔۔۔ آپ کے دل میں رحم نہیں ہے کیا کیوں ہر وقت سب کو مارنے کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔۔"

پارسانے انتہائی ہلکی سی نرم آواز میں شکوہ کیا جبکہ ڈیمن نے اس کی آواز سن کر سکون سے آنکھیں موند لیں جیسے کہ خود کو یقین دلایا ہو کہ وہ ٹھیک ہے۔

"نہیں آتا مجھے رحم بیلا کسی پر نہیں آتا۔ رحم، محبت، چاہت یہ سب جذبے میرے دل میں صرف تمہارے لیے ہیں باقی سب کے لیے نفرت ہے صرف نفرت۔۔۔۔"

ڈیمین کے سفاکی سے کہنے پر پارسانے افسوس سے اسے دیکھا۔

"رحم کرنا سیکھیں سر جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔۔۔۔"

اتنا سا بول کر ہی پارسا کا سانس پھول چکا تھا اور دوائوں کے زیر اثر اسکی پلکیں پھر سے بھاری ہو رہی تھیں۔

"اگر تم نہیں چاہتی کہ میرے ہاتھوں کسی کو نقصان پہنچے تو مجھے بتا دو بیلا کہ یہ کیسے ہو اور نہ۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے اتنا کہہ کر اپنی مٹھیاں بہت زور سے بھینچ لیں۔ پارسا پہلے تو خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں نے کہا تھا کہ میں آپ کے پاس نہیں رہنا چاہتی۔۔۔۔۔ اپنے ماموں کے پاس جانا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ لیکن

آپ نے میری بات نہیں مانی اسی لیے رات کا فائدہ اٹھا کر میں چھپکے سے گھر سے باہر نکلی اور سوچا کہ کچھ

دروازے سے بھاگ جاؤں گی۔۔۔۔۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ اس میں کرنٹ ہے۔۔۔۔۔"

پارساتو اتنا کہہ کر خاموش ہو چکی تھی لیکن اسکی بات سن کر دروازے میں کھڑی روزلی وہیں بت بن چکی تھی۔ پارسا اچھے سے جانتی تھی کہ اسے اس دروازے تک بھیجنے والی روزلی تھی پھر اس نے ڈیمین کے سامنے اس کا نام کیوں نہیں لیا تھا۔

"لیکن جب میں نے اسے چھو تو مجھے بہت زیادہ درد ہوا اور پھر کچھ یاد نہیں۔۔۔۔"

پارسانے آہستہ سے کہا اور اپنی آنکھیں موند گئی جبکہ یہ سن کر ڈیمین جھٹکے سے اٹھا اور اپنے دونوں ہاتھ پارسا کے سر کے پاس رکھ کر اسکے قریب ہوا۔ ڈیمین کو یوں اپنے قریب دیکھ کر پارسا کی آنکھیں میں خوف اتر ا تھا۔

"یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی تھی بیلا اگر پھر کبھی تمہاری وجہ سے تمہیں زرا سی بھی تکلیف پہنچی ناں تو جو رحم کا لبادہ میں نے تمہارے لیے اوڑھا ہے ناں اسے بھی اتار دوں گا اور یقین جانو اس بے رحم ڈیمین کو تم دیکھنا بھی نہیں چاہو گی۔۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈیمین اس سے دور ہوا اور پارسا کا سینے میں اٹکا سانس پھر سے بحال ہو گیا۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"تو پھر مجھے جانے دیں سر۔۔۔۔۔ پلینز مجھے جانے دیں۔۔۔۔۔"

پارسانے روتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں بیلا کبھی بھی نہیں۔۔۔"

پارسابے بسی سے اپنی نم آنکھیں موندتی پھر سے دوائیوں کے زیر اثر نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔



روزلی پارسا اور ڈیمین کی باتیں سننے بعد سیدھا اپنے گاڑی کے پاس آئی اور تیز رفتار ڈرائیونگ کرتے ہوئے گھر کی جانب چل دی۔ بہت سوچنے کے بعد بھی اسے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس لڑکی نے ڈیمین کے سامنے اس کا نام کیوں نہیں لیا تھا۔

سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا لیکن ابھی بھی اس لڑکی کا ارادہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

گھر پہنچتے ہی ہر چیز کو نظر انداز کرتے روزلی سیدھا اپنے کمرے کی جانب سے چل دی۔

"روزلی ڈار سن۔۔۔"

لوکا کی آواز پر روزلی کے چلتے ہوئے قدم رک گئے۔

"مجھے اس وقت اکیلا چھوڑ دو لوکا۔۔۔۔"

روزلی اتنا کہہ کر وہاں سے جانے لگی لیکن لوکا نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے جکڑ لیا۔

"اتنے غصے میں کیوں ہو؟ کہیں اس وجہ سے تو نہیں کہ تمہارا پلین کامیاب نہیں ہوا۔۔۔۔"

لوکا کی بات پر روزلی کا سانس سینے میں ہی اٹک گیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

لوکا کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"تم نے کسے اتنا بے وقوف سمجھا ہے مجھے یا ڈیمن کو۔ دروازے پر پہرہ دیتے گا رڈ کو کلوروفارم سے بے ہوش کرنے والی وہ لڑکی تو ہو نہیں سکتی تھی۔ وہ بے چاری بھلا کلوروفوم کہاں سے لے کر آتی تو پھر انہیں بے ہوش کرنے والا کون تھا۔۔۔۔؟"

لوکا کے چہرے پر خطرناک مسکراہٹ دیکھ کر روزلی مزید گھبرا گئی۔

"تم جانتے ہو لوکا میں ڈیمن کو۔۔۔"

"پاگل ہو گئی ہو کیا روز جانتی ہوا گرڈیمن کو اس کو خبر ہوئی تو کیا حشر کرے گا وہ تمہارا۔۔۔ باپ اور بھائیوں کا انجام بھول گئی ہو کیا؟"

لوکا کے سختی سے کہنے پر روزلی کی سر مئی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"مجھے لگا تھا کہ ڈیمن کو بس اسکا جنون ہے جب وہ لڑکی نہیں رہے گی تو وہ جنون بھی ختم ہو جائے گا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ ڈیمن اس کو اس قدر چاہتا ہے کہ اس کے بغیر زندہ ہی نہیں رہے گا۔۔۔"

روزلی نے نم پلکوں سے لوکا کو دیکھتے ہوئے کہا تو لوکا نے اسے کندھوں سے پکڑا۔

"تم دل سے بری نہیں ہو روز میں یہ بات جانتا ہوں لیکن جو تم نے کیا ہے وہ بہت بڑا گناہ ہے جسکی ڈیمن کو خبر ہو گئی ناں تو وہ تمہیں میرے کہنے پر بھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔"

لوکا کی بات پر روزلی نے اپنا سر جھکا لیا۔

"مجھے اسکی ہر سزا قبول ہے۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر لوکا مسکرا دیا۔

"سزا تو تمہیں وہ لڑکی دے گی اگر دینا چاہے گی تو رہی ان گارڈز کی بات تو انکا منہ میں نے بند کر دیا ہے وہ ڈیمن کو کچھ نہیں بتائیں گے لیکن روزلی اگر اگلی بار تم نے ایسا کچھ کیا تو تمہیں بچانے کی بجائے تمہیں سزا دینے والا میں ہی ہوں گا۔۔۔۔"

لوکا نے اتنا کہہ کر روزلی کو جھٹکے سے چھوڑا اور وہاں سے چلا گیا جب کہ روزلی وہیں کھڑی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی کیونکہ لوکا مر تو سکتا تھا لیکن ڈیمن کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔



"یہاں میری طرف دیکھیے۔۔۔۔"

ڈاکٹر کی بات پر پارسانے اسکی جانب دیکھا تو پارسا کی آنکھوں میں لائٹ مار کر معائنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مسکرا دیا۔

"اب یہ بالکل ٹھیک ہیں میں ڈسچارج پیپرز تیار کروادیتا ہوں آپ انہیں گھر واپس لے کر جاسکتے ہیں۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے ڈیمین کو دیکھ کر کہا جس نے ہاں میں سر ہلایا تبھی پارسانے اپنی بائیں کلائی ڈاکٹر کے سامنے کی۔

"ڈاکٹر صاحب یہ آپ نے مجھے پہنایا تھا کیا اب اتر نہیں رہا۔۔۔۔"

پارسانے الجھن سے اپنی کلائی پر بندھے اس سفید رنگ کی شے کو دیکھا جو ویسے تو کنگن لگ رہا تھا لیکن ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود پارسا اسے اپنی کلائی سے نہیں اتار پائی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ تنگ تھا اور وہ کب سے یہی سوچ رہی تھی کہ وہ اس کی کلائی پر کب اور کیسے آیا۔

"آپ جاسکتے ہیں ڈاکٹر۔۔۔۔"

ڈیمین کی آواز پر ڈاکٹر نے ہاں میں سر ہلایا اور کمرے سے چلا گیا۔

"یہ میں نے تمہیں پہنایا ہے بیلا اور اب یہ کبھی نہیں اترے گا۔۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر پارسا کے ماتھے پر بل آئے۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا اسے ہسپتال میں رہتے ہوئے اور یہ سارا وقت ڈیمن نے ایک پل کے لئے بھی اسے تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ اسکی یہ فکر پارسا کو بہت پریشان کر رہی تھی۔

"تھینک یو سر لیکن یہ کنگن مجھے نہیں چاہیے۔۔۔"

پارسا کے منہ بنا کر کہنے پر ڈیمن کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔ وہ لڑکی جسے بس ایک کنگن سمجھ رہی تھی وہ دراصل ایک ٹریکس تھا۔ ڈیمن اب بالکل بھی اسکے معاملے میں لاپرواہ نہیں ہونے والا تھا۔

"چاہو یا نہ چاہو تمہیں اب یہ پہننا ہے۔۔۔"

پارسا کا منہ مزید برا بن گیا۔

"آپ کو پتہ ہے آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔۔۔"

پارسا کے نم آنکھوں سے کہنے پر وہ مسکرا دیا۔

"جانتا ہوں۔۔۔"

کچھ دیر کے بعد ہی پارسا کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور ڈیمین کافی زیادہ سیکیورٹی کے ساتھ اسے اپنے گھر واپس لے کر آیا تھا جیسے وہ بہت ہی قیمتی خزانہ ہو جسے کوئی بھی اس سے چرا سکتا تھا۔

"چلو بیلا گھر آ گیا۔۔۔"

گھر پہنچ کر ڈیمین نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو پارسا انکار میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں سر یہ میرا گھر نہیں ہے پلیز مجھے اپنے گھر جانے دیں اپنے ماموں کے پاس۔۔۔"

پارسا کی ہمیشہ والی ضد پر ڈیمین نے دانت کچکا کر اسے دیکھا۔

"چل رہی ہو یا اٹھا کر لے جاؤں؟"

ڈیمین کی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی کیونکہ پارسا فوراً ہی گاڑی سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے کی جانب چل پڑی تھی۔ اس کے کمرے میں آتے ہی دو ملازمین آکر اسے ٹھیک سے بیڈ پر لیٹانے لگیں۔

"پلیز آپ ایسا مت کریں میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

پارسانے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم ٹھیک نہیں آج سے یہ دونوں ہر وقت تمہارے ہر کام کیلئے تیار رہیں گی تمہاری جو بھی خواہش ہوگی وہ پلک جھپکتے ہیں پوری کی جائے گی لیکن بیلا۔۔۔۔"

ڈیمن جو سینے پر ہاتھ باندھے دروازے میں کھڑا یہ بات کہہ رہا تھا ایک پل کو رکا تو پارسانے سہم کر اسے دیکھا۔

"کبھی ایسی بیوقوفی دوبارہ مت کرنا ورنہ تم جانتی نہیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔۔"

ڈیمن اسے وارن کرتا وہاں سے چلا گیا اور پارسا کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"میم آپ کو کچھ چاہیے؟"

پارسا کے انکار میں سر ہلانے پر ملازمہ بھی وہاں سے چلی گئی اور اس کے جاتے ہی پارسا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"میری مدد کریں یا اللہ پاک میں یہاں نہیں رہ سکتی مجھے اس قید سے نکال دیں بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔۔۔"

پارسانے نم آنکھوں سے التجا کی اور آنکھیں موند گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہی اسے ایسا لگا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور روزلی کو دیکھا جو دروازے میں کھڑی اڑے دیکھ رہی تھی۔

اسے دیکھتے ہی پارسا سہم کی اٹھ بیٹھی۔

"کک۔۔۔ کیوں آئی ہو تم یہاں چلی جاؤ یہاں سے۔۔۔"

پارسانے خود کو مضبوط کرتے ہوئے کہا لیکن آواز سے خوف صاف چھلک کر رہا تھا۔

"چلی جاؤں گی بس میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔۔۔"

روزلی اس کے قریب آئی تو پارسا اس سے سہم کر دور ہو گئی۔

"تم بری ہو بہت بری۔۔۔ میں نے تم پر بھروسہ کیا اور تم نے۔۔۔"

پارسانے روتے ہوئے کہا تو روزلی اپنی ہی جگہ پر رک گئی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم بہت بری ہوں میں اور مجھ جیسے برے انسان کو بری سے بری سزا ملنی چاہیے تو پھر تم نے مجھے سزا سے کیوں بچایا؟ بولو کیوں جھوٹ بولا تم نے ڈیمن کو۔۔۔؟"

روزلی نے بے چینی سے پوچھا ایک ہفتے سے پارسا کی اس حرکت نے روزلی کو چین سے سونے بھی نہیں دیا تھا۔

"کیونکہ اگر میں انہیں بتا دیتی تو باقی سب کی طرح وہ آپ کو بھی بہت زیادہ مارتے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔۔۔"

اتنے عرصے میں پارساتا تو سمجھ چکی تھی کہ ڈیمن اسکو چھونے والے کا بھی بہت برا حال کرتا ہے تو پھر یہ سچائی جان کر وہ نہ جانے روزلی کے ساتھ کیا کرتا اسی لئے پارسانے اس سے یہ سچ چھپایا تھا۔

"کیوں نہیں چاہتی تھی تم کہ مجھے تکلیف ہو۔ میں نے تمہیں مارنے کی کوشش کی تو کیوں بچانا چاہتی تھی تم مجھے۔۔۔"

روزلی اچانک ہی آگے بڑھ کر غصے سے پوچھنے لگی تو پارسا سہم کر اس سے دور ہو گئی۔

"کیونکہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہونے پر وہ تکلیف مجھے ہوتی۔۔۔"

پارسا کی بات پر روزلی کی پلکیں نم ہو گئیں اور اس نے حیرت سے پارسا کے معصوم چہرے کو دیکھا۔

"ٹھیک کہا تھا ڈیمین نے میں تمہارے سائے کی برابر ہی بھی نہیں کر سکتی۔۔۔"

روزلی کی بات پر پارسانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"جی؟"

پارسا کی معصومیت پر روزلی مسکرا دی۔

"میں جانتی ہوں جو میں نے کیا تھا وہ قابل معافی تو نہیں لیکن کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟"

روزی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بہت زیادہ امید سے پوچھا اور اس کی یہ امید دیکھ کر پار سا کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک ہے میں نے آپ کو معاف کیا لیکن پلیز اب آپ کبھی میرے پاس مت آنا۔۔۔"

پار سا کے ڈرنے پر روزلی مسکرا دی۔

"non preoccuparti angelo carino non ti farò mai del male
perché sei la vita di damon e lui è la mia vita."

فکر مت کرو پیاری پری میں تمہیں کبھی تکلیف نہیں پہنچاؤں گی کیونکہ تم ڈیمن کی زندگی ہو اور میری زندگی
(ہے)

روزی اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی جبکہ اسکا کہا ایک ایک لفظ پار سا کے سر سے گزر گیا تھا۔



"وہاب تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔۔۔"

وہاب صاحب اپنے دوست کی آواز پر اپنا کام چھوڑ کر جلدی سے اس کی جانب چل دیے۔

"کیا ہوا؟"

وہاب صاحب کے بے چینی سے پوچھنے پر ان کا دوست مسکرا دیا۔

"یہ رہا تمہارا امریکہ کا وزٹ ویزہ اور یہ رہی تمہاری دو دونوں کے بعد کی ٹکٹ۔ اب تم جا کر اپنے بچوں کو ڈھونڈو اور پریشان رہنا چھوڑ دو۔۔۔۔"

کچھ چیزیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کر وہاب صاحب کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"بہت شکریہ دوست تم جانتے نہیں تم نے میری کتنی بڑی پریشانی حل کر دی ہے۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی بات پر ان کے دوست نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا۔

"آخر دوست ہوتے کس لیے ہیں۔۔۔۔ خیر سے جاؤ خیر سے آؤ، اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا تو ان کا دوست ہوں وہاں سے چلا گیا۔ وہاب صاحب نے نم آنکھوں سے ان کاغذات کو دیکھا۔

"میں آ رہا ہوں میرے بچو تم دونوں کو ڈھونڈ کر رہوں گا میں۔۔۔"

وہاب صاحب نے اعتماد سے کہا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے آسمان کو دیکھنے لگے۔

"یا اللہ میرے بچوں کی حفاظت کرنا۔۔۔"

انہوں نے دل سے التجا کی لیکن وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہاں کتنی ہی مشکلات ان کا انتظار کر رہی تھیں۔



ڈیمین پار سا کے پاس سے سید ھالو کا کے پاس آیا۔ ایک ہفتے تک تو پار سا کی پریشانی میں اس نے اس بات کو نظر انداز کیا تھا لیکن اب وہ جاننا چاہتا تھا کہ سیکورٹی کے باوجود پار سا گھر سے نکلنے میں کامیاب کیسے ہوئی۔۔۔

"لوکا۔۔۔"

ڈیمن کے پکارنے پر لوکا اس کی جانب مڑا۔

"وہ گارڈز کہاں ہیں جن کی ہال کے دروازے پر ڈیوٹی تھی؟"

ڈیمن کا غصہ دیکھ کر لوکا نے گہرا سانس لیا۔

"میں نے ان سے پوچھنا تھا کہ ڈیمن لیکن ان کا کہنا ہے کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ پار سا کب ان کے پاس سے چلی گئی۔۔۔۔"

یہ سن کر ڈیمن نے اپنی مٹھیاں بھیچ لیں۔

"نشہ کر کے ڈیوٹی دے رہے تھے کیا وہ دونوں۔۔۔ لوکا مجھے وہ تہ خانے میں چاہیں ان کی لاپرواہی کی وجہ سے میں اسے کھو دینے والا تھا۔"

لوکا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"فکر مت کرو ڈیمن ایسا ہی ہو گا لیکن فلحال مجھے کچھ اور زیادہ پریشان کر رہا ہے۔۔۔۔"

لوکا کی بات پر ڈیمن کے ماتھے پر بل آئے۔

"ہمیں مارشل کو مروائے اتنا عرصہ ہو گیا ہے لیکن ان لوگوں کی طرف سے کوئی خاص رد عمل ہی نہیں یہاں تک کہ ابھی تک انہوں نے کوئی نیا کاپو بھی نہیں بنایا اس کا مطلب۔۔۔۔۔"

"اس کا مطلب کوئی اور ہے جو چھپ کر شکاگو مافیا کو لیڈ کر رہا ہے۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے لوکا کی بات کاٹ کر کہا تو لوکا نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"اور یہ جو کوئی بھی ہے ڈیمن اس میں اتنی طاقت ضرور ہے کہ وہ کسی اور کو کاپو بننے نہیں دے رہا۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے کچھ سوچتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

"فکر مت کرو لوکا جلد ہی ہم اس کا پتہ بھی لگوا لیں گے لیکن فلحال میں ان گارڈز کو سخت سے سخت سزا دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"

لوکانے گہرا سانس لیا۔ روزلی کی سچائی چھپا کر اسے لگ رہا تھا کہ وہ ڈیمین کو دھوکہ دے رہا ہے۔

"ٹھیک ہے ڈیمین میں خود انہیں تہ خانے میں ڈال کر سزا دوں گا تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہوناں؟"

ڈیمین نے ہلکا سا مسکرا کر اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھا۔

"پوری دنیا میں صرف تم پر ہی بھروسہ کر سکتا ہوں۔۔"

لوکا بھی اسکی بات پر مسکرا دیا۔ اس وقت وہ اسکا بچپن کا دوست ڈیمین تھا۔

"تو تمہاری لڑکی کا کیا بنا تم سے شادی کے لیے مانی یا نہیں؟"

پارسا کے ذکر پر ہی ایک مسکراہٹ ڈیمین کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔

"نہیں۔۔۔"

لوکانے حیران ہو کر ڈیمین کو دیکھا۔

"لیکن کیوں؟ آخر کون سی لڑکی ہوگی جو حد سے زیادہ امیر اور ہینڈ سم مرد کو منع کرے گی۔۔؟"

لوکا کے سوال پر ڈیمین کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"میری بیلا۔۔۔"

"لیکن کیوں؟"

لوکا نے الجھ کر پوچھا۔

"کیونکہ اسکے خدا کا حکم ہے کہ وہ صرف ایک مسلمان سے شادی کر سکتی ہے۔۔۔"

یہ سن کر لوکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"بس اتنی سی وجہ۔۔۔۔؟"

ڈیمین نے اپنی نیلی آنکھوں سے لوکا کی جانب دیکھا۔

"اسکے لیے یہ وجہ زندگی سے بڑھ کر ہے۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈیمین وہاں سے چلا گیا اور لوکا ابھی تک اس عجیب سی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا نام پارسا تھا۔



پارسا بے بسی سے کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر باہر بنے خوبصورت لان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے لگنے لگا تھا کہ وہ کوئی چڑیا جسے ایک سونے کے پنجرے میں قید کیا گیا ہے۔ وہ پنجرہ ہے تو بہت خوبصورت لیکن ہے تو ایک پنجرہ ہی ناں جس میں کوئی بھی رہنا پسند نہیں کرتا۔

"ہائے پر پیٹی اینجل۔۔۔۔"

اپنے عقب سے آنے والی آواز پر پارسا گھبرا کر پلٹی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

پارسا نے روزلی کو دیکھ کر گھبراتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے باتیں کرنے آئی ہوں مجھے لگا تم اکیلے رہ کر بور ہو گئی ہو گی تو کیوں ناں ہم ایک دوسرے کی تنہائی بانٹ لیں۔۔۔۔؟"

روزلی کے پوچھنے پر پارسانے انکار میں سر ہلایا۔

"دیکھو میں جانتی ہوں کہ میرا پہلا امپریشن بہت برا تھا لیکن تم نے مجھے معاف تو کر ہی دیا ہے تو پھر سے بھروسہ بھی کر لو۔۔۔۔"

پارسانے پھر سے انکار میں سر ہلایا۔

"معاف کرنا آسان ہوتا ہے لیکن بھول کر بھروسہ کرنا بہت زیادہ مشکل۔۔۔۔"

روزلی نے گہرا سانس لے کر ہاں میں سر ہلایا۔

"جانتی ہوں۔۔۔۔۔ لیکن اپنا بھروسہ قائم کرنے کے لیے میں کچھ بھی کروں گی کہو تو جا کر اسی گیٹ کر چھو لوں؟"

روزلی کے پوچھنے پر پارسانے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"اگر تمہاری خاموشی کا مطلب ہاں ہے تو میں جا کر زرا گیٹ کو ہاتھ لگا کر تمہارا درد محسوس کرتی ہوں۔۔۔۔"

روزلی نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا تو پارسا گھبرا کر اس کے قریب ہوئی۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔۔"

روزلی مسکرا کر اسکی جانب مڑی۔

"ٹھیک ہے پھر بھروسہ مت کرو لیکن مجھے بھروسہ قائم کرنے کا ایک موقع تو دے سکتی ہوناں؟"

روزلی کہ بہت امید سے پوچھنے پر پارسا کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر بہت سوچ کر ہاں میں سر ہلایا۔

"فینٹاسٹک۔۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر کہا تبھی ایک میڈ دروازہ کھٹکھٹا کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"میم ڈیمن سر آپ کو کھانے کے لیے بلا رہے ہیں۔۔۔۔"

میڈ نے پارسا سے کہا۔

"مجھے نہیں جانا۔۔۔۔"

"تم چلو ہم آتے ہیں۔۔۔۔"

روزلی نے پارسا کی بات کاٹ کر کہا تو پارسا منہ بنا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم منع کرو گی تو کیا وہ تمہیں اکیلا چھوڑ دے گا؟ جانتی تو ہو اس کی ضد کو کسی نہ کسی طرح سے تمہیں اپنے ساتھ کھانا کھانے پر مجبور کرے گا تو مجبور ہونے کی بجائے شرافت سے چل پڑو ناں۔۔۔۔"

پارسا روزلی کی بات پر خاموش ہو گئی۔

"لیکن میں ایسا کیوں کروں مجھے یہاں نہیں رہنا ڈیمن سر سمجھتے نہیں۔۔۔۔"

پارسانے بے بسی سے روتے ہوئے کہا تو روزلی آگے ہوئی اور اپنے ہاتھ پارسا کے کندھے پر رکھے۔

"تم اپنی طاقت سے خود واقف نہیں ہو پریٹل اینجل۔۔۔۔ ڈیمن کے لیے تم صرف ایک ضد نہیں ہو جان سے زیادہ چاہتا ہے وہ تمہیں۔۔۔۔"

روزلی نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس مسکراہٹ کے پیچھے بے پناہ درد چھپا تھا۔

"لیکن میں ان کی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔"

پارسانے بے بسی سے کہا۔

"تو اسے دیکھاؤ اینجل کہ تم اس سے بالکل الگ ہو تاکہ اس کے پاس دوہی راستے رہیں یا تم سے دور جانا یا تمہارے جیسا بننا۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر پارسا خاموش ہو گئی۔

"اب نیچے چلو پر یٹی اینجل اور اسے دیکھاؤ کہ تم کمزور نہیں ہو بلکہ تمہارا ایمان تمہاری طاقت ہے پھر دیکھنا ڈیمین اس طاقت کے سامنے جھک جائے گا اور وہ تمہاری جیت ہوگی۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر پارسانے نم پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو کیا وہ مجھے آزاد کر دیں گے؟"

روزلی نے کچھ دیر سوچا پھر مسکرا دی۔

"ہاں ہو سکتا ہے وہ تمہیں آزاد کر دے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود اس قید سے آزاد ہو جائے جو اسے خود بھی نظر نہیں آتی۔۔۔۔"

پارسانے نا سمجھی سے روزلی کو دیکھا۔

"سمجھ جاؤ گی تم کبھی میری یہ بات خیر ابھی نیچے چلتے ہیں اس سے پہلے کہ ڈیمین خود یہاں پر آجائے۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلا کر اپنا حجاب ٹھیک کیا اور روزلی کے ساتھ اس بڑے سے ڈانگ ہال میں آگئی جہاں صبح میز پر دنیا جہان کا کھانا پڑا تھا۔

"بیٹھو بیلا۔۔۔"

ڈیمین کے کہنے پر پارسا میز کے دوسرے کونے پر بیٹھ گئی اور خاموشی سے سر جھکا کر اپنے ہاتھ مسلنے لگی جبکہ روزلی اسے وہاں چھوڑ کر جا چکی تھی۔

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔۔۔"

پارسانے سنجیدگی سے کہا اور سامنے پڑے کھانے کو طائرانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"فکر مت کرو آج کھانے میں ایسا کچھ بھی نہیں جسے نہ کھانے کا تمہیں حکم ملا ہے۔۔۔۔"

"شکریہ سر۔۔۔۔"

پارسانے سنجیدگی سے کہا اور سامنے پڑے فرائڈ رائس پلیٹ میں ڈال کر کھانے لگی۔ وہ بس جلدی سے کھانا کھا کر یہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن یہ اسکا خواب ہی تھا کیونکہ جیسے ہی کھانا کھا کر وہ اٹھی ڈیمین کی آواز اسکے کانوں میں پڑی۔

"ابھی بیٹھو بیلا ابھی مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔۔۔"

پارسا گہرا سانس لے کر وہاں بیٹھ گئی اور اضطراب سے اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"خوش کیوں نہیں ہو تم کیا چاہتی ہو بیلا؟"

ڈیمین کے سوال پر پارسانے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں اپنے ماموں کے پاس۔۔۔"

"اسی ماموں کے پاس جس کے بیٹے نے تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا تھا؟"

ڈیمن کے سوال پر پارسا کا سر شرمندگی سے جھک گیا اور بہت سے آنسو اس کی پلکوں سے بہہ نکلے۔

"میرے ماموں ویسے نہیں ہیں وہ بہت زیادہ اچھے ہیں پر مجھے اس شخص کے بارے میں بات نہیں کرنی۔۔۔۔"

پارسا نے اپنی مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"لیکن میں نہیں چاہتا بیلا کہ تم یہاں سے جاؤ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ میرے پاس رہو میری ہو کر۔۔۔۔"

"یہ ممکن نہیں ہے سر۔۔۔۔"

پارسا نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"کیوں ممکن نہیں؟"

"اس سوال کا جواب میں آپ کو کئی بار دے چکی ہوں۔۔۔۔"

پارسا کے سختی سے کہنے پر ڈیمن اپنی جگہ سے اٹھا اور پارسا کے پاس آکر اپنے دونوں ہاتھ اسکی کرسی کی پشت پر رکھتے ہوئے اسکے قریب ہوا تو پارسا سہم کر اپنی آنکھیں میچ گئی۔

"تم جانتی بھی ہو کہ میری بیوی بن کر تمہاری زندگی کیسی ہوگی؟ کبھی سوچا ہے کہ ایک ملکہ کی طرح زندگی گزارنا کیسا ہو سکتا ہے؟"

ڈیمن نے اسکی لرزتی پلکوں کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے ملکہ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔۔۔"

پارسا کے سختی سے کہنے پر ڈیمن قہقہے لگا کر ہنسنے لگا اور اس سے دور ہوا۔

"جب تم جانتی ہی نہیں کہ ملکہ کی زندگی کیسی ہوتی ہے تو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمہیں میری ملکہ بننے میں دلچسپی نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے ایک دلکش آواز میں کہا جبکہ پارسا اب الجھن سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

پارسانے اکتا کر پوچھا۔

"ایک موقع۔۔۔"

"موقع؟"

پارسانے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بیلا ایک موقع، تمہاری زندگی کے دس دن جن میں میں تمہیں یہ دکھاؤں گا کہ میری ملکہ کی زندگی کیا ہو سکتی ہے اس کے بعد دیکھیں گے کہ تمہارا جواب کیا ہوتا ہے۔۔۔۔"

ڈیمین کے بھرپور اعتماد پر پارسا اپنی مٹھیاں بھیج کر رہ گئی۔

"میرا جواب پھر بھی انکار ہی ہوگا۔۔۔۔"

"بہت یقین ہے تمہیں؟ اسی طرح مجھے بھی یقین ہے بیلا کہ جو دنیا میں تمہیں دیکھاؤں گا اسے دیکھنے کے بعد تم میری ہو کر ہی رہو گی۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن پارسا بھی انکار میں سر ہلا رہی تھی۔

"اسکا مطلب تم ڈرتی ہو بیلا کہ دنیا کی رنگینی تمہارے ایمان پر بھاری پڑھ جائے گی۔۔۔۔"

پارسا نے فوراً انکار میں سر ہلایا۔

"تو ثابت کرو، اپنے دس دن مجھے دینے کے بعد انکار کر کے ثابت کر دینا کہ میں غلط ہوں لیکن بیلا ان دس دنوں میں ایک بار بھی یہاں سے جانے کا ذکر نہیں کرو گی تم۔۔۔۔"

پارسا انکار کرنا چاہ رہی تھی اسے بتانا چاہ رہی تھی کہ اسکے ایمان کو کسی امتحان سے گزرنے کی ضرورت نہیں پھر روزلی کی بات اسے یاد آئی کہ اسے ڈیمن کو اپنی اہمیت دیکھائی تھی اسے ثابت کرنا تھا کہ وہ اس سے الگ ہے۔۔

"اور اگر میرا جواب پھر سے انکار ہوا تو؟"

پارسا کے سوال پر ڈیمن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اگر دس دنوں کے بعد بھی میرا جواب انکار ہوا تو وعدہ کریں کہ آپ مجھے یہاں سے جانے دیں گے۔۔۔۔"

پارسا کی مانگ پر ڈیمن خاموشی سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا جسے دیکھ کر ہی ڈیمن کو دنیا کتنی حسین لگ رہی تھی۔ وہ اسے کبھی بھی خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسے یہ موقع چاہیے تھا کسی بھی حال میں۔

"ٹھیک ہے بیلا میں وعدہ کرتا ہوں کہ دس دن کے بعد بھی تمہارا جواب انکار ہوا تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا لیکن یقین کرو بیلا تمہارا جواب انکار نہیں ہوگا۔۔۔۔"

ڈیمن نے مسکراتے ہوئے بھرپور اعتماد سے کہا جبکہ اس کا وعدہ سن کر پارسا بھی مسکرا دی۔

"آپ بھی یقین کریں سر میرا جواب انکار ہی ہوگا۔۔۔۔"

پارسانے بھی بھرپور اعتماد سے کہا۔ ڈیمن کو اپنی دولت اور تعیشات پر پورا یقین تھا کہ کوئی بھی اس سے منہ نہیں پھیر سکتا تھا جو ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے۔

اور پارسا کو اپنے ایمان پر پورا یقین تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ کس کا یقین ٹوٹنا تھا۔

"لوکا۔۔۔۔۔"

پارسا کو دیکھتے ہوئے ڈیمین نے لوکا کو پکارا جو تھوڑی دیر کے بعد ہی وہاں پر آیا تھا۔

"ہاں ڈیمین۔۔۔۔۔"

"سب تیار کرو کل ہم اٹلی جا رہے ہیں؟"

پارسا نے اس بات پر گھبرا کر ڈیمین کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اٹلی؟"

"ہاں بیلا وہاں جہاں کامیں بادشاہ ہوں اور جہاں تمہیں یہ احساس ہو گا کہ ایک ملکہ ہونا کیسا ہوتا ہے۔۔۔۔۔"

یہ سن کر پار سامزید گھبرا گئی۔ وہ یہاں سے نہیں جانا چاہتی تھی اگر اس کے ماموں یہاں اسے لینے آجاتے اور وہ یہاں نہیں ہوتی تو۔

"لل۔۔۔ لیکن میں اٹلی کیسے جاسکتی ہوں میرے پاس ویزہ۔۔۔۔"

"میرے ساتھ ہوتے ہوئے تمہیں کبھی بھی کسی چیز کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں بیلا۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا اور پار سا اپنے ہاتھ بے چینی سے مسلنے لگی۔ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی لیکن اسے یہ چیلنج جیتنا تھا کیونکہ یہی اسکی آزادی کا واحد ذریعہ تھا۔



ریمو مسکرا کر اپنے سامنے ڈانس کرتی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو نیم برہنہ حالت میں اپنی ادائیں دیکھانے میں مصروف تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو اسے ناچنا کہتے ہیں اس سے بہتر تو میں کر لوں۔۔۔۔"

ریمو نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ لڑکی گھبرا گئی۔

"میری جان ایسے مردوں کو نہیں لبھایا جاتا کل تک ٹھیک سے ادائیں نہ دیکھائیں تو ادائیں دیکھانے کے لیے یہ خوبصورت ٹانگیں ہی نہیں رہیں گی۔۔۔۔"

ریمو کے سفاکی سے کہنے پر وہ لڑکی سہم کر رونے لگی۔ ریمو نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور کمرے میں داخل ہوئے چارلز کو اپنے پاس بلایا۔

"ڈیمین کی اس لڑکی کا کیا بنا؟ لگتا ہے بوڑھا ہو جاؤں گا میں اس کے انتظار میں۔۔۔۔"

ریمو کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر چارلز گھبرا گیا۔

"باس ڈیمین سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتا ہے ایک پل کے لیے بھی اسے تنہا نہیں چھوڑتا۔۔۔۔۔"

یہ سن کر ریمو نے اپنے دانت کچکچائے۔

"کچھ بھی کرو مجھے وہ لڑکی اپنے پاس چاہیے۔۔۔۔"

ریمو کے ضدی انداز میں کہنے پر چارلز پریشان ہو گیا۔

"لیکن کیسے باس۔۔۔؟"

ریمو کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"موقع صرف ایک موقع۔۔۔"

ریمو نے اتنا کہہ کر گہرا سانس لیا۔

"چھپ چھپا کر سائے کی طرح ساتھ رہو ان کے وہ لڑکی ضرور ایک موقع دے گی اور وہی موقع ہمیں نہیں
چھوڑنا۔۔۔"

چارلز نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"بہت امید ہے مجھے چارلز تم سے وہ امید مت توڑنا ورنہ تم جانتے نہیں کہ میں امید توڑنے والوں کا کیا حال کرتا
ہوں۔"

ریمو کے دھمکانے پر چار لڑنے گھبرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس لڑکی کے ملنے پر ریمو نے اسکا کیا حال کرنا تھا۔



اگلے دن ہی ڈیمن نے پارسا کو اپنے ساتھ اٹلی چلنے کا کہا تھا۔ پارسا جانا تو نہیں چاہ رہی تھی لیکن وہ مجبور تھی اسے کسی بھی حال میں آزاد ہونا تھا۔ اپنی دنیا میں جانا تھا۔

پارسا کو جب پتہ لگا کہ وہ پلین سے جا رہے ہیں تو وہ مزید پریشان ہو گئی کیونکہ اسے جہاز سے ڈر لگتا تھا۔ یہ ہوائی جہاز اس سے بہت زیادہ الگ تھا جس سے وہ امریکہ آئی تھی کیونکہ اس ہوائی جہاز میں بس وہ ڈیمن، روزلی اور لوکا ہی مسافر تھے اور جہاز اندر سے ایسے لگتا تھا جیسے کہ کوئی ہوٹل ہو۔

تقریباً بارہ گھنٹے کی فلائٹ کے بعد وہ اٹلی کے شہر وینس پہنچے تھے اور ایئر پورٹ سے نکل کر شہر میں داخل ہو کر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

وہ سب تھا ہی اتنا خوبصورت۔ سڑکوں کی جگہ وہاں پر پانی تھا اور گاڑیوں کی جگہ کشتیاں۔ یہاں تک کہ رنگ برنگے خوبصورت گھر بھی پانی پر تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا شہر ہی پانی پر تیر رہا ہو۔۔۔

پارسا حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر چیز کی خوبصورتی کو دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اسے یہ بھی خیال نہیں رہا کہ وہ ارد گرد دیکھتے ہوئے پانی میں گرنے والی تھی ہوش تو اسے تب آیا جب ڈیمن نے اپنے ہاتھ اسکے کندھوں پر رکھ کر اسے گرنے سے روکا تھا۔

"دھیان سے بیلا میں نہیں چاہوں گا کہ صرف وینس کی ایک جھلک دیکھ کر ہی تم گر جاؤ۔۔۔"

ڈیمین کے مسکرا کر کہنے پر پارسانے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔ لیکن وہ بھی کیا کرتی وہ پریوں سی دنیا تھی ہی اتنی خوبصورت۔

وہ لوگ ایک کشتی میں بیٹھ کر شہر کے سب سے خوبصورت ہوٹل میں آئے لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ ہوٹل مکمل طور پر خالی تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر پارسانے باہر موجود بالکونی کو دیکھا تو مسکرا کر اس طرف چل دی۔ صبح بالکونی خوبصورت کرسیوں اور پھولوں سے سجی ہوئی تھی جبکہ سامنے ہی افق میں ڈوبتا سورج اس خوبصورت شہر کو لال روشنی دے کر مزید خوبصورت بنا رہا تھا۔

"تو کیسا لگا تمہیں ہمارا اٹلی؟"

اپنے پیچھے سے روزلی کی آواز سن کر پارسا اسکی جانب مڑ کر مسکرا دی۔

"بہت زیادہ خوبصورت ہے آپکا ملک۔۔۔"

پارسانے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنا حجاب اتار کر وضو کی غرض سے اپنے بازو فولڈ کرنے لگی۔

"واؤ یار کتنے خوبصورت بال ہیں تمہارے! نہیں چھپا کر کیوں رکھتی ہو۔۔۔"

روزلی نے اسکی کمر پر پھیلے بالوں کو دیکھتے ہوئے کہا جو کیچر میں بندھے اپنی خوبصورتی بیان کر رہے تھی۔ پارسانے مسکرا کر روزلی کو دیکھا۔

"کیونکہ عورت ایک خزانہ ہوتی ہے جسے چھپا کر رکھنا پڑتا ہے اگر ہم اسے کھلا چھوڑ دیں تو بہت سی غلیظ نظریں اس خزانے پر اٹھنے لگتی ہیں۔۔۔"

پارسانے مسکراتے ہوئے روزلی کو بتایا جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"واؤ اتنی اچھی باتیں کیسے کر لیتی ہو تم؟"

روزلی نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں وہی کہتی ہوں جو مجھے میرے مزہب نے سکھایا ہے۔۔۔"

روزلی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اسکی بات پر گہری ہو گئی۔

"اور ویسے بھی پردہ ہمارے اللہ کا حکم ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری اپنی حفاظت ہوتا ہے۔۔۔۔"

اچانک ہی پارسا کو ایک خیال آیا تو وہ مسکرا کر روزلی کے پاس آئی۔

"آپ ٹرائے کرو گی حجاب؟"

"میں؟"

روزلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر اسے نے کندھے اچکا کر ہاں میں سر ہلایا تو پارسا مسکرا کر اپنا حجاب اور ابایا پکڑ لائی۔

پہلے اس نے روزلی کو وہ کالے رنگ کا عبایا پہنایا اور پھر اس کے لال بالوں کو باندھ کر نفاست سے اسکا حجاب کرنے لگی۔

"آئینہ دیکھیں۔۔۔۔"

پارسا کے کہنے پر روزلی نے مڑ کر آئینہ دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ اس حلیے میں وہ حد سے زیادہ پیاری اور معصوم لگ رہی تھی۔

"اومائے گاڈ مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں اتنی زیادہ پیاری ہوں تمہاری طرح ہی کیوٹ سی لگ رہی ہوں ناں۔۔۔"

روزلی نے حجاب کو چھوتے ہوئے کہا تو پارسا مسکرا دی۔

"یہ پردے کا نور ہے۔۔۔"

روزلی مسکرا کر پارسا کی جانب مڑی اور اسے اپنے گلے سے لگالیا۔ پارسا کی آنکھیں اسکی حرکت پر حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم بہت زیادہ اچھی ہو پریٹی اینجل مجھے اپنی آخری سانس تک افسوس رہے گا کہ میں نے تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا پلینز مجھے معاف کر دینا۔۔۔"

پارسا نرم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"میں نے آپ کو تب ہی معاف کر دیا تھا جب آپ نے مجھ سے معافی مانگی تھی۔۔۔"

"تو کیا تم مجھ سے دوستی کرو گی؟"

روزلی نے اسکے ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو پارسانے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"تھینک یو سو مچ۔۔۔"

پارسانے وقت دیکھا اور وضو کر کے نماز پڑھنے چلی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ اور روزلی کتنی ہی دیر بیٹھ کر باتیں کرتی رہی تھیں۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟"

کافی باتیں کرنے کے بعد پارسا کے گھبرا کر پوچھنے پر روزلی مسکرا دی۔

"ہاں ضرور۔۔۔۔۔"

"کیا آپ ڈیمن سر سے پیار کرتی ہیں؟"

روزلی نے پہلے حیرت سے پارسا کو دیکھا پھر اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے دور موجود کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ یہ بات؟"

"آپ کی آنکھوں میں دکھتا ہے۔"

پارسانے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔ روزلی نے ایک گھائل مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"ہاں کرتی ہوں بہت زیادہ کرتی ہوں اور تب سے کرتی ہوں جب صرف چودہ سال کی تھی لیکن اس نے کبھی مجھے نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔۔۔۔"

روزلی کی آواز میں بہت زیادہ دکھ تھا جو پارسا کو بھی دکھی کر رہا تھا۔

"آئی ایم سوری میری وجہ سے وہ آپ سے دور ہوئے لیکن یقین جانیں میں انکا ساتھ اپنے لیے نہیں چاہتی کیونکہ ہم ایک نہیں ہو سکتے۔۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"جانتی ہوں لیکن وہ یہ نہیں جانتا یا شاید جانتے ہوئے سمجھنا نہیں چاہتا۔۔۔۔"

روزلی نے دکھ سے کہا۔

"اس نے زندگی میں جس سے بھی پیار کیا ہے اینجل اس نے اسے کھو دیا اب وہ تمہیں بھی کھونا نہیں چاہتا شاید اسی لیے تمہیں پانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔۔"

پارسا کی آنکھیں اس بات پر بھیگ گئیں اور اس نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔

"انہوں نے غلط انسان کو چن لیا روز میرے اور ان کے راستے اس جہان میں ہی نہیں اگلے جہان میں بھی جدا ہیں۔۔۔۔"

"وہ یہ نہیں سمجھتا۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم اس کے لیے بیلا ہو اینجل آج تک کوئی بھی لڑکی اس کے لیے بیلا نہیں ہوئی میں بھی نہیں۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے روزلی کو دیکھا۔

"بیلا کا کیا مطلب ہوتا ہے؟"

"بیلا ہماری زبان میں خوبصورت لڑکی ہو کہتے ہیں۔۔۔۔"

یہ سن کر پارسامزید پریشان ہو گئی۔ آخر یہ شخص کیوں اسے گناہ گار کرنے پر تلا ہوا تھا۔ پارسانے بے بسی سے اپنے ہاتھ مسلے۔

آپ دلوں کے حال سے واقف ہیں یا اللہ پاک میں نے ایسا نہیں چاہا کبھی نہیں چاہا۔۔۔۔

پارسانے دل میں دعا کی۔ ایک خوف اسکے دل میں بیٹھا تھا کہ ڈیمین کا اس سے محبت کرنا اسکا ہی گناہ تھا لیکن وہ کیا کرتی نہ تو وہ اس سے دور بھاگ سکتی تھی نہ ہی کوئی اسکی مدد کرتا تھا وہ تو بس ڈیمین کے ایک سونے کے پنجرے میں قید پرندے کی مانند تھی جسے اڑنے کی آزادی بھی اسکے گلے میں قید کی رسی ڈال کی دی جا رہی تھی۔

دروازہ کھٹکنے کی آواز پر پارسا خیالوں کی دنیا سے باہر آئی اور جلدی سے اپنا دوپٹہ ٹھیک سے لیا۔

"یس؟"

روزی کے پوچھنے پر کسی نے عجیب سی زبان میں کچھ کہا۔

"چلو میڈم تمہارا بلاوا آگیا ہے ڈیمین تمہیں کھانے کے لیے بلارہا ہے۔۔۔"

ڈیمین کے ذکر پر ہی پارسا کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ اس شخص کے ساتھ ایک پل بھی نہیں گزارنا چاہتی تھی لیکن کیا کرتی اس کے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

پارسانے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں آئے ملازموں کے ساتھ نیچے بڑھے سے ہال میں چلی گئی جہاں ڈانگ ٹیبل پر ڈیمین پہلے سے اسکا انتظار کر رہا تھا۔

پورا ہال گولڈن ڈیکوریشن سے سجا ہوا تھا اور ایک کونے میں آدمی ہاتھ میں وائلن پکڑے بیٹھی دھن بجا رہا تھا۔

پارسا خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگی جو دو لوگوں کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ تھا اور حد سے زیادہ مزے کا تھا جبکہ ڈیمین بس خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیسا لگا وینس؟"

"بہت اچھا۔۔۔"

پارسانے سر اٹھائے بغیر سنجیدگی سے کہا۔

"ابھی تو تم نے کچھ دیکھا ہی نہیں بیلا ایک بار صبح ہونے دوپھر دیکھنا کہ اٹلی مشہور کیوں ہے۔۔۔۔"

ڈیمین نے مسکرا کر کہا پارسا خاموشی سے اپنا سر جھکا کر کھانا کھانے لگی پھر کچھ سوچ کر ڈیمین کر دیکھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ میری کوئی بھی خواہش پوری کریں گے۔۔۔۔"

"آزمائش شرط ہے بیلا۔۔۔"

پارسانے کھانا چھوڑا اور اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"ایک بار میری بات میرے ماموں سے کروادیں۔۔۔"

پارسا کی مانگ پر ڈیمین کے ماتھے پر بل آگئے۔ وہ نہ تو خود اسے وہاب صاحب سے بات کرنے دیتا تھا نہ ہی اس نے کسی اور کو اجازت دی تھی۔ کتنی ہی بار پارسانے روزلی سے موبائل مانگا تھا لیکن روزلی نے صاف کہہ دیا تھا کہ اسے موبائل دے کر وہ اپنے ہاتھ نہیں کٹوانا چاہتی تھی۔

"اپنی پچھلی زندگی کو، رشتوں کو بھول جاؤ بیلا میں نہیں چاہتا کہ ان سے تمہارا کوئی بھی تعلق ہو۔۔۔"

پارسانے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔

"لیکن کیوں؟"

"کیونکہ اب تک میری ہو صرف میری اور میں کسی سے بھی تمہارا کوئی بھی تعلق برادشت نہیں کروں گا اور ان سے تو بالکل بھی نہیں جنہوں نے تمہیں اس شخص کو دے دیا۔۔۔۔"

ڈیمین نے سمیر کو یاد کرتے ہوئے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ پارسا کی پلکیں نم ہوئی تھیں۔

"لیکن میرے ماموں بہت زیادہ پریشان ہوں گے میرے لیے بس آپ ایک بار میری بات۔۔۔۔۔"

"نہیں بیلا اور اب اس بارے میں بات نہیں کرنی مجھے۔ ویسے بھی اگر تمہیں یاد ہو تو اپنے یہ دس دن تم نے میرے نام کیے ہیں تو باقی سب بھول جاؤ۔۔۔۔"

ڈیمین کی بات پارسا غصے سے ننھی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنا سر جھکا گئی۔

"نودن۔۔۔۔۔ آج کا دن گزر چکا ہے۔۔۔۔۔"

ڈیمین مسکرا دیا۔

"ابھی تو شروعات ہے بیلا ابھی سے دن گننے لگ گئی۔۔۔۔۔"

پارسانے نم پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جو آپ کے دل میں آتا ہے کر کے دیکھ لیں میرا جواب انکار ہی ہو گا اور اس کے بعد آپ مجھے جانے سے نہیں روک پائیں گے۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر پارسا غصے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب چل دی اور ڈیمین بس اس راستے کو دیکھتا رہا تھا جہاں سے وہ گزری تھی۔

"اور میں بھی تمہیں نہیں کھو سکتا بیلا پھر سے اپنی زندگی جو وہ جہنم نہیں بنا سکتا جس میں ہر گزرتے دن مجھے موت کی چاہ ہوتی ہے۔۔۔۔"

ڈیمین نے اپنا ماضی یاد کر کے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ اسکے اس کرب کی بس ایک دوا تھی، اسکی بیلا اور وہ ہی اس سے بہت دور تھی۔



صبح ناشتے کے بعد ڈیمین نے پارسا کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا اور جو بات اسے بری لگی تھی وہ یہ کہ لوکا اور روزلی ان کے ساتھ نہیں آئے تھے۔

سارا دن ڈیمین نے اسے وہ پریوں کا دیس وینس دیکھایا تھا۔ وہ اسے شہر کے سب سے بڑے مال میں بھی لے کر گیا لیکن پارسانے کچھ لیا ہی نہیں تھا نہ ہی اس نے کسی شے میں زیادہ دلچسپی ظاہر کی تھی۔

"تمہیں کچھ اچھا نہیں لگا کیا بیلا؟"

ڈیمین کے پوچھنے پر پارسانے ایک نظر اسے دیکھا۔

"سب بہت اچھا ہے سر لیکن میں ان میں سے نہیں جسے اس سب کی خواہش ہو۔۔۔۔"

اسکی بات پر ڈیمین نے گہرا سانس لیا۔ وہ کچھ ایسا کرنا چاہتا تھا جو پارسا کے لیے خاص ہو بہت بہت زیادہ خاص۔

"چلو لے جاتے ہیں۔۔۔۔"

ڈیمین نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اسے ایک ریسٹورنٹ میں لے آیا۔ ان کے ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی وہاں موجود ہر شخص انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہو کر وہاں سے باہر چلا گیا یہ دیکھ کر پارسانے حیرت سے ڈیمین کو دیکھا۔

"وہ جانتے ہیں بیلا کہ یہ جگہ اب بس بادشاہ اور اسکی ملکہ کی ہے۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا۔

"میں آپ کی ملکہ نہیں۔۔۔"

پارسا بے رخی سے کہتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی تو ڈیمن بھی بالکل اسکے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ایک بات بتاؤ بیلا اگر ایک طرف میں ہوں اور ایک طرف ایک فقیر مسلمان اور تمہیں چننے کا موقع ملے تو کسے چنو گی۔۔۔"

"ایک مسلمان کتنا ہے مفلس کیوں نہ ہو میں اسے ہی چنوں گی کیونکہ تمام خزانے میرے رب کے ہاتھ میں ہے اس نے جتنا رزق میری قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر ہی رہے گا۔۔۔۔"

پارسا کی بات پر ڈیمن غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا لیکن اس نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ پارسا کتنا ہی اس کے صبر کا امتحان لے لیتی وہ اسے غصہ دکھا کر خود سے بد ظن کرنے والا نہیں تھا۔

"صرف کہنے کی بات ہے۔۔۔"

ڈیمین نے طنزیہ مسکان کے ساتھ کہا تو پارسا بھی مسکرا دی۔

"آزمائش شرط ہے سر۔۔۔"

ڈیمین نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس لڑکی کو دیکھا جو ہر گزرتے دن کے ساتھ بہادر ہوتی جا رہی تھی۔ تبھی ایک ویٹروہاں پر آیا اور ڈیمین سے اسکا آرڈر لینے لگا۔

ڈیمین نے ناجانے اسے کیا کہا تو ویٹروہاں کی جانب مڑا جو حیرت سے ہاتھ میں پکڑا مینیو دیکھ رہی تھی لیکن اس سے کچھ بھی پڑھا نہیں جا رہا تھا۔

"یہ کیا لکھا ہے؟"

پارسا اردو میں ہلکے سے بڑبڑائی اور اسکی الجھن دیکھ کر ڈیمین نے مسکراتے ہوئے اسکا آرڈر دینا چاہا لیکن تبھی پارسا بول اٹھی۔

"میں پیزا کھاؤں گی۔۔۔"

کیونکہ پوری لسٹ میں پیزا سب سے آسان لفظ تھا۔

"Mamma Mia, la pizza è la migliore, semplicemente fantastico."

(مامامیا، پیزا سب سے بہترین ہے بہت زبردست)

ویٹر نے اپنی پانچوں انگلیاں ساتھ ملا کر ہونٹوں سے لگا کر اٹیلین میں کہا جو پارسا کو سمجھ تو نہیں آیا تھا لیکن اسکا انداز ایسا تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی اور ڈیمین جو ویٹر کو اس سے بات کرنے سے منع کرنے والا تھا اسکو یوں ہنستا دیکھ کر بس اسے ہی تکتا رہ گیا۔

"یہ انگلیاں کیوں چوم رہے تھے اپنی۔۔؟"

پارسانے ہنستے ہوئے پوچھا تو ڈیمین مسکرا دیا۔

"یہ ہم اٹیلین لوگوں کی ادائیں ہیں۔۔۔"

ڈیمین کے اتر کر کہنے پر پار سامزید ہنس دی۔

"اور ماما میا کہنا بھی۔۔۔؟"

پار سانے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ارے وہ تو ہمارا نیشنل ڈائلاگ ہے۔۔۔"

ڈیمین کی بات پر پار سانے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر اپنی ہی بات پر وہ بھی پار سا کے ساتھ قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

"اف میں اتنا ہنس کیوں رہی ہوں۔۔۔۔؟"

پار سانے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا جبکہ ڈیمین کو خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسکی ہنسی کو بریک کیوں نہیں لگا رہا۔

تبھی ایک ویٹر پریشان حالت میں وہاں آیا جس نے اپنا چہرہ ماسک سے کور کیا تھا۔

"سوری سر یہاں نائٹرس آکسائیڈ کا سیلنڈر پھٹ گیا ہے آپ کو یہاں سے جانا ہوگا؟"

ڈیمین کی نیلی آنکھیں اس کی بات پر حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ نائٹرس آکسائیڈ لافنگ گیس تھی بھلا اس کا ریسٹورنٹ میں کیا کام۔

"میں تمہارا ریسٹورنٹ بند کروادوں گا۔۔۔۔"

ڈیمین نے ہنستے ہوئے کہا تو پارسا اس کو دیکھ کر مزید ہنسنا شروع ہو گئی۔

"یہ بات ہنستے ہوئے کون کہتا ہے؟"

پارسانے ہنسنے کی وجہ سے آئے آنسو پونچھ کر کہا تو ڈیمین بھی اپنی ہنسی کا گلا گھونٹنے لگا لیکن یہ ابھی ناممکن تھا۔

"چلو بیلا۔۔۔"

ڈیمن نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا اور پارسا بھی ہنستے ہوئے ریسٹورنٹ سے باہر آگئی۔

باہر نکلنے کے بعد بھی وہ دونوں کتنی دیر ہنستے رہے تھے اور ڈیمن کے گارڈز کی آنکھیں حیرت سے ابل کر باہر آنے کو تیار تھیں۔

"اف میں اتنا کبھی نہیں ہنسی۔۔۔۔"

پارسانے اردو میں کہا اور پھر گیس کا اثر ختم ہونے پر اسکی ہنسی آہستہ آہستہ کم ہو گئی جبکہ ڈیمن اب ہنسنا مکمل طور پر بند کر چکا تھا۔

"مم۔۔۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔ میں تھک گئی ہوں۔۔۔۔"

اس گھٹیا گیس کے زیر اثر اپنی حرکتیں یاد کر کے پارسانے شرمندگی سے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔۔۔۔"

پارساہاں میں سر ہلا کر گاڑی کے پاس کھڑے گاڑی کی جانب چل دی لیکن تبھی اسکی نظر ایک چھوٹی سی بچی پر پڑی جو بہت ہی خوبصورت سے پھول پکڑے گزرنے والوں کو بیچ رہی تھی۔

پارسا مسکراتے ہوئے اسکے قریب آئی اور ایک نیلے رنگ کے پھول کو نرمی سے چھوا جو بہت زیادہ خوبصورت تھا۔

"یہ کتنے کا ہے پیاری لڑکی؟"

پارسانے انگلش میں پوچھا تو بچی مسکرا دی۔

"ایک یورو۔۔۔۔"

بچی نے پھول اسکی جانب بڑھا کر کہا لیکن پارسا کے پاس پیسے ہی نہیں تھے تبھی کسی نے کافی سارے پیسے بچی کے سامنے کیے۔

"تمام پھول دے دو۔۔۔۔"

ڈیمن کی آواز پر پارسانے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"مجھے صرف بلو والا پسند ہے۔۔۔۔"

پارسانے ایک پھول پکڑ کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ریسٹورنٹ والی بے خودی پر پھر سے خود کو ڈپٹا حالانکہ یہ اسکی غلطی نہیں تھی اس گیس کے اثر سے توروتا ہوا انسان بھی ہنس دیتا۔

ہوٹل واپس آتے ہی پارسا سیدھا اپنے کمرے میں گئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور ہاتھ میں پکڑا نیلا پھول چھوٹ کر زمین پر گر گیا کیونکہ اسکا پورا کمرہ اس جیسے نیلے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔

"تمہیں جو چیز پسند آجائے بیلا اس پر صرف تمہارا ہی حق ہے اس لیے اس شہر میں جتنے بھی ایسے پھول تھے اس وقت تمہاری چوکھٹ پر پڑے ہیں۔۔۔۔"

اپنے پیچھے سے ڈیمن کی آواز پر پارسا گھبرا کر مڑی اور نرم آنکھوں سے اس پاگل شخص کو دیکھا۔

"تمہارا بس ہلکا سا اشارہ بیلا اور کوئی بھی چیز تمہارے قدموں میں ڈال دوں میں۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر پارسانے اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر دروازہ بند کیا اور اسکے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھتے ہوئے نم آنکھوں سے ان پھولوں کو دیکھنے لگی۔

"ان کو ہدایت دیں یا اللہ پاک وہ غلط راہ پر چل رہے ہیں جب ان کی ان سب کوششوں کے باوجود میں انہیں انکار کر دوں گی تو بہت تکلیف ہوگی انہیں۔۔۔۔ انہیں اس راہ سے ہٹا دیں میرے مولا کیونکہ ہماری منزل ایک نہیں۔۔۔۔"

پارسانے بہتی پلکوں سے دعا کی لیکن اسکے مالک نے کیا سوچ رکھا تھا اس سے تو وہ بھی بے خبر تھی۔



وہاب صاحب آج ہی امریکہ پہنچے تھے۔ یہاں آتے ہی وہ سب سے پہلے سمیر کے اپارٹمنٹ میں گئے لیکن وہاں کسی کو نہ پا کر انکی پریشانی میں اضافہ ہی ہوا تھا اور اب وہ اپارٹمنٹ کے مالک سے ملنے آئے تھے۔

"جی کہیں مسٹر کیا کام ہے آپ کو؟"

مالک کے پوچھنے پر وہاب صاحب نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"آپ کی بلڈنگ کے اپارٹمنٹ نمبر 34 میں میرا بیٹا اور بہورہتے تھے لیکن اب ان کا کچھ پتہ نہیں لگ رہا کہ وہ کہاں ہیں۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی پریشانی دیکھ کر وہ آدمی بھی پریشان ہو گیا۔

"کیا آپ سمیر وہاب کی بات کر رہے ہیں؟"

اس نے آدمی نے ریکارڈ چیک کرتے ہوئے کہا تو وہاب صاحب بے چینی سے ہاں میں سر ہلانے لگے۔

"جی وہ ہمارے اپارٹمنٹ میں ہی رہتا تھا لیکن پچھلے ایک مہینے سے نہ جانے کہاں غائب ہے نہ تو اس کا موبائل چل رہا ہے اور نہ ہی اس کا کچھ پتہ ہے۔۔۔۔"

یہ سن کر وہاب صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نہ جانے ان کے بچے کہاں اور کس حال میں تھے اور پارساتو بہت زیادہ معصوم تھی۔

"دیکھیں مسٹر میرے خیال سے آپ کو پولیس میں کمپلینٹ کرنی چاہیے ہو سکتا ہے یہ کوئی بڑا معاملہ ہو۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے آنسو پونچھ کر اثبات میں سر ہلایا اور پولیس سٹیشن کی جانب چل دیے جنہوں نے انکی کمپلیٹ لکھنے کے بعد انہیں تسلی دلائی تھی کہ وہ بھرپور انویسٹیگیشن کریں گے۔

ابھی وہاب صاحب پولیس سٹیشن سے باہر نکلے ہی تھے جب انکا موبائل بجنے لگا۔

"ہاں بولو نادیہ؟"

وہاب صاحب نے نادیہ بیگم کا نمبر دیکھ کر موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"وہاب کچھ پتہ چلا میرے بیٹے کا؟"

نادیہ بیگم کے بے چینی سے پوچھنے پر وہاب صاحب کی ہمت جواب دینے لگی۔

"نہیں نادیہ لیکن فکر مت کرو میں یہاں آگیا ہوں ناں جلد ہی انہیں ڈھونڈ لوں گا۔۔۔"

وہاب صاحب کی بات سن کر نادیہ بیگم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"کچھ بھی کر کے میرے بچے کو ڈھونڈیں وہاب ورنہ یقین جانیں میں بھی مر جاؤں گی۔۔۔"

اتنا کہہ کر نادیہ بیگم نے فون بند کر دیا اور وہاب صاحب اپنا سر تھام کر فٹ پاتھ پر بنے بیچ پر بیٹھ گئے۔ انجان ملک میں اپنے بچوں کو ڈھونڈنا کہاں آسان تھا لیکن انہوں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ کیسے بھی وہ انہیں یہاں سے لے کر ہی جائیں گے۔



وہ لوگ آج روم آئے تھے جہاں ڈیمین کا آبائی گھر بھی تھا اور وہ گھر لاس ویگاس والے گھر سے بھی زیادہ بڑا اور شاندار تھا جیسے کہ کسی بادشاہ کا محل ہو۔

پارسانے حسب معمول فجر کے وقت اٹھ کر نماز ادا کی اور سورۃ یاسین کی تلاوت کے بعد وہ بالکونی میں آ گئی۔ اسے لگا تھا کہ وینس خوبصورت تھا لیکن روم کے سرسبز پہاڑ اور خوبصورت گھر تو اسے بھی پیچھے چھوڑ رہے تھے۔

ناشتے کے بعد ڈیمین اسے اپنے ساتھ روم گھمانے لے کر آیا تھا۔ کولوزیم سے ہو کر وہ لوگ بہت سی جگہوں پر گئے لیکن پارسانے خود سے قسم کھائی تھی کہ دنیا کی وہ خوبصورتی دیکھنے کے باوجود وہ کوئی تاثر نہیں دینے والی۔

ابھی وہ لوگ واپس آ رہے تھے جب اچانک پارسا کی نظر ایک جگہ پر ٹھہر سی گئی۔

"گاڑی روکیں۔۔۔"

پارسانے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا تو ڈیمین کے اشارے پر ڈرائیور نے گاڑی پارک کی اور دروازے کھول دیا۔

پارسا جلدی سے گاڑی سے باہر نکلی اور حیرت سے آنکھیں بڑی کیے اپنے سامنے اس خوبصورت سی مسجد کو دیکھنے لگی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ملک میں مسجد ہوگی وہ بھی اتنی خوبصورت۔۔۔"

پارسانے مسجد کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ Mosque of Rome ہے میم روم کی سب سے خوبصورت مسجد۔۔۔"

ڈرائیور کے بتانے پر پارسانے حسرت سے ڈیمین کی طرف دیکھا۔

"پلیز کیا یہ میں اندر سے دیکھ لوں؟"

ڈیمن اسکی بات پر مسکرا دیا اس کے لیے یہی کافی تھا کہ پارسا کو کچھ اچھا لگا تھا۔

"ضرور بیلا۔۔۔"

ڈیمن نے سب کو وہیں رکنے کا کہا اور خود پارسا کے ساتھ چل دیا۔ کافی ساری سیڑھیاں چڑھ کر وہ لوگ مسجد کے داخلے دروازے پر پہنچے تو پارسا کو اپنے جوتے اتارتا دیکھ ڈیمن بھی اپنے جوتے اتارنے لگا۔

"یہ پورے اٹلی میں سب سے خوبصورت جگہ ہے سر۔۔۔۔"

پارسا نے مسجد کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کسی کھوئے ہوئے بچے کی مانند گھومتے ہوئے ہر چیز کو دیکھنے لگی۔

اچانک ہی ایک جگہ رک کر پارسا نے دیوار پر انتہائی خوبصورتی سے اللہ کا نام لکھا دیکھا تو محبت سے اسے چھونے کے بعد اپنے ہونٹ عقیدت سے اس نام پر رکھے اور آگے کی جانب بڑھ گئی لیکن ڈیمن وہیں کھڑا اس نام کو دیکھتا جا رہا تھا۔

نہ جانے وہاں لکھے ایک لفظ میں ایسا کیا تھا کہ ڈیمن اپنی نظریں اس پر سے ہٹا ہی نہیں پارہا تھا نہ ہی اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ بس وہ وہاں بت بنا اس لفظ کو دیکھتا جا رہا تھا۔

پارسا کی طرح اس نے بھی ہاتھ بڑھا کر اس خوبصورت لفظ کو چھونا چاہا لیکن پھر اسکا ہاتھ ہوا میں ہی رک گیا۔

اسے ایسا لگا کہ وہ اس نام کو چھونے کے قابل ہی نہیں۔ وہ تو اس کو دیکھنے کے لیے بھی ناپاک تھا۔

ڈیمن نے اپنا دھیان اس نام پر سے ہٹایا۔ وہ بس وہاں سے جانا چاہتا تھا لیکن اسکے ارد گرد دیکھنے پر اسے پارسا کہیں نظر انہیں آئی تو وہ بے چین ہو گیا۔

"بیلا۔۔۔"

ڈیمن نے ہلکا سا اسے پکارا اور یہاں وہاں اسے ڈھونڈنے لگا تبھی اسکی نظر مسجد کے ہال پر پڑی جہاں پارسا اپنے ہاتھ ہوا میں اٹھائے آنکھیں بند کر کے دعا مانگ رہی تھی اور ایسا کرتے ہوئے جو سکون اسکے چہرے پر تھا ویسا سکون حاصل کرنے کے لیے ڈیمن کوئی بھی قیمت دے سکتا تھا۔ اپنی دعا ختم کر کے پارسا خود ڈیمن کے پاس آئی۔

"چلیں سر۔۔۔"

پارسانے آہستہ سے کہا اور باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ڈیمن خود بھی خاموشی سے اس گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"تم سے کچھ پوچھوں؟"

ڈیمن کے پوچھنے پر پارسانے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ دیوار پر کیا لکھا تھا جسے تم نے چوما۔۔۔۔۔"

ایک مسکراہٹ پارسا کے ہونٹوں پر آئی۔

"میرے اللہ کا نام۔۔۔۔۔"

پارسانے عقیدت سے کہا جبکہ ڈیمن یہ سوچ رہا تھا کہ صرف دیوار پر لکھا ایک نام اسے اپنا آپ بھی بھلانے پر کیسے مجبور کر سکتا تھا۔ ڈیمن نے پارسا کی طرف دیکھا جو پھر سے خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔



ریمو آج پھر سے اپنا پسندیدہ کھیل پول کھیلنے میں مصروف تھا جب چار لڑا سکے پاس آیا۔

"باس ڈیمین کی اس لڑکی کے بارے میں کچھ پتہ چلا ہے۔۔۔۔۔"

"تو بولو پھر۔۔۔"

ریمو اپنا دھیان میز پر موجود گیند سے ہٹائے بغیر بولا۔

"اسکا کوئی ماموں سعودیہ عرب سے لاس ویگاس اسے اور اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے آیا ہے۔۔۔۔۔"

"اسکا بیٹا؟"

ریمو نے ڈنڈے سے گیند کو سرخ میں ڈالتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا باس۔۔۔ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ ڈیمین نے اس لڑکے کو قید کیا ہوا ہے کیونکہ اس نے اس لڑکی کو چھوا

تھا۔۔۔۔۔"

یہ سن کر ریمو کی آنکھوں میں ایک چمک آئی۔

"دلچسپ۔۔۔ اور وہ لڑکی؟"

"ڈیمین اسے اپنے ساتھ اٹلی کے کر گیا ہے اور اٹلی میں ڈیمین پر کسی طرح سے بھی وار کرنا موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کے برابر ہے کیونکہ وہاں کا سارا مافیا ڈیمین کے کنٹرول میں ہے۔۔۔"

ریمو مسکرایا اور اسکے مسکرانے سے اسکے چہرے پر بنا جو کر کا ٹیٹو مزید خوفناک لگنے لگا۔

"لیکن وہ یہاں واپس ضرور آئے گا اور تب تک ہم اپنا وار تیار رکھیں گے۔۔۔۔"

چارلزن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیسا وار؟"

ریمو مسکرایا اور آخری کالی گیند میں سوراخ میں ڈال کر سیدھا ہوا۔

"اس لڑکی کے ماموں پر نظر رکھو چار لڑاؤر کسی طرح اس لڑکی تک خبر پہنچا دینا کہ اسکا ماموں ہمارے پاس ہے اور اگر اس نے ڈیمن کو بتایا تو ہم۔ اسے مار دیں گے پھر ہمیں اسے ڈیمن کے ہاتھ سے نکالنے کی ضرورت نہیں رہے گی وہ خود ہی ہمارے ہاتھ آجائے گی۔۔۔"

چار لڑاؤسکی بات سن کر مسکرایا لیکن پھر کچھ سوچ کر پریشان ہو گیا۔

"لیکن باس آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ لڑکی اپنے ماموں کے پاس آئے گی۔۔۔؟"

ریمو کے چہرے پر ایک خطرناک مسکراہٹ آئی۔

"صاف ظاہر ہے کہ اس لڑکی نے ڈیمن کو ابھی تک قبول نہیں کیا اور نہ جتنا وہ اس کے لیے جنونی ہے ابھی تک اس سے شادی کر چکا ہوتا۔۔۔"

چار لڑنے ہاں میں سر ہلایا۔

"اور وہ لڑکی ایسا اپنے پرانے رشتوں کی وجہ سے کر رہی ہے اور جب اسے یہ پتہ لگے گا کہ اسکا ماموں خطرے میں ہے تو وہ ضرور اس کے پاس آئے گی دیکھنا تم۔۔۔۔"

ریمونے مسکرا کر کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اسکا پلین کامیاب تھا اور اب بس اسے وہ لڑکی اپنے ہاتھ میں آنے کا انتظار تھا جو کہ ڈیمین کا جنون تھی۔



اسے ڈیمین کے ساتھ اٹلی آئے ہوئے چھ دن ہو چکے تھے اور وہ بس جلد از جلد باقی کے چار دن گزار کر یہاں سے آزاد ہونا چاہتی تھی۔ کل رات سے ڈیمین اسے ایک بڑی سی yacht پر لایا تھا جو اس وقت سمندر میں موجود پتھر یلے پہاڑوں کے درمیان میں سے گزر رہی تھی۔

اس سب پر آسمان پر چھائے کالے بادل سمندر کو مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔ پارسا اس وقت اسے کشتی کے کونے پر کھڑی پتھر یلی چٹانوں اور سمندر کو دیکھ رہی تھی۔

"سبحان اللہ، مجھے تو پتہ نہیں تھا اللہ پاک کہ آپ کی زمین اتنی خوبصورت ہے۔۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر کہا تبھی سرد ہوا کی لہر سے وہ اپنے بازوؤں پر ہاتھ باندھ کر کانپ اٹھی۔

"اف کافی سردی ہے یہاں تو۔۔۔"

پارسانے اپنے بازو مسلتے ہوئے کہا تو کسی نے ایک کوٹ اسکے کندھوں پر ڈال دیا۔ پارسا گھبرا کر پلٹی۔

"یہاں کافی سردی ہے بیلا کیوں کھڑی ہو یہاں بیمار ہو جاؤ گی۔۔۔۔"

ڈیمین نے اسکے ساتھ رینگ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ سب اتنا خوبصورت ہے کہ مجھے سردی کا احساس ہی نہیں ہوا۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر پھر سے قدرت کے اس حسین منظر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ اس سب کی صرف جھلک ہے بیلا جو میں تمہیں دے سکتا ہوں ایک بار میری ہو جاؤ پھر اٹلی ہی نہیں اس پوری دنیا کی خوبصورتی تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر پار سا گھبرا گئی لیکن وہ اس سے یہ نہیں کہہ پائی کہ وہ کچھ بھی کر لے وہ اسکی نہیں ہو سکتی تھی۔ اچانک ہی انکی کشتی ایک چٹان کے درمیان سے گزری جو ایک غار کی طرح بنی ہوئی تھی تو پار سا اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"سبحان اللہ۔۔۔"

"اسکا کیا مطلب ہے۔۔۔۔؟"

ڈیمن نے حیرت سے پوچھا۔

"اسکا مطلب ہے کہ اللہ پاک ہے۔۔۔"

پار سا نے مسکرا کر عقیدت سے کہا۔

"اور کیا صفات ہیں تمہارے خدا کی؟"

ڈیمن نے دلچسپی سے پوچھا حالانکہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ سوال کیوں کیا۔

"وہ واحد ہے، یکتا ہے اسکا کوئی ثانی نہیں اور وہ مہربان ہے۔۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر کہا لیکن ڈیمن نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ وہ مہربان ہے؟"

پارسانے اس سوال پر حیران ہوئی۔

"کیونکہ وہ ہمیں سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ستر ماؤں سے زیادہ چاہتے ہیں۔۔۔۔"

ڈیمن نے حیرت سے اسے دیکھا پھر اپنا ماضی یاد کر کے اس کے چہرے کے آثار سخت ہو گئے۔

"اگر وہ مہربان ہے تو تمہاری زندگی میں اتنی مشکلات کیوں ہیں؟ اگر تمہارا خدا اتنا ہی چاہتا ہے تمہیں تو غم کیوں دیتا ہے اپنی مہربانی سے تمہارا ہر غم کیوں نہیں مٹا دیتا؟"

ڈیمن کو لگا کہ اس کے سوالوں پر پارسانا کو غصہ آئے گا لیکن اسکی توقع کے عین برعکس پارسانا مسکرا دی۔

"آپ نے کبھی کوئی امتحان دیا ہے؟ ایسا امتحان جو آپ کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہو۔۔۔ کیا وہ امتحان آسان ہوتا ہے؟"

پارسا کے اپنا ہی سوال پوچھنے پر ڈیمن نے حیرت سے اسے دیکھا اور انکار میں سر ہلانے لگا۔

"اسی طرح یہ زندگی کوئی جنت نہیں ہے سر یہ ہم انسانوں کا امتحان ہے، سب سے بڑا امتحان اور اس امتحان میں بھی ہمارا خدا ہمیں تنہا نہیں چھوڑتا، ہماری مدد کرتا ہے، ہمیں اس امتحان کے دوران خوشیاں دیتا ہے، ہمیں مایوس نہیں ہونے دیتا اور شاہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب رہ کر ہماری حفاظت کرتا ہے، خواہشات پوری کرتا ہے۔۔۔"

پارسا نے مسکرا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا اور پھر آنکھیں کھول کر ڈیمن کو دیکھا جو بس خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"اب بتائیں سر کیا کوئی اس قدر مہربان ہو سکتا ہے؟ بے شک میرے اللہ کے سوا کوئی مہربان نہیں۔۔۔"

پارسانے بہت محبت سے کہا اور ڈیمین اس سے دھیان ہٹا کر سامنے موجود سمندر کو دیکھنے لگا۔ مٹھیاں رینگ کے گرد سختی سے جکڑی ہوئی تھیں۔

"میری ماں بھی تمہارے جیسی تھیں خدا کو ماننے والی، اس سے محبت کرنے والی، عبادت کرنے والی۔۔۔ ہر اتوار کو خود بھی چرچ جاتیں اور مجھے اور صوفیا کو بھی لے کر جاتیں۔۔۔"

ڈیمین ایک پل کو خاموش ہوا اور اسکی پکڑ رینگ کے گرد مضبوط ہو گئی۔

"جب وہ مر رہی تھیں میں بہت رویا، بہت تڑپا، بہت دعائیں مانگی لیکن خدا نے نہیں دیا انہیں مجھے نہیں لوٹایا۔۔۔"

پارسا ڈیمین کے چہرے پر کرب دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"کیا ہوا تھا سر؟"

پارسانے افسردگی سے پوچھا۔ ڈیمین کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"میرا ماضی مت ٹٹو لو بیلا بہت پچھتاؤ گی۔۔۔"

"آزمائش شرط ہے سر۔۔۔۔"

پارسانے اعتماد سے کہا لیکن ڈیمین بس خاموش کھڑا مردہ آنکھوں سے سامنے سمندر کو دیکھتا جا رہا تھا۔ پارسا کو لگا کہ وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا اس لیے وہاں سے جانے لگی جب اسکے کانوں میں ڈیمین کی آواز پڑی۔

"میں قاتل ہوں۔۔۔۔ بہت سے لوگوں کو مارا ہے میں نے۔۔۔۔"

یہ سن کر پارسا کے قدم خوف سے کم گئے اس نے حیرت سے مڑ کر ڈیمین کو دیکھا جو ایسا لگ رہا تھا کہ کسی اور ہی دنیا میں ہو۔

"گیارہ سال کی عمر میں پہلا قتل کیا تھا میں نے۔۔۔۔"

پارسا حیرت سے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ ڈیمین اسکی جانب مڑا اور اس کی آنکھوں میں بے پناہ کرب دیکھ کر پارسا کانپ گئی۔

"اور اگر یہ سب مجھے برا بناتا ہے تو ابھی تم نے مجھے جانا ہی کہاں ہے؟"

ڈیمن نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور خوف سے کانپتی پارسا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"میں اپنے سگے باپ کا قاتل ہوں۔۔۔۔"

بہت سے آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ اس منکر شخص کی زندگی کا کونسا پہلو اسکے سامنے آنے والا تھا؟



(انیس سال پہلے)

"مار کو وہ گر جائے گا۔۔۔۔"

بیانکا نے اپنے شوہر کو دیکھ کر روتے ہوئے کہا جو اسکے گیارہ سالہ بیٹے ڈیمن کو کندھوں سے پکڑے اونچی بلڈنگ سے نیچے لٹکا رہا تھا اور گیارہ سالہ ڈیمن روتے ہوئے اپنے باپ کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ رہا تھا۔

"یہ اسکی سزا ہے بیانکا۔۔۔ اس آدمی پر گولی چلاتے ہوئے ہاتھ کانپتے تھے اس کے اور اس نے اسے نہیں مارا یہ اسی کی سزا ہے تاکہ آئندہ اس کے ہاتھ نہیں کانپیں۔۔۔"

مار کونے اسے زرا اور نیچے کھسکا یا تو ڈیمین کے حلق سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔

"وہ بچہ ہے ابھی مار کو۔۔۔"

بیانکا نے روتے ہوئے کہا جبکہ نو سالہ صوفیا بھی اپنے باپ سے ڈر کر ماں کی ٹانگوں سے چپک رہی تھی۔

"یہ کوئی عام بچہ نہیں ہے یہ وہ بچہ ہے جسے مافیا کی دنیا کا سب سے خطرناک اور بے رحم بادشاہ بننا ہے ایسا بادشاہ جس کے نام سے ہی لوگ خوف سے کانپ اٹھیں۔۔۔۔"

مار کونے وحشت سے کہا اور اپنا دھیان ڈیمین کی طرف کیا۔

"کیوں ڈیمین مور بیٹی اب کانپیں گے تمہارے ہاتھ جان لیتے ہوئے۔۔۔؟"

اپنے باپ کے پوچھنے پر ڈیمین نے روتے ہوئے انکار میں سر ہلایا تو مار کونے مسکرا کر ڈیمین کو واپس کمرے میں کھینچا اور اپنے آدمی کی جانب مڑا۔

"لاؤ اس غدار کو یہاں جس نے ہمارے پیسے کھائے ہیں۔۔۔"

تھوڑی دیر بعد ہی وہ آدمی ایک روتے جھٹپٹاتے شخص کو وہاں کے کر آیا اور مار کو کے قدموں میں پھینک دیا۔ مار کو نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنی بندوق ڈیمین کے ہاتھ میں پکڑائی۔

"دماغ میں گولی مارنا ڈیمین وہاں گولی لگنے سے کوئی نہیں بچتا۔۔۔"

مار کو نے سمجھایا تو ڈیمین نے اپنے ننھے ہاتھوں میں پکڑی وہ بندوق آدمی کے ماتھے پر رکھ دی۔ اس آدمی کی آنکھوں میں آنسو اور خوف دیکھ کر وہ چھوٹا سا بچہ خوف سے کانپ گیا۔

"مارو گولی ڈیمین۔۔۔"

اپنے باپ کے چلانے پر ڈیمین پھر سے خوف سے کانپنے لگا بندوق ننھے ہاتھوں میں بری طرح سے کانپ رہی تھی۔

"مار رہے ہو یا میں تمہاری ماں کو مار دوں۔۔۔؟"

مارکونے ایک ریوالور کارخ بیانکا کی جانب کیا تو ڈیمین نے سہم کر اپنی ماں کو دیکھا جس نے اسے ہمیشہ رحم کا سبق سیکھایا تھا تو وہ کیسے کسی کی جان لے لیتا۔

"تو ٹھیک ہے پھر الوداع بول دو اپنی ماں کو۔۔۔۔"

یہ سن کر ڈیمین نے اپنی آنکھیں زور سے میچ کر گولی چلا دی اور ساتھ ہی اسکے سامنے موجود شخص زمین بوس ہو گیا۔

"یہ ہوئی ناں بات۔۔۔ شیر ہو تم میرے شیر کسی کو نہیں چھوڑنا۔۔۔"

مارکونے ڈیمین کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اسکے جاتے ہی بیانکا نے روتے ہوئے ڈیمین کو اپنے گلے سے لگا لیا۔

"آپ نے کہا تھا خداوند قاتل کو معاف نہیں کرتا اور پھر اس میں اور شیطان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔۔۔ کیا خداوند مجھے معاف نہیں کریں گے؟"

ڈیمین کے روتے ہوئے پوچھنے پر بیانکا نے اسے مزید خود میں بھینچ لیا۔

"نہیں ڈیمن مم۔۔ میں کل ہی تمہیں چرچ لے کر جاؤں گی تم پادری کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کر لینا تمہاری بخشش ہو جائے گی۔۔۔۔"

بیانگانے اسے تسلی دی لیکن ڈیمن نے اپنا سرائکار میں ہلا دیا۔

"نہیں میری بخشش نہیں ہوگی کبھی نہیں ہوگی۔۔۔"



مار کو مورپیٹ لاس ویگاس کا کاپو تھا جس کی بس ایک ہی خواہش تھی اپنے اکلوتے بیٹے ڈیمن کو سب سے خطرناک اور ظالم مافیا باس بنانا جس کے سامنے باقی سارے مافیا باس چھوٹے لگیں۔

جبکہ دوسری طرف بیانکا مورپیٹ تھی جو بہت ہی نرم دل کی مالک تھی لیکن مافیا خاندان میں پیدا ہونے کی وجہ سے اس کو اپنی زندگی پر کوئی بھی اختیار حاصل نہیں تھا۔ اسی لئے اس کی شادی مار کو جیسے شخص سے کی گئی تھی اور کچھ بھی ہو جاتا اسے اپنی آخری سانس تک یہ رشتہ نبھانا تھا کیونکہ یہی مافیا خاندان کے اصول ہوتے تھے۔

اکثر ہی مافیا باس اپنے بچے کو سخت بنانے کے لئے اس سے چھوٹی عمر میں ہی برے کام کروانے لگ جاتے اور کچھ تو بچوں کو جسمانی طور پر ٹارچر بھی کرتے لیکن مار کو اس سب میں بہت زیادہ آگے تھا۔

ڈیمن کے ذرا سا بھی رحم دکھانے پر یا تو اسے وہ بہت مارتا یا گھنٹوں سردی میں کھڑا کر دیتا۔ پھر ایک دن مار کونے
ڈیمن کو اپنے پاس بلایا۔

"اس سے ملو ڈیمن یہ لوکا ہے میرے کافی بہادر سپاہی کا بیٹا۔ میرا وہ سپاہی تو اس دنیا میں نہیں رہا لیکن لوکا اب تمہارا
سب سے اچھا ساتھی بن کر رہے گا تاکہ کل کو یہ تمہاری طاقت بن سکے۔"

ڈیمن نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اپنے ہی جتنے اس بچے کو دیکھ کر ہاں میں سر ہلادیا۔ مار کونے انہیں وہاں سے
جانے کا اشارہ کیا تو لوکا بھی ڈیمن کے پیچھے آگیا۔

"تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟"

گیارہ سالہ ڈیمن نے غصے سے پوچھا۔

"کیونکہ باس نے کہا کہ اب ہم دونوں دوست ہیں۔۔۔"

"ڈیمن کسی کا دوست نہیں، دور رہنا مجھ سے۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور لوکا نے اپنا سر پریشانی سے جھکا لیا۔ تبھی کسی نے اسکا ہاتھ اپنے ننھے سے ہاتھ میں تھاما۔ لوکا نے نگاہیں اٹھا کر اس نیلی آنکھوں والی شہزادی کو دیکھا۔

"فکر مت کرو لوکا میں بنوں گی تمہاری دوست اور اگر میں بنوں گی تو ڈیمن بھی بنے گا دیکھنا تم۔۔۔"

صوفیا کے مسکرا کر کہنے پر لوکا بھی مسکرا دیا اور پھر صوفیا نے جو کہا وہ کر دیکھا یا بہت جلد ہی وہ لوکا کو ڈیمن کا سب سے اچھا دوست بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔



وقت پر لگا کر اڑ گیا اب سترہ سالہ ڈیمن وہ ڈیمن نہیں رہا تھا جو اپنے باپ سے ہر وقت ڈرتا رہتا تھا۔ گزرتے وقت میں مار کونے اسے اپنی طرح ہی ظالم بنا دیا تھا۔

ڈیمن اپنے باپ کے ساتھ مل کر اپنے جیسے لوگوں کی جان لیتا اور ہر اتوار اپنی ماں کے ساتھ چرچ جا کر ان گناہوں کی معافی مانگ لیتا لیکن معافی مانگ کر بھی کبھی اس کا ضمیر مطمئن نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسے یہ گناہ پھر سے کرنے ہیں اور اس معافی کا کیا فائدہ جس کے بعد بھی وہ نہ بدلے۔۔۔

"ڈیمن تمہیں باس اپنے پاس بلا رہے ہیں۔"

لوکا کے بتانے پر ڈیمین ہاں میں سر ہلاتے ہوئے مار کو کے آفس میں آیا جہاں مار کو اپنی باس والی کرسی پر شان سے بیٹھا تھا۔

"ڈیمین میں نے کل تمہیں اس پولیس والے کی بیٹی کو اغوا کر کے مارنے کا کہا تھا جس نے ہمارے خلاف آواز اٹھانے کی جرات کی تو وہ تمہارے پاس کیوں نہیں ہے۔۔۔؟"

مار کو نے اپنی نیلی آنکھیں چھوٹی کر کے ڈیمین کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ میں نے خود سے وعدہ کیا ہے کہ معصوم لوگوں کی جان نہیں لوں گا لیکن اگر کوئی ہمارے جیسا ہے تو مجھے بتادیں آج ہی اسے اس کے انجام تک پہنچا دوں گا۔۔۔"

اپنے بیٹے کی بات سن کر مار کو کے ماتھے پر بل آگئے۔

"ہمارا کام اچھے برے لوگوں کو نہیں دیکھتا ڈیمین بس ان کو دیکھتا ہے جو ہمارے خلاف آواز اٹھانے کی جرات کرتے ہیں۔۔۔"

"تو پھر آپ یہ کام کسی اور سے کروالیں لیکن میں یہ کبھی بھی نہیں کروں گا۔"

"کیوں؟"

مار کو غصے سے چلایا لیکن ڈیمن اب مزید وہ بچہ نہیں رہا تھا جو اس کے چلانے سے ڈرتا تھا۔

"کیونکہ میری ماں نے مجھے کہا ہے کہ معصوم کی جان کبھی نہیں لوں۔۔۔"

مار کو نے اپنے دانت کچکچائے پھر کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

"سوچ لو ڈیمن وہ لڑکی کافی خوبصورت ہے تمہارے اور بہت سے کام آسکتی ہے۔۔۔۔"

اپنے باپ کی اس گھٹیا بات پر ڈیمن ضبط سے مٹھیاں بھینچ گیا۔

"میری اپنی بھی ایک بہن ہے باس اور کسی کے بارے میں ایسا سوچنے سے پہلے میری آنکھوں کے سامنے اسکا چہرہ

آتا ہے۔۔۔۔۔"

ڈیمن وہاں سے اٹھا اور لوکا کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

"آپ اپنے یہ گھٹیا کام کسی اور آدمی سے کرو لیں۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا لیکن مار کونے غصے سے شراب کا گلاس اٹھا کر دیوار میں دے مارا۔

"ڈیمن تمہارا باپ کافی غصے میں تھا۔"

"ہونے دو غصہ یہ غصہ میں پیدا ہونے کے بعد سے دیکھتا آیا ہوں۔۔۔"

ڈیمن نے کندھے اچکا کر کہا تبھی کسی نے دو نرم ہاتھ ڈیمن کی آنکھوں پر رکھے اور شرارتی سی نیلی نگاہوں نے لوکا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا جو ان بہن بھائیوں کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھیں۔

"گیس کرو کون ہے؟"

صوفیا کی آواز سن کر ڈیمن کے ہونٹ مسکرا دیے۔

"میری پیاری سی پری، صوفیا۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر کہا تو صوفیا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ لگ جاتا ہے ڈیمن؟"

اسکی اس معصوم بات پر لوکا ہلکا سا ہنس دیا۔

"کیونکہ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو صوفیا موریٹی۔۔۔"

ڈیمن نے اپنی پندرہ سالہ بہن کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ بول رہا ہے صوفی اسے تمہاری آواز سے پتہ لگ جاتا ہے۔۔۔۔۔"

لوکا نے ایک آنکھ دبا کر کہا تو ڈیمن اسے گھورنے لگا۔

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں کتنی پاگل ہوں میں بھی اگلی بار دیکھنا ڈیمن تم آواز بھی دو گے تو جواب نہیں دوں گی میں۔۔۔"

صوفیا نے شان سے کہا اور گھر کی جانب دیکھنے لگی۔

"اچھا میں ماما کے پاس جا رہی ہوں۔۔۔۔۔ بائے۔۔۔"

صوفیا نے ڈیمن کا گال چوم کر کہا اور وہاں سے بھاگ گئی جبکہ اسکے بہت دور جانے تک لوکا اسے دیکھتا رہا تھا۔

"تم صوفیا کو پسند کرتے ہو ناں؟"

ڈیمن کے سوال پر لوکا نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"نن۔۔۔ نہیں ایسا کچھ نہیں۔۔۔ میں کہاں وہ کہاں۔۔۔۔۔ وہ ایک شہزادی ہے جسے میں کبھی نہیں پاسکتا۔"

ڈیمن نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھا۔

"صوفیاء کی شادی تم سے ہی ہوگی لوکا میں نہیں چاہتا کہ میرا باپ اسے کسی برے انسان کو دے۔۔۔ تم اس کا بہت زیادہ خیال رکھو گے یہ بات میں جانتا ہوں۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن تمہارا باپ تو اسکی منگنی شکاگو کے کاپو آر تھر ڈار سن کے بڑے بیٹے لو تھر سے طے کر چکا ہے اور تمہارا رشتہ ان کی ہی بیٹی روزلی ڈار سن سے تاکہ دونوں خاندانوں کا تعلق مضبوط ہو جائے۔۔۔۔۔"

ڈیمن بھی اس بات سے واقف تھا۔

"مجھے ان کے فیصلے سے فرق نہیں پڑتا اور لو تھر جیسا گھٹیا انسان صوفیا کے قابل نہیں میں کبھی بھی یہ شادی نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے حتمی فیصلہ سنایا اور لوکا جو صوفیا کا اپنا ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا آج بہت سے خواب سجا بیٹھا۔



مام آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

ڈیمن نے بیانکا اور صوفیا کو تیار دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

"سنڈے ہے ڈیمن ہم چرچ جارہے ہیں تم نے نہیں جانا کیا؟"

ڈیمن نے انکار میں سر ہلادیا۔

"ڈیڈ نے مجھے یہ پیپر ز ایک آدمی کو دینے کا کہا تو میں زرا بڑی ہوں۔۔۔"

بیانکا نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں تم نیکسٹ سنڈے کو چلے جانا۔۔۔"

بیانکا نے قدم اونچے کر کے ڈیمن کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔ سترہ سال کی عمر میں بھی ڈیمن کا قد کافی زیادہ لمبا ہو چکا تھا۔

"بائے ڈیمن۔۔۔"

صوفیا نے اپنے ہونٹ ڈیمین کے گال پر رکھے اور مسکرا کر ساتھ کھڑے لوکا کو دیکھا جبکہ لوکا تو تب سے اسی کو دیکھ رہا تھا جو سفید گھٹنوں تک آتا فراک پہنے اور سر پر لال ہیٹ پہنے بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"بائے لوکا۔۔۔"

صوفیا نے شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور بیانکا کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

"چلو ہم بھی کام پر چلتے ہیں۔۔۔"

ڈیمین کی بات پر لوکانے اثبات میں سر ہلایا اور ڈیمین کے ساتھ اس آدمی کے گھر چلا گیا جسے ان لوگوں نے وہ پیپرز دینے تھے ابھی وہ لوگ وہاں سے باہر نکلے ہی تھے جب ڈیمین کامو بائل بنجنے لگا۔

"ہاں بولو ہیری۔۔۔"

ہیری بیانکا اور صوفیا کا پر سنل گارڈ تھا۔

"ہہ۔۔ ہماری گاڑی پرائٹک ہواڈیمن سر۔۔ آپ جلدی سے ڈاؤن ٹاؤن آجائیں۔۔۔"

یہ سن کر ڈیمن کے ہاتھ پیر بری طرح سے پھول گئے اور پوری رفتار میں اپنی گاڑی بھگتا ڈاؤن ٹاؤن پہنچا جہاں کا منظر دیکھ کر ایک پل کو اس کی دھڑکنیں تک گئیں کیونکہ وہاں موجود سب گارڈز مرے ہوئے تھے اور ہیری خود بھی چند آخری سانسیں ہی بھر رہا تھا۔

ڈیمن اور لوکا جلدی سے بھاگ کر گاڑی کے پاس آئے اور گاڑی کا دروازہ کھولنے پر ڈیمن کی نظربیانکا پر پڑی جو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سیٹ پر گری ہوئی تھی جبکہ بہت سا خون اسکی انگلیوں کے درمیان سے رس رہا تھا۔

"مما۔۔۔۔!!!"

ڈیمن چلایا اور آگے ہو کر انہیں اپنے گلے سے لگالیا۔

"ڈڈ۔۔۔ ڈیمن وہ لوگ۔۔۔ وہ لوگ صوفیا کو لے گئے۔۔۔"

یہ سن کر ڈیمن کے ساتھ ساتھ لوکا کی دھڑکنیں بھی اسکے سینے میں تھم گئیں۔

"آپ فکر مت کریں میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا آپ کو بھی کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔ لوکا گاڑی سٹارٹ کرو ہا سپٹل چلو جلدی سے۔۔۔۔"

لوکانے ہاں میں سر ہلایا اور جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی چلانے لگا جبکہ ڈیمن بہتی آنکھوں سے اپنی ماں کو خود میں بھینچ رہا تھا۔

"کون تھے وہ لوگ کس نے کیا یہ؟"

ڈیمن نے بیانکا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بہتے خون کو روکنا چاہا لیکن چونکہ وہ گولی کا زخم تھا تو خون رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"ننن۔۔۔ نہیں جانتی ڈیمن انہوں نے چہرہ چھپایا تھا۔۔۔۔۔"

بیانکا نے تکلیف سے سسکتے ہوئے کہا۔

"مم۔۔۔ میری صوفی کو بچا لو ڈیمن وو۔۔۔ وہ بہت معصوم ہے۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے روتے ہوئے اپنے ہونٹ بیانا کا کے ماتھے پر رکھے۔

"آپ فکر مت کریں میں کچھ نہیں ہونے دوں گا آپ کو بھی اور اسے بھی میں بچالوں گا دونوں کو بچالوں گا۔۔۔ تیز گاڑی چلاؤ لو کا۔۔۔"

ڈیمن روتے ہوئے چلا یا جبکہ لو کا پہلے ہی گاڑی کو پوری رفتار سے بھگا رہا تھا۔

"ڈیکمن۔۔۔۔"

بیانکے خون سے سنے کانپتے ہاتھوں میں ڈیمین کا ہاتھ پکڑا۔

"وعدہ کرو۔۔۔ کچھ بھی ہو جائے۔۔۔ تبت۔۔۔ تم کبھی بھی خود ہی جان نہیں لو گے۔۔۔ وعدہ کرو تم یہ گناہ نہیں کرو گے۔۔۔"

"مما ایسا نہ کہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔"

ڈیمین نے روتے ہوئے بیان کا کو مزید سختی سے خود میں بھینچا۔

"وعدہ کرو ڈیمین میری قسم کھاؤ۔۔۔۔۔"

بہت سے آنسو ڈیمین کی نیلی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"وعدہ کرتا ہوں ماما وعدہ کرتا ہوں کبھی بھی خود کشتی نہیں کروں گا۔۔۔۔۔"

بیانکا درد کو نظر انداز کرتی ہلکا سا مسکرا دی اور ڈیمین پورا راستہ گڑ گڑا کر خدا سے اپنی ماں کو مانگتا رہا تھا۔

ہاسپٹل پہنچ کر ڈیمین بیانکا کو اپنی باہوں میں اٹھائے اندر لے کر گیا۔ ڈاکٹر نے انہیں دیکھ کر بیانکا کو سٹرچ پر لٹانے کا کہا اور اس کی دھڑکنیں چیک کرنے لگا۔

"سوری مسٹر مورٹی لیکن یہ اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمین کو لگا تھا کہ سارے آسمان ایک ساتھ ٹوٹ کر اس پر گرے ہوں۔ وہ ماں جسے وہ جان سے زیادہ چاہتا تھا، جس کی آغوش میں اس کا سکون تھا۔ وہ ہی اسے تنہا چھوڑ کر جا چکی تھی۔

تبھی کسی نے اپنا ہاتھ ڈیمین کے کندھے پر رکھا تو ڈیمین نے آنسوؤں سے ترنیلی آنکھیں اٹھا کر مار کو کو دیکھا۔

"میں آگیا ہوں ڈیمین پریشان مت ہو۔۔۔"

مار کو نے تسلی دی لیکن ڈیمین حیرت سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں ایک بھی آنسو نہیں تھا اور صوفیا۔۔

صوفیا کا خیال آتے ہی ڈیمین جلدی سے اٹھا اور ہاسپٹل سے باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھ گیا لو کا بھی اسکے پیچھے آیا تھا۔

"فکر مت کرو ڈیمین ہم ڈھونڈ لیں گے صوفیا کو۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا اور گاڑی کو مزید تیزی سے بھگانے لگا۔ رات ہونے تک وہ پورے لاس ویگاس میں اپنے ایک ایک دشمن کو ڈھونڈ کر بری طرح سے مار چکا تھا لیکن صوفیا ان میں سے کسی کے پاس بھی نہیں تھی۔

جہاں انہیں بیانکا اور صوفیا کی گاڑی ملی تھی وہ جگہ بالکل سنسان تھی اور وہاں کوئی کیمرہ بھی نہیں تھا جس سے ان لوگوں کے بارے میں کچھ پتہ چلتا۔

ڈیمن کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کہاں ڈھونڈے۔ اگلے دن تک وہ ہر جگہ مارا مارا پھرتا رہا لیکن صوفیا کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ اب وہ بہت بے بس ہو کر سڑک کے کنارے بیچ پر بیٹھا کر سچن کر اس کو ہاتھ میں تھامے اپنی بہن کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا جب اس کا فون بجنے لگا۔

"ہیلو۔۔۔۔"

ڈیمن نے مردہ ہاتھوں سے فون کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہو ڈیمن گھر آ جاؤ تمہاری ماں کا فیونزل ہے کیا تم اسے آخری بار دیکھنا نہیں چاہو گے۔۔۔"

اپنے باپ کی آواز پر بہت سے آنسو ڈیمن کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"آ رہا ہوں۔۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر گھر آیا جہاں ملازم نے اسے کالا لباس زیب تن کرنے کے لیے دیا۔ اس کا لے پینٹ کوٹ کو پہن کر ڈیمن چرچ میں آیا جہاں اسکی ماں کو سفید جوڑا پہنا کر تابوت میں لیٹایا گیا تھا۔

اپنی ماں کو یوں خود سے دور جاتا دیکھ بہت سے آنسو ڈیمین کی آنکھوں سے بہے۔

"میں صوفیا کو ڈھونڈ لوں گا وعدہ کرتا ہوں آپ سے۔۔۔"

ڈیمین نے انکے ماتھے پر ہونٹ کر رکھ کر کہا اور اپنے آنسوؤں کو پیتا وہاں سے چلا گیا۔ اسے کچھ بھی کر کے اپنی بہن کو ڈھونڈنا تھا۔



آدھی رات کا وقت تھا اور چودہ سالہ روزلی کی آنکھ کسی کی چیخوں کی آواز سے کھلی۔ وہ کل سے اپنے گھر کے تہہ خانے سے ایک لڑکی کی چیخیں سن رہی تھی لیکن اس میں اٹھ کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

ویسے بھی لڑکی ہونے کی وجہ سے اسے وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ اسکا باپ اور دونوں بڑے بھائی وہاں قیدیوں کو رکھ کر ٹارچر کرتے تھے۔

مگر آج ان دردناک چیخوں نے روزلی کو وہاں پر جانے کے لیے مجبور کر دیا۔ روزلی نے اٹھ کر ایک نائٹ گاؤن پہنا اور ہلکے ہلکے قدموں سے اس تہہ خانے کی جانب چل دی۔

باہر کھڑے گاڑ کو دیکھ کر روزلی کا منہ بن گیا لیکن پھر اس نے ایک گلدان اٹھا کر دیوار میں مارا تو گاڑ اس گلدان سے آنے والی آواز کی جانب چل دیا اور روزلی وہ دروازہ کھول کر جلدی سے اندر داخل ہو گئی۔

تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے کے بعد اس نے اس آواز کا پیچھا کیا جو مزید اونچی اور دردناک ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اسکی نظر ایک کمرے پر پڑی جہاں سے وہ آواز آرہی تھی۔

روزلی نے چھپ کر دیکھا تو پہلی نظر اپنے باپ اور دونوں بھائیوں پر پڑی جن کے چہرے پر بہت زیادہ خباثت تھی اور پھر اسکی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو روتے ہوئے اپنا پچھا ہوا سفید لباس خود سے لگا کر خود کو چھپا رہی تھی۔

ایک پل لگا تھا روزلی کو اس لڑکی کو پہچاننے میں۔ وہ صوفیا موریٹی تھی، روزلی کے منگیتر ڈیمین موریٹی کی بہن لیکن وہ یہاں کیوں تھی اور وہ لو تھر کی بھی منگیتر تھی تو لو تھر یہ کیسے برداشت کر رہا تھا۔

بہت سے سوال روزلی کے ذہن میں آئے۔ تبھی روزلی کا دوسرا بھائی آگے بڑھا اور سسکتی ہوئی صوفیا کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا یہ دیکھ کر ایک ہلکی سی چیخ روزلی کے ہونٹوں سے نکل گئی۔

جسے سن کر لو تھر کمرے سے باہر آیا اور آنکھیں چھوٹی کر کے روزلی کو گھورنے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو روز تمہیں اس وقت سونا چاہیے۔۔۔۔"

لو تھر نے سختی سے کہا تو روزلی نے سہم کر اس کمرے کی جانب دیکھا۔

"لل۔۔۔ لو تھر وہ صوفیا تم یہ۔۔۔۔"

"اپنے کام سے کام رکھو روز اور جاؤ جا کر سو جاؤ۔۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔!!!"

روزلی وہیں کھڑا دیکھ کر لو تھر غصے سے چلایا تو روزلی جلدی سے اپنے کمرے میں واپس آگئی لیکن وہ منظر یاد کر کے بہت دیر تک اس کا دل بری طرح سے دھڑکتا رہا۔

وہ بچی ضرور تھی لیکن جس معاشرے میں وہ رہتی تھی وہ اتنا تو سمجھتی تھی کہ اس کا باپ اور بھائی صوفیا کے ساتھ کیا کر رہے تھے اور روزلی انہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہتی تھی لیکن وہ کیا کرتی وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

بہت زیادہ سوچنے کے بعد روزلی چپکے سے گھر کے ہال میں آئی اور وہاں پڑا فون اٹھا کر کانپتے ہاتھوں سے نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔"

فون کے اٹھائے جانے پر روزلی نے کانپتی آواز میں کہا اور گھبرا کر یہاں وہاں دیکھنے لگی کہ کہیں کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا تھا۔

"بولو کون ہو تم؟"

اس کے کانوں میں ڈیمن مورٹی کی اکتائی سی آواز پڑی تو روزلی مزید گھبرا گئی۔ وہ اپنے باپ اور بھائیوں سے غداری کرنے والی تھی لیکن اسے وہ کرنا تھا جو صحیح تھا۔

"میں روزلی ڈارسن بات کر رہی ہوں۔۔۔ میں جانتی ہوں صوفیا کہاں ہے ڈیمن۔۔۔۔۔"

روزلی کے ایسا کہنے پر دوسری طرف ایک پل کے لیے خاموشی چھائی رہی۔

"کہاں ہے وہ۔۔۔؟"

ڈیمن تقریباً غرایا ہی تھا اور روزلی مزید ڈر گئی لیکن پھر اس نے ہمت کی۔

"ہمارے گھر کے تہہ خانے میں۔۔۔"



"بب۔۔۔ باس ڈیمن مورٹی اپنے آدمیوں کے ساتھ یہاں آیا ہے اور ہمارے ہر آدمی کو مارتا جا رہا ہے۔"

آرتھر ڈارسن جو اپنے بیٹوں کے ساتھ کچھ پل پہلے ہی اس معصوم پر ظلم ڈھانے کے بعد اپنے کمرے میں آکر سویا تھا اپنے آدمی کے دروازہ کھٹکھٹا کر یہ بات کہنے پر بہت زیادہ حیران ہوا۔

"لیکن ڈیمن کو پتہ کیسے چلا کہ وہ یہاں ہے؟"

آرتھر نے خود سے ہی سوال کیا۔

"تم لوگ اسے روکو کر کیا رہے ہو۔۔۔؟"

آرتھر دروازہ کھول کر غصے سے چلایا۔

"باس جو بھی اس کے سامنے جاتا ہے وہ اسے مار دیتا ہے ہم کیا کریں۔۔۔۔۔ وہ بہت جلد گھر میں داخل ہو جائے گا
بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں سے بھاگ جائیں۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ آدمی وہاں سے بھاگ گیا۔ آر تھر نے گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ تبھی اس کے دونوں بیٹے بھی
اس کے پاس آئے۔

"ڈیمن یہاں پر کیسے آگیا اسے کیسے پتہ چلا اس کی بہن کے بارے میں؟"

آر تھر کا چھوٹا بیٹا غصے سے چلایا۔

"میں نے بلایا اسے۔۔۔"

اپنے پیچھے سے روزلی کی آواز سن کر وہ تینوں حیرت سے اس کی جانب پلٹے۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا روز تم؟"

آر تھر غصے سے چلایا۔

"جی بالکل اسی طرح جس طرح آپ لوگ بے ضمیر ہو گئے ہیں۔۔۔ یہ سب کرتے ہوئے تو آپ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ آپ کی اپنی بھی ایک بیٹی ہے۔۔۔ اب شرافت سے اس معصوم کو ڈیمن کو واپس کر دیں۔۔۔"

روزلی نے ہمت کرتے ہوئے کہا لیکن اس کے بھائی نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اسکے منہ پر مارا۔

"بالکل اپنی ماں پر گئی ہو اسی کی طرح نا سمجھ۔۔۔ وہ تو پہلے ہی مر گئی تھی اور تمہیں آج مار دیں گے۔۔۔"

آر تھرنے غصے سے کہا اور اس کا بڑا بیٹا روزلی کی گردن اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔

"اسے چھوڑو لو تھر اور چلو میرے ساتھ۔۔۔"

اپنے باپ کی بات پر عمل کرتے ہوئے لو تھرنے روزلی کو جھٹکے سے چھوڑا اور اپنے باپ اور بھائی کے پیچھے اسی تہہ خانے میں چلا گیا جہاں پر صوفیا تھی۔

ان کو پھر سے وہاں آتا دیکھ صوفیا خوف سے سہم کر دیوار کے ساتھ لگ گئی۔

"اب اس کا کیا کریں ڈیمن کسی بھی وقت یہاں پر پہنچتا ہی ہوگا۔"

لو تھرنے صوفیا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جبکہ اس کی زبان سے ڈیمن کا نام سن کر صوفیا بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں ہے ڈیمن۔۔۔ مجھے ڈیمن کے پاس جانا ہے۔۔۔ ڈیمن۔۔۔ ڈیمن۔۔۔"

صوفیا کے اونچی اونچی چلانے پر آر تھرا اسکے پاس آیا اور اپنا ہاتھ اسکے منہ پر رکھ دیا۔

"اپنا منہ بند رکھو ورنہ اچھا نہیں ہوگا تمہارے لیے۔۔۔"

آر تھرنے اسے دھمکی دی لیکن صوفیا بھی بھی اس کی گرفت میں پھڑپھڑا رہی تھی ڈیمن کے یہاں ہونے کا خیال ہی اسے بہت زیادہ ہمت دے رہا تھا۔

"چپ کرو۔۔۔"

آر تھرنے غصے سے کہا لیکن وہ صوفیا کی چیخوں کو نہیں روک پایا اور تبھی اسکی انتہا ہوئی۔ اس نے غصے سے اپنی کمر کے پاس سے چاقو نکالا اور اسے پوری طاقت سے صوفیا کی گردن میں گاڑھ دیا۔

صوفیا کی چیخیں فوراً بند ہو گئیں اور اسکا نازک وجود زمین پر گر گیا۔ آر تھرنے جھک کر وہ چاقو واپس کھینچا۔

"چلو یہاں سے۔۔۔ پچھلے دروازے سے نکل جاتے ہیں اس سے پہلے کہ ڈیمن یہاں پر آئے۔"

آر تھرنے اپنے بیٹوں سے کہا اور تہہ خانے میں بنے خفیہ راستے سے انہیں لے کر وہاں سے چلا گیا۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی ڈیمن اور لوکاروزلی کے ساتھ بھاگتے ہوئے اس تہہ خانے میں آئے تھے۔

ڈیمن نے جب صوفیا کا خون سے لت پت نیم برہنہ وجود زمین پر دیکھا تو وہ ایک ہی پل میں ہزاروں موت مرا۔ جب کہ لوکا وہیں کھڑا مردہ آنکھوں سے صوفیا کو دیکھ رہا تھا۔

ڈیمن نے جلدی سے اپنا کوٹ اتار کر صوفیا کے گرد لپیٹتے ہوئے اسے خود میں بھینچا صوفیہ نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"ڈڈ۔۔۔ ڈیمن۔۔۔"

اپنی بہن کے پکارنے پر ڈیمین پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"مممم۔۔۔۔ مجھے بچا لو ڈیمین میں مرنا نہیں چاہتی۔۔۔۔ ابھی مجھے جینا ہے مممم۔۔۔۔ میں اتنی جلدی مرنا نہیں چاہتی۔"

اس کی بات سن کر ڈیمین نے روتے ہوئے اس کا نازک وجود اپنی بانہوں میں اٹھایا۔

"میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا صوفیا وعدہ کرتا ہوں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔"

ڈیمین نے روتے ہوئے کہا اور اسے لے کر باہر کھڑی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور پوری رفتار سے گاڑی بھگا رہا تھا اور ڈیمین اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر بہتے خون کو روکتے ہوئے مسلسل دعائیں کر رہا تھا۔

میری بہن کو بچا لیں خداوند اسے کھو دیا تو میں مر جاؤں گا۔۔۔۔ میں آپ سے بھیک مانگتا ہوں میری بہن کو بچا لیں۔۔۔۔

ڈیمن نے روتے ہوئے کتنی ہی دعائیں، کتنی ہی التجائیں کی تھیں لیکن ہسپتال پہنچتے تک صوفیا اس کی باہوں میں دم توڑ چکی تھی۔



صوفیا کے فیونزل کے بعد ڈیمن اپنے کمرے میں زمین پر سر جھکائے بیٹھا تھا جبکہ ہاتھ میں پکڑا ریوالور اس نے اپنے ماتھے پر رکھا ہوا تھا۔

اس کا دل تو کر رہا تھا کہ بس ایک گولی چلائے اور خود کو اس کرب سے آزاد کر دے جسے زندگی کہتے ہیں لیکن پھر اسے اپنی ماں سے کیا وعدہ آیا تو اپنے بال نوچتا اونچی اونچی چیخ کر رونے لگا۔

تبھی اسکی نگاہ اپنے گلے میں موجود کراس کے نشان پر پڑی تو اس نے ہاتھ میں پکڑ کر اسے دیکھا اور جھٹکے سے کھینچ کر اپنے گلے سے اتار دیا۔

"جھوٹ ہو تم۔۔۔ سب جھوٹ ہے۔۔۔ نہیں سنتے تم دعاؤں کو۔۔۔ نہیں ہو تم مہربان سب جھوٹ ہے۔۔۔ سب۔۔۔"

ڈیمن نے غصے سے ہاتھ میں پکڑے اس کو اس کو دور پھینک دیا اور چیخ چیخ کر رونے لگا جبکہ دروازے میں کھڑی روزلی اس کی یہ کرب ناک حالت دیکھ کر خود بھی رو دی۔ ہمت کرتے ہوئے وہ آگے بڑھی اور اپنا ہاتھ ڈیمن کے کندھے پر رکھا۔

"آئی ایم سوری ڈیمن میرے گھر والوں کی وجہ سے تم نے سب کھو دیا۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔"

روزلی نے روتے ہوئے کہا لیکن ڈیمن نے اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹایا اور ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

روزلی نے اثبات میں سر ہلایا جو اس کے باپ اور بھائیوں نے کیا تھا اس کے بعد روزلی کے دل میں بھی ان کے لیے نہ تو محبت رہی تھی اور نہ ہی رحم باقی رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں وہ لوگ کہاں پر چھپے ہوں گے۔"

روزلی نے دروازے میں کھڑے لوکا کی جانب دیکھتے ہوئے پتہ بتایا تو ڈیمن اٹھا اور لوکا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ روزلی اور لوکا اس کے پیچھے چل دیے۔

انہوں نے اپنے چند آدمیوں کو ساتھ لیا اور تھوڑی دیر کے سفر کے بعد ہی وہ اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں آر تھر اپنے بیٹوں کے ساتھ موجود تھا۔

انکے گارڈز کو مارنے کے بعد ڈیمن اور لوکا اس چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے تو ڈیمن کو وہاں دیکھ کر لو تھر اور اسکا چھوٹا بھائی گھبرا گئے۔ روزلی بس خاموشی سے ایک کونے میں کھڑی ہو گئی۔

"ڈیمن تم یہاں ---؟"

ڈیمن غصے سے مٹھیاں بھینچتے آگے بڑھا اور لو تھر کو پکڑ کر بری طرح سے مارنا شروع کر دیا۔ اسکے بھائی نے آگے ہونا چاہا تو لوکا نے اسے پکڑ لیا اور کئی زوردار مکے اسکے پیٹ میں مارے۔

اپنے بیٹوں کی چیخیں سن کر آر تھر بھی کمرے سے باہر آ گیا۔ سامنے ہی ڈیمن کو دیکھ کر اس نے اپنی پسٹل ڈیمن کی جانب کرنا چاہی لیکن اس سے پہلے ہی ڈیمن نے ایک گولی اسکے بیٹے کے دل پر ماری ٹھیک وہاں جہاں انہوں نے اسکی ماں کو مارا تھا اور اسکے بے جان وجود کو زمین پر پٹخ کر ڈیمن نے آر تھر کو گلے سے پکڑ لیا۔

آرتھر نے اپنے دوسرے بیٹے کو دیکھا جسے لوکا بری طرح سے مار رہا تھا پھر لوکا نے ایک چاقو نکالا اور اسے بھی نفرت سے اس لڑکے کی گردن میں گاڑ دیا۔ اپنے بھائیوں کی یہ حالت دیکھ کر روزلی اپنی نم آنکھیں میچ گئی لیکن وہ اسی کے تو قابل تھے۔

اپنے بیٹوں کی لاشیں دیکھ کر آرتھر نے ہاتھ میں پکڑی بندوق ڈیمین کی طرف کی جسکا سہرا تھام کر ڈیمین نے اپنے ماتھے پر رکھا اور لال ہوتی انگارہ آنکھوں سے آرتھر کو گھورنے لگا۔

"مار گولی۔۔۔ میں نے کہا چلا گولی۔۔۔"

ڈیمین کی ان کرب ناک نیلی آنکھوں میں دیکھ کر آرتھر خوف سے کانپ اٹھا اور بندوق خود بخود اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔

ڈیمین نے دانت پیستے ہوئے اسے گردن سے پکڑا اور زمین پر پٹخ کر بری طرح سے اپنے پیروں سے مارنے لگا۔

"مم۔۔۔ معاف کر دو ڈیمین۔۔۔ مم۔ میری غلطی نہیں تھی۔۔۔"

آر تھرنے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈیمین سن ہی کہاں رہا تھا وہ تو بس اسے بری طرح سے مارنے میں مصروف تھا۔

"میں نے تمہارے باپ کے کہنے پر مارا نہیں۔۔۔"

یہ سن کر آر تھر کو مارٹا ڈیمین کا پیر رک گیا اور اس نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔ روزلی اور لوکا بھی اس بات پر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"تمہارے باپ کو لگتا تھا کہ تمہاری ماں اور بہن تمہاری کمزوری ہیں وہ راستے سے ہٹانا چاہتا تھا انہیں تاکہ تم ظالم ہو جاؤ۔۔۔ میں نے تو اس کی بات مان کر دونوں کو مارا۔۔۔۔۔"

ڈیمین اب بت بنا اس کی بات سن رہا تھا اور آر تھر روتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہم نے سوچا تھا کہ ان دونوں کو وہیں مار دیں گے لیکن صوفیا کی خوبصورتی دیکھ کر ہماری نیت خراب ہو گئی۔۔۔"

لوکا جو تب سے سائیڈ پر کھڑا تھا غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔

"مم۔۔۔ مجھے معاف کر دو ڈیمین میں۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے زمین سے چاقو پکڑا اور اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی پوری طاقت سے وہ چاقو اس کی گردن میں گاڑ دیا پھر اس چاقو کو باہر کھینچا اور پھر سے واپس مار دیا۔

تیسری مرتبہ ڈیمین کے ایسا کرنے سے ہی آرتھر مر چکا تھا لیکن ڈیمین اسکے مرنے کے بعد بھی چاقو اسکی گردن میں مارتا رہا تھا اور روزلی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"بس کرو ڈیمین وہ مر چکا ہے۔۔۔۔"

لوکانے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑا تو ڈیمین نے جھٹکے سے اسے چھوڑا اور چیختے ہوئے ایک ٹانگ آرتھر کے پیٹ میں ماری اور وہاں سے چلا گیا۔ وہ اس وقت بس اکیلا رہنا چاہتا تھا۔



مار کو اپنے آفس میں بیٹھا شراب کا گلاس ہاتھ میں پکڑے گھونٹ گھونٹ شراب پی رہا تھا جب اچانک اسکا دروازہ کھلا اور ڈیمین کمرے میں داخل ہوا جس کے ہاتھ اس وقت خون میں سنے ہوئے تھے۔ ڈیمین کو دیکھ کر مار کو مسکرا دیا۔

"یہاں آؤ ڈیمین۔۔۔"

ڈیمن خاموشی سے آگے بڑھا اور اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کسے مار کر آئے ہو تم؟"

مار کو نے اسکے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا لیکن ڈیمن بس خاموش کھڑا مار کو کو دیکھتا جا رہا تھا۔

"لگتا ہے ابھی تک تم غم سے باہر نہیں نکلے لیکن کوئی بات نہیں نکل آؤ گے۔۔۔۔"

مار کو نے ایک گلاس میں شراب ڈالی اور ڈیمن کے سامنے کی۔

"لو اسے پی لو یہ تمہارا غم کم کرنے میں تمہاری مدد کرے گی۔"

ڈیمن نے وہ گلاس پکڑا اور ایک ہی گھونٹ میں وہ ساری شراب اپنے اندر انڈیل گیا۔ یہ دیکھ کر مار کو مسکرا دیا۔

"ڈار سن کو آپ نے کہا تھا ماما اور صوفیا کو مارنے کے لیے؟"

ڈیمن کی بات سن کر مار کو حیران ہوا اسکا مطلب جو خون ڈیمن کے ہاتھوں پر لگا تھا وہ کسی اور کا نہیں آر تھا رکھا اور
ڈیمن سب سچ جان چکا تھا۔

"ہاں میں نے ہی کہا تھا۔۔۔"

مار کو اب جھوٹ بولنا بلا جواز لگا اس لیے اس نے سچ بول دیا۔

"وہ دونوں تمہاری کمزوری تھیں ڈیمن اور وہ تمہیں وہ کبھی نہیں بننے دیتیں جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔۔۔"

مار کو اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈیمن کے پاس آ کر اپنا ہاتھ ڈیمن کے کندھے پر رکھا۔

"ہم گینگسٹرز ہیں ڈیمن ہمیں کسی سے محبت نہیں ہوتی کیونکہ محبت ہماری کمزوری بن جاتی ہے جسے ہمارے
دشمن ہمارے ہی خلاف استعمال کرتے ہیں پھر وہ جیت جاتے ہیں اور ہم کمزوروں کی طرح ہار جاتے ہیں۔۔۔"

مار کو نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا جبکہ ڈیمن بس بت بنا وہاں کھڑا تھا۔

"انہوں نے صوفیا کا ریپ کیا۔۔۔ کیا وہ بھی آپ نے انہیں کرنے کو کہا تھا؟"

ڈیمن کے سوال پر مار کو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"بالکل نہیں ڈیمن یہ ان کا اپنا پلین تھا اور یقین کرو اگر تم انہیں نہیں مارتے تو میں انہیں اس سب کی سزا ضرور دیتا۔۔۔۔"

ڈیمن پھر سے خاموش ہو گیا تو مار کو مسکرا دیا۔

"یہ ہوئی ناں بات اب ان دونوں کو ماضی کا حصہ سمجھ کر بھول جاؤ اور آگے بڑھو مجھے وہ ظالم بادشاہ بن کر دیکھاؤ جو میں تمہیں بنانا چاہتا تھا۔ جس کے لیے میں نے اپنی بیوی اور بیٹی کی قربانی دی۔۔۔۔"

ڈیمن نے مردہ آنکھوں سے اپنے باپ کو دیکھا۔

"ایسا ہی ہو گا ڈیڈ ایسا ہی ہو گا۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈیمن نے ایک جھٹکے سے مار کو کو گردن سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے ایک چھوٹی سی بوتل اپنی جیب سے نکال کر اس میں موجود سارا زہر مار کو کے منہ میں ڈال دیا۔

مار کو نے وہ زہرا گلنا چاہا تو ڈیمن نے اسکی گردن پر دباؤ ڈال کر اسے زہر نگلنے پر مجبور کیا اور جھٹکے سے اسے زمین پر پھینک دیا۔

مار کو نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا جواب اس سے دور ہو کر اسی کرسی پر بیٹھا تھا اور شان سے بادشاہ کی مانند ایک ٹانگ اپنی دوسری ٹانگ پر رکھ کر مار کو کا چھوڑا شراب کا گلاس اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

"ما فیا کی دنیا کا ظالم بادشاہ بنانا چاہتے تھے ناں تم مجھے لو بن گیا میں بادشاہ۔۔۔۔"

مار کو نے حیرت سے اپنے بیٹے کو دیکھا پھر دل میں اٹھتے زوردار درد پر اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر کراہنے لگا۔

"وہ بادشاہ ظالم ہی کیا جو کرسی پانے کے لیے پچھلے بادشاہ کی جان نہ لے۔۔۔۔"

ایک مسکراہٹ ڈیمن کے ہونٹوں پر آئی۔

"فکر مت کرو آج کے بعد پوری دنیا ڈیمین کو سب سے بے رحم کاپو کے طور پر جانے گی۔۔۔ وہ کاپو جس نے
کرسی کے لیے اپنے باپ کو زہر دے دیا اور پھر اسکی کرسی پر بیٹھ کر ہنستے ہوئے اسے تڑپ تڑپ کر مرتا
دیکھا۔۔۔"

مار کو نے بے بسی سے ڈیمین کو دیکھا۔ اسکے ناک اور آنکھوں سے خون نکلنے لگا تھا۔

"تمہارا دور ختم مار کو مورٹی اب یہ ڈیمین مورٹی کا دور ہے۔۔۔"

ڈیمن نے شان سے وہ شراب کا گلاس اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا اور مار کو کوزمین پر تڑپتا دیکھتے لگا کر ہنسنے لگا۔

وہ اب وہ ڈیمن نہیں رہا تھا جسے اس کی ماں نے رحم کرنا سیکھا یا تھا وہ اب وہ ڈیمن تھا جس کے باپ نے رحم اور محبت کو نوچ کر اس سے دور کر دیا تھا۔



اپنی آپ بیتی سنا کر ڈیمن نے پارسا کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے آنسو اس کے گال پر بہہ رہے تھے۔

"اب بولو ہو رہی ہے ناں مجھ سے نفرت۔۔۔"

پارسا نے انکار میں سر ہلایا اور آنسو پونچھ کر ڈیمن کی طرف دیکھا۔

"نہیں بلکہ رحم آرہا ہے آپ پر بہت زیادہ رحم۔۔۔"

ڈیمن اپنی مٹھیاں ضبط سے بھیجنے لگا پھر سے سامنے موجود سمندر کو دیکھنے لگا۔

"اب بتاؤ بیلا کیوں رحم نہیں آیا تمہارے خدا کو میرے حال پر؟ کیوں اس نے اپنی رحمت سے میری بہن کو نہیں بچایا کیوں؟"

پار سا خاموش ہو کر سامنے موجود سمندر کو دیکھنے لگی جسے ان کی کشتی چیر کر آگے بڑھ رہی تھی۔ جبکہ بادل اب ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار ان پر برسا رہے تھے۔

"حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ ان کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کی ایک انسان کو خواہش ہو سکتی ہے۔ بے تحاشہ دولت، شہرت، عزت، بچے اور جان چھڑکنے والی بیوی۔۔۔۔"

ڈیمن حیرت سے پار سا کو دیکھنے لگا۔

"پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانے کا فیصلہ کیا اور ان سے سب کچھ لے لیا۔ ان کے تمام بچے وفات پا گئے، تمام دولت ان سے چھن گئی، ان کی جو بیوی ملکہ کی طرح رہتی تھیں انہیں اپنے بال بچ کر گزارہ کرنا پڑا۔۔۔۔"

پار سانے نگاہیں اٹھا کر ڈیمن کو دیکھا جو مکمل طور پر اسکی بات میں ڈوبا ہوا تھا۔

"پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رحم کی بھیک مانگی تو جانتے ہیں کیا ہوا؟"

ڈیمین نے سوالیہ نظروں سے پارسا کو دیکھا۔

"اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ لوٹا دیا اور جو لیا تھا اس سے بھی زیادہ لوٹا دیا۔۔۔"

پارسانے اپنی نم پلکوں کو صاف کر کے ڈیمین کو دیکھا۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی امتحان میں ڈالا تاکہ اپنی آزمائش میں سکون کے لیے آپ اسے جانیں، اسے تلاش کر کے اسکی طرف لوٹ آئیں اور وہ اپنی رحمت کے سائے میں آپ کو چھپا کر پہلے سے بھی کئی زیادہ خوشیاں عطا کرے۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر ڈیمین کو دیکھا جو مکمل طور پر اسکی باتوں میں کھویا ہوا تھا۔

"قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اور عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

:اور تمہارا مستقبل تمہارے ماضی سے بہتر ہوگا

:بے شک مشکل کے "ساتھ"، آسانی ہے۔"

پارسا مسکرا دی۔

"اس لیے کبھی مایوس نہیں ہوں اور راہ راست کو تلاش کر کے اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹ آئیں وہ آپ کا ہر غم ایسے مٹا دیں گے گی گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔۔۔۔"

پارسا کے خاموش ہونے پر ڈیمین اسکی باتوں کے سحر سے باہر نکلا اور اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

"یہ سب سننے کے بعد بھی تمہیں اپنے خدا پر اتنا یقین ہے؟"

"اگر میرے نصیب میں تاقیامت بھی صرف آنسو لکھ دیے جائیں تو بھی میرا یقین اللہ تعالیٰ سے نہیں ختم ہو سکتا۔۔۔"

پارسا نے بھرپور اعتماد سے کہا۔

"اور دیکھیے گا سر جس دن وہ آپ کو اپنی نشانی دیکھائیں گے ناں آپ کی عقل، سوچ دنگ رہ جائے گی اور تب آپ کو احساس ہو گا کہ جو میں نے کہا تھا وہ سب سچ تھا۔ پھر اس رب کی تلاش میں نکل جائے گا سر وہ آپ کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دے گا۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر پارسانے اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھا۔

"میری نماز کا وقت ہو چکا ہے۔۔۔ اللہ سے آپ کے لیے سکون کے ساتھ ساتھ آپ کی ہدایت کی بھی دعا کروں گی کہ وہ آپ کو اپنی ایسی نشانی دیکھائے کہ آپ کے پاس اسکو دل و جان سے ماننے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچے۔۔۔۔"

پارسا اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور ڈیمین کتنی ہی دیروہیں کھڑا اسکی باتوں کے سحر میں جکڑا رہا تھا۔



وہ سمندری سفر کے بعد ایک آئی لینڈ پر آئے تھے جہاں صرف ایک ہی بڑا سا گھر تھا اور ان سب کے علاوہ اس آئی لینڈ پر کوئی بھی نہیں تھا۔ پارسیہ جان کر حد سے زیادہ حیران ہوئی کہ وہ پورا آئی لینڈ ڈیمین کی ملکیت تھا۔

آئی لینڈ کا ساحل سمندر سب سے خوبصورت تھا۔ پارسانے دو دن روزلی کے ساتھ گزارے اور ہر طرح سے ڈیمین کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

اور وہ آج بہت خوش تھی کیونکہ آج اسے اٹلی آئے دسواں دن تھا اور وہ کل آزاد ہونے والی تھی لیکن وہ پریشان تھی کہ ڈیمین کو انکار کیسے کرے گی۔

وہ ابھی عشاء کی نماز ادا کر کے فارغ ہوئی تھی جب روزلی ایک ملازمہ کے ساتھ اسکے کمرے میں آئی اور ایک انتہائی خوبصورت سا سوٹ پارسا کے سامنے کیا۔

"تیار ہو جاؤ پارسا۔۔۔۔"

روزلی کی بات پر پارسانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کس لیے؟"

"ڈیمین نے تمہارے لیے ایک پارٹی رکھی ہے اس کے لیے۔۔۔۔"

پارسانے اس سفید خوبصورت لباس کو دیکھتے ہوئے انکا میں سر ہلایا۔

"میں پارٹی میں نہیں جاتی آپ انہیں منع کر دیں۔۔۔۔"

روزلی نے گہرا سانس لیا اور آگے ہو کر پارسا کو کندھوں سے پکڑا۔

"پارساتم نے اسے ان دنوں کا موقع دیا تھا اور یہ چندیل اس کے پاس وہ آخری موقع ہیں پلیز انہیں مت چھینو اس سے۔۔۔۔"

پارسابے بسی سے اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"لیکن میں یہ ڈریس نہیں پہنوں گی۔۔۔۔"

"کیوں تمہیں پسند نہیں آئی کیا اگر انہیں آئی تو اور بھی بہت سی ہیں۔۔۔۔"

روزلی نے ریک کی جانب اشارہ کیا تو پارسانے اس میں سے ایک سادہ سا سوٹ لیا اور کپڑے بدل کر اچھی طرح سے حجاب کرنے لگی۔

وہ دونوں سے ڈیمن کو مکمل نظر انداز کر رہی تھی اور ابھی بھی وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس میں ڈیمن کا دل توڑنے کی ہمت نہیں تھی لیکن وہ کیا کرتی اس نے غلط انسان کو اپنے لیے چنا تھا۔ پارساواش روم سے باہر آئی اور نرم آنکھوں کو موند لیا۔

"یا اللہ مجھے ہمت دینا۔۔۔"

پارسا گہرا سانس لے کر روزلی کے پاس آئی جس نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

"ہینجل۔۔۔"

روزلی کے پکارنے پر پارسانے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن روزلی کے چہرے پر بے تحاشا غم دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"وہ تمہیں بہت زیادہ چاہتا ہے شاید پوری دنیا میں بس اب تم ہی ہو جسے وہ چاہتا ہے جو اسے اندھیروں کی دنیا سے نکال سکتی ہے پلینز اسے تنہا نہ چھوڑنا۔۔۔"

پارسا روزلی کی بات پر سر جھکا کر خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔ وہ اس وقت بے بس تھی بہت زیادہ بے بس۔

پارسا خاموشی سے گھر سے باہر آئی تو باہر کا منظر دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پورا آئی لینڈ ہی رنگ برنگی لائٹوں سے سجا ہوا تھا جو ماحول کو بہت زیادہ خوبصورت بنا رہے تھے اور گھر سے ساحل سمندر تک سفید پردوں اور لائٹوں سے سجایا ایک راستہ بنایا گیا تھا۔ پارسا وہاں سے گزر کر ایک جگہ پر پہنچی جہاں ان سفید پردوں اور لائٹوں سے پورا کمرہ بنایا گیا تھا اور اس سب پر سمندی لہروں کا شور ہر چیز کو چار چاند لگا رہا تھا۔

پارسا کو اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو گھبرا کر پلٹی اور ڈیمین کو دیکھا جو کالے پینٹ کوٹ میں ملبوس بے انتہا ہینڈ سم لگ رہا تھا۔ پارسانے فوراً ہی اپنی نظریں جھکا لیں۔

"تمہیں سب کیسا لگا بیلا؟"

ڈیمین کے مسکرا کر پوچھنے پر پارسا اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"بہت اچھا۔۔۔"

ڈیمن نے مسکرا کر اسے میز کی جانب اشارہ کیا جہاں بے ہر طرح کا کھانا پڑا تھا۔ پار سا خاموشی سے چل کر اس میز پر بیٹھ گئی اور کھانا کھانے لگی۔ جبکہ ڈیمن بس خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"کک۔۔۔ کیا اب میں جاؤں؟"

کھانا کھانے کے بعد پار سانے گھبرا کر پوچھا تو ڈیمن مسکرا دیا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے۔۔۔؟"

ڈیمن نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو پار سا خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگی۔

ساحل سمندر پر چلنے کے بعد وہ دونوں ایک جگہ پر آئے جہاں کافی زیادہ اندھیرا تھا۔ اچانک ہی بہت ساری قندیلیں جزیرے کے وسط سے آسمان کی جانب اڑنے لگیں اور اس خوبصورت منظر کو دیکھ کر پار سا اپنا آپ بھول گئی۔

اپنے پیچھے سے آنے والی آہٹ پر پار سا پلٹی اور حیرت سے ڈیمن کو دیکھا جو ہاتھ میں انگوٹھی پکڑے ایک گٹھنے پر بیٹھا تھا۔ پار سا کا دل بہت زور سے دھڑکا۔

"جانتی ہو تم سے ملنے سے پہلے میری زندگی کیسی تھی بیلا؟ ایسا لگتا تھا کہ ہر دن ایک عذاب ہو جو مجھے اپنی جان پر جھیلنا ہے۔۔۔۔"

پارسا حسبِ عادت سر جھکا کر اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"پھر میں نے پہلی دفعہ تمہیں دیکھا تو مجھے یہ لگا کہ دنیا اتنی بھی بری نہیں ہے، پہلی نظر میں ہی تم وہ بن گئی جو کوئی نہیں بن سکا میرا سکون۔۔۔۔"

پارسا کی پلکیں اسکی بات پر نم ہو چکی تھیں۔

"مجھے لگا کہ میں تمہاری پاکیزگی اور معصومیت کے قابل نہیں اس لیے تم سے دور رہا لیکن پھر تمہارا کسی اور کا ہونے کا احساس مجھے خود غرض بنا گیا بیلا بہت زیادہ خود غرض۔۔۔۔"

ڈیمین نے گہرا سانس لیا اور مسکرا کر پارسا کو دیکھا جو سر جھکائے خاموشی سے کھڑی تھی۔

"اب وہ سکون مجھے اپنی آخری سانس تک چاہیے جو صرف تمہیں دیکھ کر ملتا ہے۔۔۔۔"

ڈیمن نے وہ ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی پارسا کے سامنے کی۔

"میری ہو جاؤ بیلا ہمیشہ کے لیے میرا قرار بن جاؤ اور میں ان دس دنوں کی طرح تمہاری ساری زندگی ہر خواہش پوری کرتے گزار دوں گا۔۔۔"

پارسانے اب کی بار نم آنکھیں اٹھا کر ڈیمن کو دیکھا۔

"بولو بیلا کرو گی مجھ سے شادی۔۔۔؟"

پارسا کافی دیر خاموش کھڑی اپنے ہاتھ مسلتی رہی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے ڈیمن کو جواب دے پھر ہمت کر کے گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے ایک لفظ بولا۔

"نہیں۔۔۔۔"

ڈیمن نے بے یقینی سے بھری نیلی آنکھیں اٹھا کر پارسا کو دیکھا۔

"بیلا۔۔۔"

"میں نہیں کر سکتی آپ سے شادی سرپلیز اس راہ پر مت چلیں جہاں آپ کو مزید تکلیف ہو میری اور آپ کی راہیں جدا ہیں۔۔ ہم ایک ہونے کے لیے نہیں بنے۔"

ڈیمین ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی کو مٹھی میں بھینچتا اٹھ کھڑا ہوا اور کافی دیر سر جھکا کر کھڑی پار سا کود بکھتا رہا۔

"تم مجھ سے شادی کرو گی۔"

ڈیمین نے گویا اس لڑکی کو حکم دیا۔

"نہیں۔"

"کیوں نہیں؟"

ڈیمین نے اس چھوٹی سی لڑکی کو گھورتے ہوئے سوال کیا حالانکہ اس سوال کے جواب سے وہ واقف تھا یہ جواب وہ کئی مرتبہ سن چکا تھا۔

"کیونکہ آپ اللہ کو نہیں مانتے اور میں اسی سے شادی کروں گی جو اللہ کو ماننے والا ہو۔۔۔۔ ایک مسلمان ہو۔"

پوری دنیا اس لڑکی کے قدموں میں رکھنے کے باوجود ہمیشہ والا جواب سن کر ڈیمن اپنی مٹھیاں ضبط سے بھینچ چکا تھا۔

"نہیں مانتا میں تمہارے خدا کو بیلا لیکن دیکھنا ایک دن اسکے باوجود تم مجھے قبول کرو گی وعدہ ہے یہ میرا۔۔۔۔"

ڈیمن کی نیلی آنکھوں میں جنون کی آگ دیکھ کر وہ نازک لڑکی بہت ڈر گئی مگر پھر ہمت کرتے ہوئے بول اٹھی۔

"آپ کچھ بھی کر لیں ایک مسلمان عورت صرف مسلمان مرد کی ہی ہو سکتی ہے اور میں آپ کو تب تک قبول نہیں کروں گی جب تک آپ اللہ کو دل سے نہیں مانتے یہ میرا وعدہ ہے۔۔۔۔"

وہ معصوم سی لڑکی جو ہر دوسری چیز سے ڈرتی تھی یہ بات کہتے ہوئے اسکے لہجے میں چٹانوں سی منظبوطی تھی اور وہ منظبوطی ڈیمن کا جنون مزید بڑھا گئی تھی۔ پارسانے ہمت کرتے ہوئے نظر اٹھا کر ڈیمن کو دیکھا۔

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کی اگر ان دس دنوں کے بعد میرا جواب نہ ہو تو آپ مجھے آزاد کر دیں گے۔۔۔۔ میں چیلنج جیت گئی ڈیمن سراب آپ مجھے میرے ماموں کے پاس جانے دیں۔۔۔۔"

ڈیمن اسکے خود سے دور جانے کا سن کر ہی غصے سے پاگل ہو چکا تھا۔ ہاں اس نے وعدہ کیا تھا کی اگر اس کا جواب انکار ہی رہے گا تو اسے جانے دے گا لیکن اس کے اندر چھپا خود غرض ڈیمن اسے نہیں کھو سکتا تھا پھر سے اپنی زندگی کو جہنم نہیں بنا سکتا تھا۔

"میں نے جھوٹ کہا تھا۔۔ تم میری ہو اور میں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں جانے دوں گا کبھی نہیں۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے نم نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر بنا سوچے سمجھے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پوری طاقت سے ایک تھپڑ ڈیمن کے منہ پر مار کر روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

جبکہ اسکی آنکھوں میں وہ نفرت دیکھ کر ڈیمن کا دل ہزار ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا لیکن اسکی نفرت اسکی جدائی سے تو بہتر تھی ناں۔ زبردستی ہی سہی لیکن وہ اسکے پاس رہتی اسکی آنکھوں کے سامنے اسکا سکون بن کر۔۔۔



اگلے دن ہی وہ لوگ لاس ویگاس واپس آچکے تھے لیکن پارسانے کل سے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا یہاں تک کہ وہ روزلی سے بھی بات کرنا چھوڑ چکی تھی بس خاموش بت بن کر بیٹھی رہتی۔

ڈیمن کو اسکی یہ حالت بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی لیکن وہ بھی کیا کرتا۔

"بیلا ہم گھر پہنچ گئے ہیں۔۔۔۔۔"

انکی گاڑی موربیٹ میینشن کے باہر کی تو ڈیمن نے اسے پکارا لیکن پارسا اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتی اندر جا کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی اور ڈیمن بس بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اپنے آفس میں آکر وہ بے بسی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ڈیمن۔۔۔"

لوکانے اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھا تو ڈیمن نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم اس کے ساتھ اچھا نہیں کر رہے اس طرح اپنا وعدہ توڑ کر تم اسے خود سے بد ظن کر دو گے۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے گہرا سانس لیا۔

"تو کیا کروں میں لوکا اسے کھو بھی نہیں سکتا۔۔۔۔"

لوکا ڈیمین کو اتنا بے بس دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"وہ مسلمان سے شادی کرنا چاہتی ہے نا تو تم اس کے لیے مسلمان ہو جاؤ۔۔۔۔"

"وہ کہتی ہے کہ مسلمان صرف خدا کے لئے ہوا جاتا ہے کسی انسان کے لئے نہیں اور جسے میں نہیں مانتا لوکا اس پر ایمان کہاں سے لاؤں اور اس معاملے میں اپنی بیلا سے جھوٹ نہیں بولنے والا۔۔۔۔"

لوکا نے گہرا سانس لیا۔

"تو کیا کرو گے ڈیمین تم اسے یوں زبردستی کب تک باندھ کر رکھ لو گے اگر پھر سے بھاگنے کی کوشش میں اس نے خود کو نقصان پہنچا لیا تو؟"

ڈیمین نے پریشانی سے اپنی کنپٹی کو سہلایا پھر اچانک ایک شخص کا خیال آنے پر ڈیمین کے چہرے پر پہلے سنجیدگی اور پھر ایک مسکراہٹ آ گئی۔

"روزلی کو بلاؤ لو کا۔۔"

لوکا نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا۔

"روز کو لیکن کیوں؟"

"سوال کرنے کو نہیں کہا میں نے جو کہا ہے وہ کرو۔۔۔"

لوکا گہرا سانس لے کر روزلی کو بلانے چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ روزلی کے ساتھ ڈیمن کے آفس میں داخل ہوا۔

"میرا ایک کام کرو گی روزلی؟"

"تم حکم کرو ڈیمن۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر کہا اپنے سامنے موجود شخص کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

"جا کر پار سے کہو کہ اسکا سابقہ شوہر میری قید میں ہے اور ہر دن ظلم برداشت کرتا ہے اور میں اسے اپنی قید سے بالکل بھی آزاد نہیں کرنے والا۔۔۔۔۔"

لوکا اور روزلی دونوں نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا جس کے چہرے پر کافی خطرناک مسکراہٹ تھی۔

"لیکن کیوں ڈیمن؟"

"سمجھ جاؤ گی ابھی جیسا کہا ہے ویسا کرو۔۔۔۔۔"

روزلی نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ڈیمن کے ارادے کو سمجھ کر لوکا نے افسوس سے اپنے دوست کو دیکھا۔

"یہ اسکے ساتھ زیادتی ہے ڈیمن۔۔۔۔۔"

ڈیمن کی مسکراہٹ اس بات پر گہری ہو گئی۔

"یہ اسے میرے سیاہ دل پر حکومت کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ وہ کس کا جنون بن رہی ہے اب مجھ سے رہائی اسے کوئی بھی نہیں دلا سکتا کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔"

ڈیمین شدت سے کہتا کوئی دیوانا ہی لگ رہا تھا جس کی دیوانگی اسکی محبت پر بھاری پڑھ رہی تھی۔



روزلی پارسا کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے پارسا خاموشی سے بیڈ کے کونے پر بیٹھی نظر آئی۔ کل رات ڈیمین کے پاس سے واپس آنے کے بعد پارسانے پوری رات رو کر گزاری تھی۔ کتنی ہی بار روزلی نے اسے رونے کی وجہ پوچھنا چاہی لیکن پارسانے اسے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔

"اینجل۔۔۔۔"

روزلی نے پارسا کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن پارسا بس ایک بت بن کر بیٹھی رہی۔

"پلیز پریٹی اینجل کچھ تو کہو۔۔۔۔"

روزلی کو اسکی یہ حالت بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی اور اس سب پر ڈیمین نے اسے مزید پریشانی میں ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ روزلی نے گہرا سانس لے کر ہمت جمع کی۔

"اینجل مجھے تمہیں کچھ بہت ضروری بتانا ہے۔۔۔ تمہارا۔۔۔ تمہارا پرانا شوہر وہ ڈیمن کے پاس قید ہے۔۔۔"

پارسانے فوراً حیرت سے بھری آنکھیں اٹھا کر روزلی کو دیکھا۔

"سمیر؟"

"ہاں وہ ہی جس سے تمہاری پہلے شادی ہوئی تھی ڈیمن نے اسے تب سے اپنے پاس قید رکھا ہے جب وہ تمہیں یہاں لایا تھا اور تب سے ہر روز اسے ٹارچر کر رہا ہے۔۔۔"

پارسا کی حیرت سے پھیلی ہوئی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔ اسے سمیر کے نام سے بھی نفرت ہو چکی تھی لیکن وہ اس کے ماموں کا اکلوتا بیٹا تھا اگر اسے کچھ ہو جاتا تو اس کے ماموں تو جیتے جی مر جاتے۔

"لل۔۔۔ لیکن سر ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

پارسانے نم آنکھوں سے پوچھا۔

"تمہیں نظر نہیں آتا اینجل تم جنون بن چکی ہو اسکا اور وہ شخص تمہارا شوہر رہ چکا ہے تو ڈیمین کے جنون کو یہ کہاں گوارا ہوتا۔۔۔۔"

پارسانے اپنے چھوٹے ہاتھوں کی مٹھیاں بنالیں اور آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بے دردی سے پونچھ کراٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے ڈیمین سر سے ملنا ہے۔۔۔"

"اپنے آفس میں ہے وہ۔۔۔۔"

پارسانے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے آفس کی طرف چل دی۔ وہاں پہنچ کر اجازت لیے بغیر ہی دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہوئی۔

"سمیر آپ کے پاس قید ہیں؟"

پارسا کے غصے سے پوچھنے پر ایک مسکراہٹ ڈیمین کے ہونٹوں پر آئی جسے اپنے چہرے سے ہٹاتا وہ پارسا کی جانب پلٹا۔

"ہاں میرے پاس ہے۔۔۔۔"

"کیوں؟ آپ نے کہا تھا کہ اگر وہ مجھے آپ کو دے دیں تو آپ انہیں قرض معاف کر دیں گے پھر کیوں قید کیا آپ نے انہیں؟"

ڈیمن نے پہلی مرتبہ پارسا کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"تمہیں اس کی فکر کیوں ہے بیلا۔۔۔ کیا وہ سب بھول چکی ہو جو اس نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔"

ڈیمن کی بات پر پارسا کی پلکیں غصے کی شدت سے بھیگ گئیں۔

"وہ میرے ماموں کے اکلوتے بیٹے ہیں اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میرے ماموں جی نہیں پائیں گے۔۔۔"

ڈیمن نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ وہ اپنی بیلا کو اس سے بھی زیادہ جان چکا تھا وہ وہی سب کر رہی تھی جو اس نے سوچا تھا۔

"وہ میرا مجرم ہے بیلا میں اسے آزاد نہیں کرنے والا کچھ بھی کر لو۔۔۔"

دو آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"پلیز سر ایسا مت کریں۔ چھوڑ دیں انہیں میرے ماموں کا اکلوتا سہارا ہیں وہ۔۔۔"

پارسا کی التجا پر ڈیمن اس کے قریب ہوا۔

"تو ٹھیک ہے میں اسے آزاد کر دوں گا لیکن ایک شرط پر۔۔۔۔"

پارسانے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس کی آزادی کے بدلے میں تم میرے پاس ہمیشہ رہو گی اور کبھی بھی مجھ سے دور جانے کی کوشش نہیں کرو گی نہ ہی ایسا مطالبہ کرو گی اور اگر تم ایسا نہیں چاہتی تو تم آج سے آزاد ہو لیکن کچھ بھی کر لو تم اسے مجھ سے آزاد نہیں کرو پاؤ گی۔۔۔۔"

پارسا بے یقینی سے اس خود غرض شخص کر دیکھنے لگی جسے کبھی اس نے اپنا محسن سمجھا تھا۔

"شرم آرہی آج مجھے خود پر کہ میں نے کبھی آپ کو ایک اچھا انسان سمجھا لیکن آج سمجھ آرہا ہے کہ آپ تو انسان ہی نہیں ہیں۔ اپنے رحم اور محبت کے ساتھ ساتھ اپنی انسانیت کو بھی دفنا چکے ہیں آپ۔۔۔۔"

پارسانے مٹھیاں بھینچتے ہوئے انتہائی زیادہ نفرت اور کرب سے کہا۔

"ٹھیک ہے وہی ہو گا جیسا آپ چاہتے ہیں سمیر کی آزادی کے بدلے میں اپنی آزادی کا سودا کرتی ہوں لیکن یاد رکھیے گا سر کہ آپ کی پاس میں نہیں بس ایک زندہ لاش ہو گی۔۔۔۔"

پارساتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور ڈیمین اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر شیشے کی کھڑی میں مار کر اسے توڑ چکا تھا۔ اسکی بیلا اب اس سے نفرت کرنے لگی تھی لیکن جو بھی ہوتا وہ تھی تو اسکے پاس ہی ناں اور ڈیمین کے لیے یہی کافی تھا۔



سمیر کی آنکھ اپنے گرد ہونے والے شور و غل سے کھلی۔ اس نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر حیرت سے لوکا کو دیکھا جو اس کی بیڑیاں کھول رہا تھا۔

"کسی اور طریقے سے مارنے کا ارادہ ہے مجھے کیا؟"

سمیر نے جسم میں اٹھتی تکلیفوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں تمہیں آزاد کیا جا رہا ہے۔۔۔۔"

لوکا کے سنجیدگی سے کہنے پر سمیر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آزاد؟ تت۔۔۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔۔۔؟"

"ہاں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔۔"

سمیر نے آنکھیں موند کر خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے روز کی افیت سے رہائی مل رہی تھی۔

"جاننا نہیں چاہو گے تمہیں کیوں آزاد کیا جا رہا ہے؟"

سمیر نے سوالیہ نظروں سے لوکا کو دیکھا جس کے چہرے پر بہت زیادہ سنجیدگی تھی۔

"پارسا کی وجہ سے۔۔۔۔"

سمیر کا سانس اسکے حلق میں ہی اٹک گیا۔

"ڈیمین نے اسے اپنا بنانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ لڑکی اسی بات پر ڈٹی رہی کہ وہ صرف ایک مسلمان سے شادی کرے گی۔ ڈیمین نے اسے چیلنج کیا کہ اگر اس کی تمام شان و شوکت دیکھنے کے بعد بھی پارسا کا جواب انکار ہی رہا تو وہ اسے آزاد کر دے گا۔۔۔۔"

سمیر بس حیرت سے آنکھیں کھولے لوکا کو دیکھتے ہوئے اسکی بات سن رہا تھا۔

"اور جانتے ہو ایک ملکہ کی زندگی دیکھنے کے بعد بھی اس لڑکی نے انکار کر دیا اور آزاد ہو گئی لیکن پھر اسے تمہاری قید کا علم ہوا تو اس نے ڈیمن سے تمہاری آزادی کی درخواست کی۔۔۔"

سمیر اب اپنا سر شرمندگی سے جھکا چکا تھا۔

"ڈیمن نے اس کے سامنے شرط رکھی کہ وہ یا تو اس سے آزاد کرے گا یا تمہیں۔۔۔ اور اس نے خود کو پھر سے قید کروا کر تمہیں آزاد کروا دیا۔"

بہت سے آنسو سمیر کی آنکھوں سے بہے۔

"اس معصوم کی قربانی کے بدلے تمہیں یہ آزادی بہت بہت مبارک ہو۔۔۔"

اب سمیر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ لوکا نے اسکے ہاتھ مکمل طور پر کھول دیے تو سمیر نے فوراً اپنے ہاتھ لوکا کے سامنے جوڑ دیے۔

"پلیز ایسا مت کرو چاہے تو مجھے میری آخری سانس تک قید کر لو لیکن اسے آزاد کر دو۔۔۔۔۔ وہ بہت معصوم ہے۔۔۔۔۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ لوکا کے ہونٹوں پر آئی۔

"اپنی جان بچانے کے لیے اسکا سودا کرتے ہوئے تمہیں یاد نہیں آیا کہ وہ بہت معصوم ہے۔۔۔۔۔ اب سے تم آزاد ہو لیکن فکر مت کرو تم آزاد ہو کر بھی قید رہو گے۔ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے ناں اسکا خیال ہی تمہیں آزاد نہیں رہنے دے گا۔۔۔"

لوکا نے اتنا کہہ کر ایک پٹی سمیر کی آنکھوں کے گرد باندھ دی اور اسے اپنے آدمیوں کو دیا جو اسے گاڑی میں ڈال کر اسکے اپارٹمنٹ کے باہر پھینک کر چلے گئے۔

سمیر نے آنکھوں سے پٹی ہٹائی اور لوکا کی باتوں کو یاد کرتا مردہ قدموں سے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔

وہاں آتے ہی اسکی سب سے پہلی نظر اس صوفے پر پڑی جہاں پارسا سویا کرتی تھی۔ بہتی آنکھوں سے وہ کمرے میں آکر بیڈ پر بیٹھ گیا تو اسے اس خط کا خیال آیا۔

اس نے بے چینی سے پورا کمرہ ڈھونڈ دیا۔ پھر آخر کار اپنے بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز سے اسے وہ خط ملا جسکے الفاظ پھر سے پڑھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس ہیرے کو وہ کھوچکا تھا۔



"باس ڈیمن واپس آچکا ہے۔۔۔۔"

چارلز کی بات پر مہنگا سگار پیتے ریمو کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"یعنی اب میری منزل دور نہیں۔۔۔۔ اف مزہ آجائے گا ڈیمن کو تڑپتا دیکھ میرا دل کرے گا وہ تڑپتا ہوا اور میں اسکے سامنے خوشی سے ناچوں۔۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔۔"

ریمو کا پاگل پن دیکھ کر چارلز مسکرا دیا۔

"لیکن باس ہم اس لڑکی تک پہنچیں گے کیسے وہ ڈیمن کے مینشن میں ہے اور وہاں کی سیکیورٹی کو توڑ کر اس لڑکی کو وہاں سے نکالنا تقریباً ناممکن ہے۔۔۔۔"

ریمو نے آنکھیں چھوٹی کر کے چارلز کو گھورا۔

"میرا پلان بھول گئے کیا جیسا کہا تھا بس ویسا کر دو تو وہ لڑکی خود ہمارے پاس آئے گی۔۔۔۔"

چار لڑنے ہاں میں سر ہلایا۔

"اور تم یہ کام خود کرو گے چار لڑ میں اس میں کوئی بھی گڑبڑ نہیں چاہتا اور یاد رکھنا اگر یہ پلین ناکام رہا ناں تو اذیت لفظ کا مطلب کیا ہوتا ہے یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔۔۔"

چار لڑنے اس پاگل شخص سے ڈر کر جلدی سے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ ریمو اب وہ سگار پیتے ہوئے خود میں ہی مسکرا رہا تھا۔



سمیر کو نہیں پتہ تھا کہ وہ کتنی ہی دیر اس خط کو ہاتھ میں پکڑ کر بیٹھا رہا تھا۔ اچانک ہی اسے اپنے پاس آہٹ محسوس ہوئی تو سمیر نے نگاہیں اٹھا کر اپنا کو دیکھا جو حیرت سے اسے دیکھتی رہی اور پھر بھاگ کر اسکے گلے لگ گئی۔

"سمیر اومائے گاڈ تم ٹھیک تو ہوناں۔ کتنا پریشان ہو گئی تھی میں تمہارے لیے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں لیکن تمہارا کچھ پتہ ہی نہیں چلا اور تمہارا یہ حال کس نے کیا۔۔۔۔؟"

اپنا نے اس کے گال اور سر پر موجود زخم کو چھوتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیوں آئی تھی۔۔۔؟"

سمیر نے الٹا اس سے ہی سوال کیا۔

"میں تو اکثر ہی یہاں آتی تھی اس امید سے کہ شاید تم یہاں مل جاؤ۔۔۔"

اینانے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ وہ اتفاق سے آج یہاں اپنے کپڑے لینے آئی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں یہ کیا ہوا تمہیں؟"

اینانے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن آج سمیر کو اس کے لمس سے بہت زیادہ وحشت ہو رہی تھی۔

"تمہیں یاد ہے تمہیں برتھڈے گفٹ میں کارڈی تھی میں نے۔۔۔"

اینانے ہاں میں سر ہلایا۔

"اس کے لیے میں نے پیسے کچھ لوگوں سے ادھار لیے تھے اور وہ ادھار نہ چکانے پر انہوں نے میرا یہ حال کیا ہے۔۔۔"

یہ سن کر اینا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اب انہوں نے اس دھمکی کے ساتھ مجھے چھوڑا ہے کہ اگر میں نے ان کا پیسہ جلد از جلد واپس نہیں کیا تو وہ مجھے مار دیں گے۔۔۔"

اینانے پریشانی سے سمیر کی طرف دیکھا۔

"تو تم اب کیا کرو گے سمیر؟"

سمیر نے ہاتھ میں پکڑے خط سے نگاہیں اٹھا کر اینا کو دیکھا۔

"تم میری مدد کرو اینا۔ ہم وہ کار بیچ کر اس سے آئے پیسوں سے قرض اتار دیتے ہیں۔۔۔"

اینانے حیرت سے سمیر کو دیکھا۔

"پاگل ہو گئے ہو سمیر وہ کار تمہارا گفٹ ہے میں اسے کیسے بیچ سکتی ہوں۔۔۔؟"

"اگر میں ہی نہیں رہوں گا تو میرے گفٹ کا کیا کرو گی؟ تمہیں میری مدد کرنی ہو گی ورنہ وہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔۔۔"

اینانے دانت کچکا کر سمیر کو دیکھا اور اس کے پاس سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یونوٹ میرے دوست سہی کہتے تھے تم جیسے ٹیپکل مرد ریلیشنشپ کے قابل ہی نہیں ہوتے۔۔۔ آج سے میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں بھاڑ میں جاؤ میری بلا سے۔۔۔"

اینانے اپنا بیگ پکڑا اور باہر کی جانب چل دی اور پھر مڑ کر سمیر کو دیکھا۔

"اور وہ میری کار ہے اسکی ڈاکیومنٹیشن میرے نام پر ہے تو بھول ہی جاؤ کہ میں اسے بیچوں گی۔۔۔"

اتنا کہہ کر اینا وہاں سے چلی گئی اور سمیر کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

دیکھ لیا سمیر کس کے لیے تم نے اس ہیرے جیسی لڑکی کو دھتکارا۔ ایک یہ ہے کہ تمہارے لیے ایک شے قربان نہیں کر سکتی اور وہ ناجانے کتنی ہی بار تمہاری خاطر خود کو قربان کر گئی۔۔۔

اپنے ضمیر کی آواز پر سمیر نے اپنے بالوں کو ہاتھ میں پکڑا اور چیخ چیخ کر رونے لگا لیکن اب رونے کا کیا فائدہ تھا وہ پار سا کو ہمیشہ کے لیے کھو چکا تھا۔

"سمیر۔۔۔"

وہاب صاحب کی آواز پر سمیر نے حیرت سے نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بابا۔۔۔"

وہاب صاحب جو صبح سے ان کی تلاش میں کبھی پولیس سٹیشن اور کبھی کہیں جا رہے تھے یوں اچانک سمیر کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سمیر اپنی جگہ سے اٹھا اور بھاگ کر وہاب صاحب کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"سمیر میرے بچے کیا ہو گیا ہے تمہاری یہ حالت کس نے کی بتاؤ مجھے میری جان کیا ہوا ہے؟"

وہاب صاحب نے پریشانی سے پوچھا لیکن سمیر بس ان کے سینے سے لگا پھوٹ پھوٹ کر رہا تھا۔

"س۔۔۔ سمیر یہاں میری طرف دیکھو کیا ہوا ہے بیٹا۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پوچھا پھر انہیں پارسا کا خیال آیا۔

"پارس کہاں ہے سمیر۔۔۔ بتاؤ کیا ہوا ہے بیٹا ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔۔۔"

پارسا کے ذکر پر ہی سمیر نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔

"میں نے کھودیا پارس کو بابا میں نے اسے کھودیا۔۔۔"

وہاب صاحب کو لگا کہ ان کے دل کی دھڑکنیں ہی رک جائیں گی۔ سمیر نے روتے ہوئے ہر بات وہاب صاحب کو سچ سچ بتادی جسے سن کر وہ سکتے کے عالم میں آچکے تھے۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی بابا میں پارس کی قدر نہیں کر پایا۔۔۔ مجھے معاف۔۔۔"

چٹاخ۔۔۔ ایک انتہائی زوردار تھپڑ وہاب صاحب نے سمیر کے منہ پر مارا۔ اس سے پہلے کے سمیر اس کی شدت سے سنبھلتا وہاب صاحب ویسے ہی تین چار تھپڑ اسکے منہ پر مار چکے تھے۔

"یا اللہ یہ ہے میری اولاد اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میرا کلوتا بیٹا بڑا ہو کر یہ شیطان بنے گا تو پیدا ہوتے ہی مار دیتا اسے۔۔۔"

وہاب صاحب نے روتے ہوئے کہا اور سمیر پریشانی سے انکی طرف بڑھا تو وہاب نے اسے دھکادے کر خود سے دور کر دیا۔

"مت ہاتھ لگاؤ مجھے تمہارے اس وجود سے نفرت ہو رہی ہے مجھے سمیر خود سے نفرت ہو رہی ہے کہ تم میرا گندہ خون ہو۔۔۔۔"

سمیر اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا جبکہ وہاب صاحب کو تو لگ رہا تھا کہ ان پر کوئی عذاب نازل ہو گیا ہو۔

"کتنے خواب سجا کر وہ بچی تمہارے پاس آئی تھی کہ جو زیادتیاں تمہاری ماں اور بہنوں نے اس کے ساتھ کی ہیں تم ان کا مرحم بنو گے اور تم نے اسے کسی شے کی طرح بیچ دیا۔۔۔۔"

سمیر پریشانی سے وہاب صاحب کی طرف بڑھا جو اپنا سینہ تھام کر یہ بات کہہ رہے تھے۔

"بابا۔۔۔۔"

"مت کہو مجھے بابا سمیر آج سے تم میرے بیٹے نہیں رہے سنا تم نے آج سے میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسے خود سے دور دھکیل کر کہا۔

"م۔۔۔۔ میں ڈھونڈ لوں گا اپنی بچی کو اسے یوں کسی انگریز کے ہاتھوں برباد نہیں ہونے دوں گا وہ پارسا ہے سمیر تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اسکی پارسائی اسکی زندگی ہے وہ اس سے چھن گئی تو مر جائے گی وہ۔۔۔۔"

وہاب صاحب پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔

"کیا جواب دوں گا میں روز قیامت اپنی بہن کو جس سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی بیٹی کا بہت زیادہ خیال رکھوں گا۔۔۔"

سمیر اپنے باپ کو یوں تڑپتا دیکھ ہزاروں موت مرا۔

"مجھے معاف کر دیں بابا۔۔۔"

لیکن وہاب صاحب اب بس خاموشی سے وہاں بیٹھے آنسو بہا رہے تھے پھر انہوں نے اپنے آنسو پونچھے اور جیب سے موبائل نکالا۔

"ہیلو فرہاد۔۔۔"

اپنے دوست کے فون اٹھانے پر وہاب صاحب نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"مجھے آج رات کی ایک ایمر جنسی ٹکٹ چاہیے پاکستان جانے کے لیے۔۔۔"

سمیر نے حیرت سے وہاب صاحب کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے شکریہ میرے دوست۔۔۔"

وہاب صاحب نے فون بند کیا اور سمیر کی طرف دیکھا۔

"میں نے تمہاری ٹکٹ کنفرم کروادی ہے تم آج رات ہی پاکستان واپس جا رہے ہو۔۔۔"

سمیر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بابا میں پارسا کو۔۔۔"

"پارسا کا نام بھی مت آئے تمہاری اس غلیظ زبان پر کوئی تعلق نہیں رہا تمہارا اب اس سے اور تم اس کی فکر مت کرو چاہے اپنی جان ہی کیوں ناں دینی پڑے میں اپنی بچی کو اس انگریز سے آزاد کروا کر ہی رہوں گا۔۔۔"

وہاب صاحب زمین سے اٹھے تو سمیر آگے بڑھ کر ان کے پیروں میں بیٹھ گیا۔

"پلیز بابا ایسا مت کریں مجھے یہاں سے مت بھیجیں مجھے ایک موقع دے دیں۔۔۔"

وہاب صاحب نے انتہائی زیادہ بے رخی سے اپنے پیر سمیر سے چھڑوائے۔

"شرافت سے چلے جاؤ واپس سمیر اس سے پہلے کہ اپنے جنازے کو کندھا دینے کا حق بھی چھین لوں تم سے۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہاب صاحب نے ضروری سامان پکڑا اور گھر سے باہر نکل گئے۔ انہیں کسی بھی طرح اپنی پار سا کو اس ڈیمن موریٹی سے آزاد کروانا تھا۔ جبکہ ان کے جانے کے بعد سمیر فرش پر بیٹھ کر چیخ چیخ کر روتے ہوئے اپنے بال نوچتا رہا تھا۔



پار سائمنشن میں بنے بڑے سے پول کے کنارے اپنے گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی جبکہ ڈیمین اسکے پیچھے کھڑا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

پار سائمن نے جو کہا تھا سچ کہا تھا۔ وہ بس ایک زندہ لاش ہی تو بن کر رہ گئی تھی۔ نہ ہی کچھ بولتی تھی اور نہ ہی کسی سے بات کرتی تھی بس یوں ہی گھٹنوں خاموشی سے بیٹھ کر نہ جانے کیا کچھ سوچتی رہتی تھی۔

اور اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈیمین کو خود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر ڈیمین اس کے قریب ہوا اور اسکے پاس فرش پر ہی بیٹھ گیا لیکن پار سائمن یوں تھی جیسے کسی چیز کا احساس ہی نہ ہو۔

"بیلا۔۔۔"

ڈیمین کے پکارنے پر بھی پار سائمن جیسے ہی بیٹھی رہی۔

"بیلا پلیز ایک بار تو مجھ سے بات کر لو۔۔۔۔۔"

ڈیمین نے بہت زیادہ محبت سے کہا لیکن پار سا پھر بھی اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ اچانک ہی ڈیمین نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے قریب کھینچا تو پار سا سہم کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں کر رہی ہو تم ایسا بتاؤ مجھے کیوں میرے جنون کو بڑھا رہی ہو تم۔۔۔"

ڈیمین کا یہ غصہ دیکھ کر پار سا مزید ڈر گئی اور اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"چھوڑیں مجھے۔۔۔"

"تمہیں چھوڑ ہی تو نہیں سکتا بیلا کیوں نہیں سمجھتی تم، مجھ سے دور چلی گئی تو مر جاؤں گا۔۔۔"

ڈیمین کی نیلی آنکھوں میں بے پناہ کرب تھا جسے دیکھ کر پار سا کی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔

"میں آپ کی قید میں ہی تو ہوں اور کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟"

ڈیمین نے اپنی آنکھیں موند لیں۔

"تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔ خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ پارسا کے ہونٹوں پر آئی۔

"قید میں پرندے چہچہاتے نہیں سر۔۔۔ وہ بس آپ کی نظروں کے لیے ایک شو پیس بن کر رہ جاتے ہیں اور ہمیں بس انہیں اس پنجرے میں خاموش بیٹھا دیکھ کر ہی سکون حاصل کرنا پڑتا ہے۔۔۔"

پارسانے اپنے کندھے ڈیمین کی گرفت سے چھڑوائے۔۔۔

"آپ فکر مت کریں سر آپ کی طرح وعدہ توڑنے والوں میں سے نہیں ہوں اسی پنجرے میں ہی قید رہوں گی۔۔۔"

ڈیمین نے بے بسی سے پارسا کی طرف دیکھا۔

"پلیز بیلا مجھے ایک موقع دو تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گا۔۔۔"

پارسانے اپنی مردہ آنکھوں سے ڈیمن کو دیکھا۔

"تو پھر اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دیں مجھے اپنے سونے کے پنجرے میں اکیلے رہنا ہے۔۔۔۔"

ڈیمن نے اسکی خواہش پر گہرا سانس لیا اور خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے کتنی دیر بعد تک پارسا وہیں اپنے گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی رہی۔

"میم میری بات سنیں۔۔۔"

ایک آواز پر پارسانے حیرت سے نگاہیں اٹھا کر ایک گارڈ کو دیکھا جو بندوق تھا مے اسکی جانب کمر کیے کھڑا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔

"پلیز میری طرف مت دیکھیں اگر کسی کو لگا کہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔"

اس کی بات پر پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور اس نے پریشانی سے واپس اپنا سراپے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

"مجھے آپ کو کچھ بہت ضروری بتانا ہے آپ کے ماموں کے بارے میں۔۔۔۔"

وہاب صاحب کے ذکر پر پارسا کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"مم۔۔۔ میرے ماموں؟ وہ ٹھیک ہیں نا۔۔۔"

پارسانے گھٹنوں سے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

"جی وہ ٹھیک ہیں آپ پریشان مت ہوں لیکن وہ باہر کے دروازے پر آپ سے ملنے آئے تھے اور بہت زیادہ رو بھی رہے تھے مگر ڈیمین سر نے انہیں ملنے کی اجازت نہیں دی۔۔۔"

یہ سن کر پارسا کا دل مزید بے چین ہو گیا۔ اس کے ماموں یہاں اسے ڈھونڈنے آئے تھے۔

"ڈیمین سر نے انہیں دھمکایا کہ وہ اگر یہاں سے نہیں گئے تو آپ کے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔۔۔ اس لیے وہ ڈر کر واپس چلے گئے لیکن وہ بہت زیادہ رو رہے تھے۔۔۔"

یہ سن کر ڈیمین کا مقام پارسا کے دل سے مزید گر گیا۔

"لیکن مجھے ان کے لیے بہت برا لگا اور میں ان کے پیچھے گیا اور ان سے پوچھا کہ وہ کہاں پر رہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسی اپارٹمنٹ میں رہ رہے ہیں جہاں ان کا بیٹا رہا کرتا تھا۔"

پارسیہ سب سن کر کافی زیادہ بے چین ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ پلٹ کر اس شخص کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"میں آپ سے یہی کہوں گا کہ کسی نہ کسی طرح آپ ان سے ملنے چلی جائے کیونکہ وہ بہت زیادہ پریشان تھے اور مجھے ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔"

اب تو پریشانی سے پارسیہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے تھے اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اڑ کر اپنے ماموں کے پاس پہنچ جائے۔

"آپ اس بارے میں ڈیمین سر سے کوئی بات نہ کیجیے گا ورنہ نا جانے وہ آپ کے ماموں کے ساتھ کیسا سلوک کریں ان کی بے رحمی سے آپ بخوبی واقف ہے۔"

پارسیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور بہتے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ میں کچھ بھی کر کے اپنے ماموں کے پاس ضرور جاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر پارسا وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب چل دی جبکہ اسے جاتا دیکھ کر گارڈ کے ہونٹ مسکرا دیئے
اس نے اپنی جیب سے ایک موبائل نکالا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو ریمو سر کام ہو گیا آپ لاس ویگاس پہنچ جائیں مجھے پورا یقین ہے کہ آج رات ہی آپ کا شکار آپ کے ہاتھ
میں ہوگا۔"

اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر کے اپنی جیب میں رکھا اور خباثت سے مسکرا دیا۔

"کمال کر دیا تو نے چار لزریمو و خوش ہو کر بہت بڑا انعام دے گا تجھے اور ہو سکتا ہے کہ ڈیمن کی یہ حسین پری ہی
انعام میں دے دے۔۔۔۔"

چار لزر نے مسکرا کر کہا اور یہاں وہاں دیکھتا وہاں سے غائب ہو گیا۔



اس گارڈ کی کہی ہر بات سننے کے بعد پارسا بہت زیادہ پریشان تھی۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح سے وہ وہاب صاحب سے رابطہ کرے۔ وہ ان سے ملنا چاہتی تھی ان کے سینے پر سر رکھ کر اپنا ہر غم ان کو بتانا چاہتی تھی۔ پارسانے بے بسی سے اپنی بہتی آنکھوں کو موند لیا۔

"یا اللہ پاک میری مدد کریں۔۔۔"

تبھی روزلی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"ہینجل کیا ہوا ہے تم ٹھیک تو ہونا تم نے ڈنر بھی نہیں کیا۔ ڈیمن اتنا پریشان ہے تمہارے لیے۔۔۔۔"

روزلی کو دیکھ کر پارسا اس کے پاس گئی اور اس کے گلے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"پلیز میری مدد کرو روز۔۔۔"

"ہینجل کیا ہو گیا ہے؟"

روزلی نے گھبرا کر پوچھا۔ پارسا اس سے دور ہوئی اور اپنے آنسو پونچھ کر اسے دیکھا۔

"میرے ماموں یہاں امریکہ آئے ہیں مجھے ڈھونڈنے اور وہ بہت پریشان ہیں اگر میں انہیں نہیں ملی تو وہ بہت زیادہ پریشان ہوں گے روز۔۔۔۔"

پارسا کی بات پر روزلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ تمہیں کس نے بتایا کہ تمہارے ماموں یہاں پر آئے ہیں؟"

اس سوال پر پارسا اپنا سر جھکا کر اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"گارڈ نے کہا کہ وہ مجھ سے ملنے آئے تھے لیکن ڈیمن نے انہیں مجھ سے ملنے نہیں دیا۔۔۔۔"

روزلی یہ سن کر کافی حیران ہوئی۔

"کونسا گارڈ تھا وہ؟"

"یہ مجھے نہیں پتہ بس مجھے اپنے ماموں سے ملنا ہے روز۔۔۔۔"

روزلی نے اپنے ہاتھ پارسا کے کندھے پر رکھے۔

"دیکھو اینجل اگر تمہارے ماموں یہاں آئے ہوتے تو ڈیمین یہ بات مجھ سے اور لوکا سے شئیر ضرور کرتا۔۔۔"

پارسانے فوراً اپنا سر انکار میں ہلایا۔

"انہیں اپنی خود غرضی کے سامنے کوئی نظر نہیں آ رہا۔۔۔۔"

روزلی نے اپنا سر پریشانی سے جھکا لیا کیونکہ پارسا سچ ہی تو کہہ رہی تھی لیکن وہ بھی کیا کرتی۔

"میں تمہاری مدد نہیں کر سکتی اینجل تم جانتی ہو اگر تم یہاں سے چلی گئی تو ڈیمین نہ جانے کیا کر گزرے گا ویسے بھی امریکہ تو دور کی بات ہے تم لاس ویگاس سے بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکتی۔۔۔۔"

پارسا کی آنکھیں مزید روانی سے بہنے لگیں۔

"میں ہمیشہ کے لئے جانے کا نہیں کہہ رہی روز میں بس ان سے ملنا چاہتی ہوں انہیں بتادوں گی کہ میں ٹھیک ہوں
تو وہ زیادہ پریشان نہیں ہوں گے پلیر روز مجھے ان سے ملنا ہے۔۔۔۔"

روزی اب پریشانی سے یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری ہیلپ کروں گی۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر روزلی کو دیکھا۔

"ہم دونوں آدھی رات کو یہاں سے نکلیں گے اور تمہارے ماموں سے مل کر صبح ہونے سے پہلے واپس آجائیں
گے لیکن وعدہ کرو گے تم میرے ساتھ واپس آؤ گی اینجل ورنہ ڈیمن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔"

پارسانے فوراً اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"وعدہ کرتی ہوں روز میں تمہارے ساتھ آؤں گی۔"

روزی نے اثبات میں سر ہلایا اور اسکے پاس بیٹھ کر اسکے ہاتھ تھام لیے۔

"پھر پریشان مت ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔۔"

پارسا اپنے آنسو پونچھ کر مسکرا دی۔

"چلو پھر کھانا کھا لو ورنہ ڈیمین پوری رات جاگ کر گزار دے گا اور ہمارا پلین یہیں پر فیل ہو جائے گا۔۔۔"

پارسا کے ہاں میں سر ہلانے پر روزلی نے ملازمہ کو بلا کر کھانا لانے کا کہا۔ پارسا نے کھانا کھایا اور روزلی کو اپنے کمرے میں ہی روک لیا۔ آدھی رات تک وہ دونوں وہاں بیٹھ کر انتظار کرتی رہیں۔ روزلی نے ٹائم دیکھا جہاں رات کا ایک بج رہا تھا۔

"چلو اینجل اور بالکل خاموش رہنا جیسا میں کہوں گی ویسا ہی کرنا۔۔۔۔"

پارسا نے ہاں میں سر ہلایا اور اچھی طرح سے اپنے دوپٹے کا حجاب بنا کر لے لیا۔ روزلی کافی احتیاط سے یہاں وہاں دیکھتی اسے ایک کھڑکی کے پاس لائی جہاں سے باہر کا راستہ جاتا تھا۔

پچھلی مرتبہ ہونے والے واقعے کے بعد سے ڈیمین نے گھر کی سیکیورٹی دگنی کر دی تھی۔ روزلی نے احتیاط سے وہ کھڑکی کھولی۔

"ہمیں اس کھڑکی سے باہر جانا ہو گا لیکن کھڑکی سے زور سے مت ٹکرا نا ورنہ الارم بجنے لگ جائیں گے۔۔۔"

پارسانے اثبات میں سر ہلایا اور روزلی کی طرح احتیاط سے اس کھڑکی سے باہر نکل گئی۔ وہ دونوں اسی گیٹ کے پاس آئیں جہاں سے پارسانے پہلے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔

"مجھے پہلے اس میں بہتا کرنٹ بند کرنا ہو گا لیکن وہاں پر گارڈ ہوتا ہے۔۔۔"

روزلی نے پریشانی سے کہا پھر اس نے ہاتھ میں ایک ڈنڈا پکڑا اور الیکٹرک روم کے باہر کھڑے گارڈ کے پاس چلی گئی۔

"روزمیں آپ یہاں کچھ چاہیے۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ بات پوری کرتا روزلی نے پوری طاقت سے وہ ڈنڈا اس کے سر میں دے مارا۔ وہ گارڈ ساتھ ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔

روزلی نے جلدی سے آگے بڑھ کر گیٹ میں بہنے والی کرنٹ اور الارم کا کنکیشن بند کیا اور گیٹ کے پاس کھڑی پار سا کے پاس آگئی۔

"چلو۔۔۔"

روزلی نے آگے بڑھ کر آہستہ سے وہ گیٹ کھول اور وہ دونوں مینشن سے باہر نکل گئیں۔ چونکہ وہ لاس ویگاس میں رہتے تھے جو رات کو بھی سنسان نہیں ہوتا تھا اس لیے تھوڑی دیر کے بعد ہی انہیں ایک ٹیکسی مل گئی جس سے وہ دونوں سمیر کے اپارٹمنٹ کی جانب چل دیں۔

"تھینک یو سو مچ روز مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔۔۔۔"

روزلی نے مسکرا کر پار سا کا ہاتھ تھاما۔

"بس میرے ساتھ واپس آ کر مجھ پر احسان کر دینا یہی کافی ہو گا میرے لیے اور ہاں دعا کر دینا کہ ڈیمن کو پتہ چلنے سے پہلے واپس پہنچ جائیں ہم دونوں۔۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا اور بے چینی سے اس سفر کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے پاس پہنچ کر روزلی اور پارسا ٹیکسی سے باہر نکلیں۔

"چلو تمہارے ماموں سے مل لیتے ہیں۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا اور بلڈنگ کی جانب چل دی لیکن تبھی بہت سے آدمی اندھیرے سے باہر آئے اور ایک آدمی نے پارسا کو دبوچ لیا۔ پارسانے چیخ مارنا چاہی لیکن وہ آدمی اپنا ہاتھ پارسا کے منہ پر رکھ گیا۔

یہ دیکھ کر روزلی جلدی سے آگے بڑھی اور اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پارسا کو اس دور کھینچتے ہوئے بری طرح سے اسکا ہاتھ مڑوڑ کر توڑ دیا۔

"آہ۔۔۔۔"

وہ آدمی کراہ اٹھا تو جلدی سے باقی آدمی بھی انکے قریب پہنچے لیکن روزلی پارسا کے سامنے کھڑی اپنی بندوق نکال چکی تھی اور قریب آنے والے ہر شخص پر گولی چلانے لگی۔

اچانک ہی ایک آدمی نے انکے پیچھے سے پارسا کو پکڑا اور اپنی بندوق نکال کر پارسا کی کنپٹی پر رکھ دی۔

"رک جاؤ روزلی ڈار سن ورنہ تمہارے باس کا یہ جنون یہیں پر ختم کر دوں گا۔۔۔"

اس آدمی کی بات پر روزلی نے بے بسی سے پار سا کودیکھا اور اپنی بندوق زمین پر رکھ دی۔ ایک آدمی نے فوراً آگے بڑھ کر روزلی کو دبوچا اور اسکے ہاتھ باندھ دیے۔ روزلی کے ساتھ ساتھ پار سا کو ایک گاڑی میں ڈال کر وہ لوگ گاڑی چلانے لگے۔

پار سانے روتے ہوئے پریشانی سے روزلی کو دیکھا جو خود بھی حد سے زیادہ پریشان لگ رہی تھی۔ وہ دونوں نہیں جانتی تھیں کہ یہ لوگ کون تھے یا ان کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد انکی گاڑی ایک سنسان سے گودام میں رکی اور وہ آدمی روزلی اور پار سا کو اپنے ساتھ اس گودام میں لے آئے۔

"واہ واہ کتنا انتظار کیا تھا اس پل کا لیکن آج آخر کار وہ پل آ ہی گیا جب ڈیمن موریٹی کی کمزوری میری گرفت میں ہے۔"

پارسانے بولنے والے اس آدمی کو دیکھا جو شان سے وہاں موجود ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسکی بات پر پارسا بری طرح سے سہم کر رونے لگی جبکہ روزلی حیرت سے اس خواجہ سرا کو دیکھ رہی تھی جسکی سرمئی آنکھیں اور لال بال بالکل روزلی جیسے تھے۔



ڈیمن کی رات حد سے زیادہ بے چینی سے گزری تھی۔ پارسا کا وہ غم اسے خود سے ہی نفرت کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کبھی دل میں آتا کہ اسکے پاس گھنٹوں کھڑا ہو کر اسے دیکھتا رہے لیکن دماغ کہتا کیوں اب مجھ سے نفرت کرتی ہے۔

دل و دماغ کیے جنگ ڈیمن کو بہت زیادہ پریشان کر رہی تھی پھر اپنے دل کے سامنے ہارتا وہ اٹھا اور پارسا کے کمرے کی جانب چل دیا۔ کافی دیر سے کمرے کے باہر کھڑا ہوں گا یہ سوچتا رہا کہ اسے وہاں جانا بھی چاہیے یا نہیں۔

مگر پھر سے اپنے دل کی بات سنتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا لیکن کمرہ خالی دیکھ کر وہ حد سے زیادہ پریشان ہو چکا تھا۔

"بیلا کہاں ہو تم؟"

ڈیمین نے گھبراتے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا لیکن وہاں پر کوئی بھی تو نہیں تھا۔ وی بھاگ کر باہر آیا اور ہر جگہ اسے دیوانا وار ڈھونڈنے لگا۔ تبھی اسکی نظر کھلی ہوئی کھڑکی پر پڑی تو وہ دانت ہچکچاتے ہوئے باہر آیا۔

تو اسکی نظر الیکٹرک روم میں بے ہوش پڑے گارڈ پر پڑی۔ یعنی اسکی چڑیا اپنا وعدہ بھول کر قید سے آزاد ہو چکی تھی۔ ڈیمین نے اپنی مٹھیاں بہت زور سے بھینچ لیں۔

اس مرتبہ تمہاری اس خطا کو معاف نہیں کروں گا بیلا اس گناہ کی سزا ناقابل برداشت ہو گئی تمہارے لیے۔۔

غصے سے ڈیمین کی رگیں تن رہی تھیں۔

"گارڈز۔۔۔۔۔"

ڈیمین کے چلانے پر بہت سے گارڈز اسکے پاس آئے۔

"کہاں مرے ہوئے تھے تم لوگ؟ ایسی سکیورٹی کر رہے ہو تم لوگ کی کوئی بھی گھر میں داخل ہو سکتا ہے یا باہر جا سکتا ہے اور تم لوگوں کو اس کا علم بھی نہ ہو۔۔۔۔۔"

اس کے غصے سے چلانے پر تمام گارڈز اپنا سر جھکا گئے۔

"اگر وہ مجھ سے صحیح سلامت نہیں ملی ناتم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

ڈیمین غصے سے چلایا اور اس کا چلانا سن کر لوکا بھی کمرے سے باہر آ گیا۔

"کیا ہو گیا ڈیمین؟"

لوکانے اسے بے تحاشہ غصے میں دیکھتے ہوئے پوچھا تو اسکی نظر اس گارڈ پر پڑی جسے اب وہ لوگ ہوش میں لا رہے تھے۔

"کس نے کیا یہ تمہارے ساتھ؟"

اسکے ہوش میں آتے ہی لوکانے پوچھا تو پہلے تو گارڈ اپنے سر پر ہاتھ رکھے تکلیف سے کراہتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"روزلی میم نے۔۔۔۔"

ڈیمن روزلی کا نام سن کر اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔

"میری بیلا کو ایک خراش بھی آئی ناں تو میں روزلی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔"

ڈیمن اپنے کمرے کی جانب چل دیا جہاں پر اس کا آئی پیڈ پڑا تھا۔ اس نے وہ ٹیبلیٹ پکڑ کر پار سا کے ہاتھ پر موجود بریسیلیٹ کی مدد سے اسکی لوکیشن معلوم کی۔ اسے لاس ویگاس میں ہی دیکھ کر ڈیمن نے سکون کا سانس لیا۔

آ رہا ہوں میں بیلا اور اب کی بار تم میرے سامنے گڑ گڑاؤ گی تو بھی تمہیں معافی نہیں ملے گی۔

ڈیمن نے وحشت سے مٹھیاں بھینچتے ہو سوچا اور اپنی گن پکڑ کر گارڈز کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک بار پھر سے اس پر قیامت برپا ہونے والی تھی۔



"کون ہو تم؟"

روزلی نے اس عجیب سے شخص کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

"تمہیں میری آنکھوں اور بالوں سے اندازہ نہیں ہوا۔۔۔؟ چلو کوئی بات نہیں میں بتا دیتا ہوں میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں یا بہن جو بھی تم سمجھنا چاہو۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر سے اپنی مکر و ہنسی ہنس دیا۔

"یہ جھوٹ ہے میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔۔۔۔"

"ہا ہا فکتنی معصوم ہے میری بہن دراصل کیا ہے ناں پیاری بہنا کہ میں ایک خواجہ سرا ہوں تو میرا پیدا ہونا ہی ہمارے باپ کے لیے کتنی بڑی شرمندگی ہوگی یہ تو تم سوچ ہی سکتی ہو۔۔۔۔"

ریمو کر سی سے اٹھ کر روزلی کے قریب آیا اور اپنے ہاتھ اسکے کندھے پر رکھ دیے۔

"لیکن مانویانہ مانو اس دنیا میں ہیں ہی وہ آخری انسان ہوں جس سے تمہارا خون کا تعلق ہے۔۔۔۔"

روزلی نے اسے طائرانہ نظروں سے دیکھا۔

"تو ٹھیک ہے پھر ہمیں یہاں سے جانے دو۔۔۔۔"

اس بات پر ریمو پھر سے قہقہے لگا کر ہنس دیا۔

"فکر مت کرو پیاری بہنا میری تم سے کوئی دشمنی نہیں اور نہ ہی میں تمہیں نقصان پہنچانے والا ہوں لیکن یہ لڑکی میرے لیے بہت خاص ہے۔۔۔۔"

ریمو پار سا کے پاس آیا جو سہم کر روتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ تبھی ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پار سا کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔

"اس معصوم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟"

"اس نے نہیں اس کے اس سیاں نے بگاڑا ہے جس کی یہ معصوم کمزوری ہے۔۔۔"

ریمو نے پار سا کا چہرہ اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔

"جانتی ہو بابا نے میرا وجود پوری دنیا سے چھپا کر رکھا تھا یہاں تک کہ میرے پاس خود کو ان کی اولاد بھی ثابت کرنے کا کوئی ثبوت نہیں تھا اور ڈیمن نے ان کو مار کر میرا آخری سہارا چھین لیا۔۔۔ سوچ سکتی ہو کہ کیسی زندگی گزری ہو گی ایک دس سالہ خواجہ سرا کی سڑکوں پر۔۔۔"

ریمنے اپنے دانت کچکا کچکا کر کہا اور پار سا کے چہرے پر اپنی پکڑ منبوط کر دی تو وہ مزید رونے لگی۔

"بہت تڑپا تھا میں بہت اور تب ہی خود سے وعدہ کیا تھا کہ جس کی وجہ سے تڑپ رہا ہوں اسے بھی تڑپاؤں گا۔۔۔ اور آج دیکھو اسکی تڑپ میری مٹھی میں ہے۔۔۔۔"

ریمنے پار سا کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"نہیں تم یہ غلط کر رہے ہو پار سا اس سب میں معصوم ہے اور جو ہمارے باپ کے ساتھ ہوا وہ اس کا اپنا قصور تھا۔"

روزی نے ریمنے کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"میں بھی اس سب میں معصوم تھا اور جو ڈیمن نے کیا وہ اس کا قصور تھا۔۔۔۔"

روزلی نے پریشانی سے ارد گرد موجود لوگوں کو دیکھا وہ اتنے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"پلیز پار سا کو چھوڑ دو۔۔۔۔"

روزلی نے نم آنکھوں سے کہا تو ریمو پار سا کو چھوڑ کر اسکی جانب مڑا۔

"تمہیں اس کی اتنی کیوں پرواہ ہے اس کے مرنے سے فائدہ تمہیں بھی تو ہو گا۔۔۔"

روزلی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ایسے مت دیکھو پیاری بہنا جانتا ہوں کہ تم ڈیمین کو بے تحاشہ چاہتی ہو اگر یہ راستے سے نکل جائے تو ڈیمین تمہارا ہی تو ہو گا۔۔۔"

ریمو نے اپنے ہاتھ روزلی کے کندھوں پر رکھے۔

"میں اسے تڑپتا دیکھ کر خوش ہو جاؤں گا اور تم اسکا مرہم بن کر اسے حاصل کر لینا تم بھی خوش اور میں بھی خوش۔۔۔۔"

ریمونے ایک ادا سے کہا تو روزلی گہری سوچ کے عالم میں ڈوب گئی جبکہ پارسیا یوں اپنی زندگی کا فیصلہ ہوتا دیکھ سہم کر اپنے لیے خدا سے رحم کی بھیک مانگنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ لیکن اسے میں ماروں گی۔۔۔۔"

پارسیا نے حیرت سے بھری نم آنکھیں اٹھا کر روزلی کو دیکھا اور ریمونے لگا کر ہنسنے لگا۔

"شوق سے میری پیاری بہنا۔۔۔۔"

ریمونے ایک ریوالور روزلی کے سامنے کیا جسے اپنے ہاتھ میں تھام کر روزلی نے پارسیا پر تان دیا۔

"روز۔۔۔۔"

پارسانے گھبرا کر اسے دیکھا اور اس پل کو اپنا آخری پل سمجھ کر آنکھیں موند کر کلمہ پڑھنے لگی۔ لیکن تبھی روزلی نے جلدی سے اپنا بازو ریمو کی گردن میں ڈالا اور ہاتھ میں پکڑا ریمو اور اسکی کن پٹی پر رکھ دیا۔

"مجھے لگا تھا کہ میرے باپ کے گندے خون میں بس میں ہی زندہ ہوں لیکن نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنی کمینگی کا عکس تمہاری صورت میں چھوڑ کر گئے ہیں لیکن فکر مت کرو آج اس عکس کو بھی ختم کر دوں گی۔۔۔"

اس کی اس بہادری پر ریمو مسکرا دیا۔

"لیکن تم اس لڑکی کو کیوں بچانا چاہو گی یہ تو تمہاری راہ میں حائل رکاوٹ ہے۔"

روزلی مسکرا دی۔

"ہاں بہت محبت کرتی ہوں میں ڈیمن سے لیکن میری محبت اتنی خود غرض نہیں ہے کہ اس سے اس کے جینے کی وجہ سے چھین لوں لیکن آج اسے بچانے کے لیے تم سے تمہاری زندگی ضرور چھین لوں گی۔"

ریمو نے اپنا منہ واؤشپ میں بنایا اور مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے چھین لو۔۔۔"

روزلی نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس پاگل شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں میں کسی طرح کا کوئی خوف نہیں تھا پھر اُس نے اپنے دانت کچکچا کر اپنی انگلی ٹر گر پر رکھی اور گولی چلا دی لیکن اس بندوق میں سے گولی کی جگہ بلبے نکلتے دیکھ کر حیرت سے ریمو کو دیکھا جو قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا۔

پھر اس نے ہاتھ گھما کر روزلی کی گردن کو پکڑا اور اسے اپنے سامنے کیا۔

"بے وقف لگتا ہوں پر ہوں نہیں۔۔۔"

ریمو نے جھٹکے سے روزلی کا وجود زمین پر پھینکا اور ایک دوسری بندوق کمر کے پاس سے نکالی۔

"یہ اصلی ہے ڈیمو دیکھاؤں کیا؟"

ڈیمو کے طور پر اس نے ایک گولی اپنی ہی آدمی کی ٹانگ پر ماری تو وہ آدمی چلاتے ہوئے زمین پر گر گیا۔

"اور اسی گولی سے تمہارے ڈیمن کی اس جینے کی وجہ کو مار دوں گا تمہاری آنکھوں کے سامنے۔۔۔۔"

ریمو نے بندوق کا رخ پارسا کی طرف کیا۔

"بائے بائے بول دو اسے۔۔۔۔"

ریمو کا ہاتھ ٹرگر پر دیکھ کر روزلی جلدی سے اٹھی اور پارسا کے سامنے ہو کر اس پر چلنے والی گولی خود پر لے لی۔۔

"روز۔۔۔۔۔"

پارسا روتے ہوئے چلا کر خود کو جکڑے آدمی کی گرفت میں مچلنے لگی لیکن وہ آدمی بہت زیادہ طاقتور تھا۔

"واہ کیا قربانی ہے اموشنل کر دیا بہنا تمہاری قربانی کو سلام۔۔۔۔"

ریمو نے منہ بنا کر کہا اور ایک اور گولی روزلی کے سینے پر چلا دی تو روزلی زمین پر گر گئی۔ ریمو کے اشارہ کرنے پر آدمی نے مچلتی ہوئی پارسا کو چھوڑا تو وہ روتے ہوئے روزلی کے پاس آئی۔

"روز۔۔۔۔۔ نہیں پلیز روز۔۔۔۔۔"

پار سا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور روزلی نے تکلیف دہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"ڈڈڈ۔۔۔ ڈیمن کو بچا لینا پار سا اس کے لیے یہ دنیا جج۔۔۔ جہنم رہی ہے اسکو۔۔۔۔۔ آخرت میں بھی جہنم میں جانے سے روک لو۔۔۔۔۔ اسے اپنی راہ پر چلا لینا۔۔۔"

روزلی نے اپنا خون سے سنا ہاتھ پار سا کے چہرے پر رکھ کر بمشکل کہا اور پار سا کو لگ رہا تھا کہ اپنی پیاری دوست کو کھو کر اسکی دنیا ہی اجڑ جائے گی۔

"واہ واہ کیا اموشنل ڈانلاگ ہیں بہنا لیکن فکر مت کرو اس لڑکی کو میں ڈیمن کے قابل ہی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ میرے آدمیوں سے وہ سب کرواؤں گا جو میں نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔"

ریمون نے آگے بڑھ کر روتی ہوئی پار سا کا دوپٹہ کھینچ کر آسے اتارا اور اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لیے۔

"تو کس کو چاہیے یہ سب سے پہلے۔۔۔؟"

ریمون نے اپنے آدمیوں سے پوچھا جو خباثت سے پار سا کو دیکھ رہے تھے۔

"باس۔۔۔"

تبھی ایک کافی گھبرا یا ہوا آدمی بھاگ کر گودام کے اندر آیا۔

"ڈیمن یہاں آرہا ہے باس بہت سی گاڑیاں یہاں پہنچ رہی ہیں ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔۔۔"

جہاں ریمون نے دانت کچکچا کر اس آدمی کو دیکھا وہیں روزلی تکلیف کو نظر انداز کرتی ہلکا سا ہنسی اور بے جان ہو گئی
پارسانے گھبرا کر روزلی کو دیکھا۔

"اسے کیسے پتہ چلا کہ یہ یہاں پر ہیں؟"

ریمون نے غصے سے پوچھا لیکن پھر اسے اس کا جواب پارسا کی کلائی پر بندھے ہوئے اس کنگن سے مل گیا جو اپنی
ساخت سے لگ رہا تھا کہ کوئی عام کنگن نہیں ایک ٹریکر تھا۔

"آآآ ڈیمن ڈیمن بہت چالاک ہو تم۔۔۔ لیکن آج پھر تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا۔۔۔۔"

ریمونے جھٹکے سے پارسا کو چھوڑا تو وہ روتے ہوئے روزلی کے پاس چلی گئی اور اپنے ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر خون کو روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"فکرمات کرو ڈیمن یہاں تمہیں بس لاشیں ہی ملیں گی۔۔۔"

اتنا کہہ کر ریمونے اپنی بندوق اٹھائی اور زار و قطار روتی ہوئی پارسا کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی اور اسکے ساتھ ہی پارسا کے بے جان وجود روزلی پر گر گیا۔ ایک خطرناک مسکراہٹ ریمو کے ہونٹوں پر آئی۔ وہ جیت چکا تھا۔

"چلو یہاں سے۔۔۔۔۔"

ریمونے اپنے آدمیوں کو پچھلے دروازے سے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب جلدی سے وہاں سے چلے گئے جبکہ دو بے جان وجود خاکی گودام کے وسط میں پڑے تھے۔



ڈیمن اپنے آدمیوں کے ساتھ اس گودام میں داخل ہوا جہاں وہ ٹریکر پارسا کی لوکیشن بتا رہا تھا۔ گودام میں آتے ہی ڈیمن نے یہاں وہاں دیکھا لیکن پھر فرش پر نظر پڑتے ہی اس پر ایک عذاب نازل ہوا۔ اسکی بیلا بے جان وجود کے ساتھ روزلی کے بے جان وجود پر گری ہوئی تھی۔

"بیلا۔۔۔"

ڈیمین بھاگ کر پار سا کے پاس گیا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر اس پر زخم تلاش کرنے لگا۔

"بیلا آنکھیں کھولو۔۔۔ پلیر۔۔۔"

ڈیمین نے اسکا سر تھام کر کہا۔ تبھی اسکے سر کے پیچھے سے اسے اپنی انگلیوں کے درمیان خون رستا ہوا محسوس ہوا تو خوف سے اس کی روح فنا ہو گئی۔

"بیلا۔۔۔"

خود پر بیٹھایا ہر پہر ابھول کر ڈیمین نے روتے ہوئے اسے خود میں بھینچا جبکہ لوکانے اپنے کانپتے ہاتھ روزلی کی گردن پر رکھ کر اسکی دھڑکن کو محسوس کرنا چاہا۔

"ڈیمین روز زندہ ہے ہمیں انہیں ہاسپٹل لے کر جانا ہے فوراً۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا اور پارسا کو اپنی باہوں میں اٹھا کر اپنی سب سے تیز رفتار گاڑی کی طرف بھاگنے لگا۔ لوکا نے بھی روزلی کو اٹھایا اور ایک گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"جلدی گاڑی چلاؤ۔۔۔"

ڈیمین کے چلانے پر ڈرائیور جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا گاڑی چلانے لگا۔ ڈیمین کی آنکھوں کے سامنے تیرہ سال پہلے کا ہر منظر کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

"پلیز تم بھی مت کرنا ویسا ہیلا پلیز تم بھی انکی طرح مجھے چھوڑ کر مت جانا۔۔۔"

ڈیمین نے روتے ہوئے اسے خود میں بھینچا جیسے اسے خود میں چھپالے گا۔ تبھی وہ لوگ ہاسپٹل پہنچے تو ڈیمین پارسا کو باہوں میں اٹھا کر ہاسپٹل میں داخل ہوا اور عملہ اسے ایک سٹریچر پر ڈال کر وہاں سے لے جانے لگا۔

لوکا نے بھی روزلی کو ان کے حوالے کیا اور ڈیمین کے پاس آیا جو بے چینی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"فکر مت کرو ڈیمین اسے کچھ نہیں ہوگا۔۔۔"

لوکا اسکی نیلی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے بسی سے بولا۔

"ہاں کچھ نہیں ہوگا اسے۔۔۔ وعدہ کرو لو کا کچھ نہیں ہوگا اسے۔۔۔۔"

ڈیمین اسے آج پھر سے وہ سترہ سال کا بچہ لگ رہا تھا جو اپنا سب کچھ کھونے کے دہانے پر تھا۔ لوکا جانتا تھا کہ اس کی ہر تسلی جھوٹی تسلی ہونی تھی کیونکہ گولی پارسا کے دماغ میں لگی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد ایک ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آیا اور ڈیمین کو دیکھ کر اپنا سر جھکا گیا۔

"ٹھیک تو ہے ناں وہ۔۔۔۔ بولو چپ کیوں ہو۔۔۔؟"

ڈیمین غصے سے چلایا۔

"ابھی تک تو وہ زندہ ہیں مسٹر مور یٹی لیکن انہیں بچا نا لگ بھگ ناممکن ہی ہے۔ گولی انکی شکل کو بری طرح سے ڈیج کرتی انکے برین تک پہنچ چکی ہے۔ مجھے نہیں لگتا ہم کچھ کر سکتے ہیں۔۔۔"

ڈیمین نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کو گریبان سے پکڑ لیا۔

"اسے کچھ ہوا تو تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا جانتے ہوناں کون ہوں میں؟"

ڈیمین کا غصہ دیکھ کر ڈاکٹر گھبرا گیا۔

"سوری مسٹر مورٹی ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن کینیڈا میں ایک نیورولوجسٹ ہیں ڈاکٹر ہینری جو انتہائی بہترین ڈاکٹر ہیں اگر وہ یہاں آجائیں تو شاید وہ کچھ کر پائیں۔"

ڈیمین ڈاکٹر کو چھوڑ کر لوکا کی جانب مڑا۔

"پہلی فلائٹ سے وہ ڈاکٹر مجھے یہاں پر چاہیے۔۔۔۔"

لوکا نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنا موبائل پکڑ کر وہاں سے چلا گیا جبکہ ڈیمین کتنی ہی دیر ہاسپٹل کے بیچ پر اپنا سر پکڑے بیٹھا رہا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا تھا کیوں وہ ہمیشہ اپنا سب کچھ کھودیتا تھا۔ ڈیمین نے کرب سے اپنی آنکھیں موند لیں اور فیصلہ کیا کہ اگر پارسا کو کچھ ہوا تو وہ خود کو بھی نہیں چھوڑے گا۔

تقریباً صبح کے دس بجے ڈاکٹر ہینری وہاں پہنچے اور آتے ہی باقی کے ڈاکٹرز کے ساتھ آپریشن تھیٹر میں گھس گئے تقریباً دو گھنٹوں کے بعد ڈاکٹر ہینری آپریشن تھیٹر سے باہر آئے تو ڈیمین جلدی سے ان کے پاس گیا۔

"سوری مسٹر مورٹی نہیں بچانا ممکن ہے انکی شکل کے ساتھ ساتھ اس گولی نے برین کو بھی ڈیج کیا ہے میں انہیں نہیں بچا سکتا۔"

ڈیمین یہ سن کر آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ ڈاکٹر ہینری کے سامنے جوڑ دیے۔

"پلیز ایسا مت کہیں ڈاکٹر آپ جو کہیں گے آپ کو دوں گا اپنی تمام دولت آپ کے نام کر دوں گا لیکن پلیز اسے بچا لیں۔۔"

ڈاکٹر ہینری نے اپنا ہاتھ ڈیمین کے کندھے پر رکھا۔

"کاش دولت سب کچھ خرید سکتی مسٹر مورٹی لیکن ایسا نہیں ہے اگر ٹیکنالوجی اور اپنی قابلیت کو استعمال کر کے اسے بچا بھی لوں تو بھی اسے ہمیشہ کے لئے کومہ میں جانے سے نہیں روک سکتا۔۔۔ اگر کوئی بہت بڑا معجزہ ہی

ہے جوان کی جان بچالے ورنہ میں آپ کو کوئی جھوٹی تسلی نہیں دوں گا مسٹر موریٹی انکے پاس بس کچھ ہی پل بچے ہیں۔۔۔۔۔"

بہت سے آنسو ڈیمین کی آنکھوں سے بہہ نکلے اور لوکانے بے چارگی سے اپنے دوست کو دیکھا۔

"پلیز آپ کچھ کریں ڈاکٹر۔۔۔"

لوکا کے کہنے پر ڈاکٹر ہینری گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"ٹھیک ہے میں ایک آخری کوشش کروں گا لیکن آپ کو بتا دوں کہ مجھے کوئی امید نہیں اس کوشش سے اور آپ بھی کوئی امید مت رکھیے گا۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈاکٹر ہینری واپس آپریشن تھیٹر میں چلے گئے اور ڈیمین روتے ہوئے زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ آج پھر سے تاریخ نے خود کو دہرایا تھا وہ اپنا سب کچھ کھو چکا تھا۔



لوکا نے اپنا ہاتھ ڈیمن کے کندھے پر رکھ کر اسے حوصلہ دینا چاہا۔

"پلیز ڈیمن ہمت کرو۔۔۔"

ڈیمن نے آنسوؤں سے ترنیلی آنکھیں اٹھا کر لوکا کو دیکھا۔

"وہ معصوم تھی لوکا اس کے ساتھ ایسا نہیں ہونا تھا یہ میری وجہ سے ہو اسب میری وجہ سے ہوا۔۔۔"

لوکانے بے بسی سے ڈیمن کو دیکھا۔ وہ اپنے سب سے پیارے دوست کا غم مٹانے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بے بس تھا۔

"میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا لوکا میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔"

ڈیمن نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"کیا کرو گے تم؟"

لوکانے بے بسی سے پوچھا تو ڈیمن پہلے تو خاموش رہا پھر کچھ یاد آنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ کہتی تھی اس کا خدا عاؤں کو سنتا ہے وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔۔۔ میں مانگ لوں گا اسے۔۔۔"

ڈیمن نے ہاں میں سر ہلایا۔ لوکا کو وہ اس وقت اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔

"میں اسی کے خدا سے مانگ لوں گا اسے لوکا۔۔۔"

اتنا کہہ کر ڈیمین ہاسپٹل سے باہر نکلا اور سڑک کے کنارے چلنے لگا۔ اسے کہاں جانا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔ اچانک ہی آسمان پر بادل چھائے اور تیز بارش شروع ہو گئی لیکن ڈیمین کو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی وہ اسی بارش میں بھگیکتا چلتا جا رہا تھا۔

تبھی اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی جو سر پر ٹوپی پہننے ایک گلی کی طرف جا رہا تھا ڈیمین اس کے پیچھے چل دیا تو وہ آدمی ایک مسجد کے باہر رکا اور جوتے اتار کر اس مسجد میں داخل ہو گیا۔

ڈیمین کتنی ہی دیر اس مسجد کے باہر کھڑا رہا پھر اس نے بھی اپنے جوتے اتارے اور مسجد کے ہال میں داخل ہو گیا۔ وہ مسجد کافی چھوٹی سی تھی شاید وہاں رہنے والے مسلمانوں نے خود اپنی عبادت کے لیے بنائی تھی۔ ڈیمین کو ایک دیوار پر ویسا ہی نام لکھا نظر آیا جسے پارسانے اٹلی کی مسجد میں چوما تھا۔

ڈیمین کے قدم خود بخود اس نام کی جانب بڑھ گئے۔ اس نام کے سامنے پہنچ کر ڈیمین اپنے گھٹنوں پر بیٹھا اور اپنے ہاتھ ویسے ہی دعا میں اٹھائے جیسے اس نے پارسا کو اٹھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

ڈیمین کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے دعا مانگے پھر اسے پارسا کی بات یاد آئی کہ خدا انکی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر اس سے مانگنے میں کیسا ہچکچانا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں ایک منکر ہوں یا خدا۔۔۔ آپ پر یقین نہیں رکھتا، آپ کے وجود سے ہی انکار کرتا ہوں
لیکن وہ یقین رکھتی ہے۔۔۔۔ آپ کو سب سے زیادہ محبت کرتی ہے اسی محبت کی خاطر اسے بچالیں۔۔۔"

ڈیمن نے روتے ہوئے التجا کی۔ نیلی آنکھوں سے گرنے والے آنسو زمین بوس ہو رہے تھے۔

"مجھے دعا مانگنے کا سلیقہ نہیں نہ ہی جانتا ہوں کہ اپنی التجا کیسے کروں لیکن وہ کہتی تھی کہ آپ شاہ رگ سے زیادہ
قریب ہیں اور ہر پل انسان کے ہر حال سے واقف ہیں تو میرا حال بھی آپ جانتے ہیں۔ میری بے حالی کی خاطر
اسے زندگی دے دیں۔۔۔۔"

ڈیمن اب پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں بہت زیادہ گناہ گار ہوں، ایسے گناہ کیے ہیں جن کی کوئی معافی نہیں، بہت زیادہ بے رحم ہوں
لیکن وہ کہتی تھی آپ سب سے زیادہ مہربان ہیں اسی رحم کی خاطر اسکی زندگی بچالیں۔۔۔۔۔ آپ کو آپکے رحم
ہونے کا واسطہ۔۔۔"

ڈیمن نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کتنی ہی دیر وہ وہاں بیٹھ کر التجا کرتا رہا تھا۔ وقت کا اسے اندازہ ہی کہاں تھا۔ بس اسے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اسے تسلی دی ہو اسے اپنی رحمت میں چھپا کر کہا ہو کہ سب ٹھیک ہے۔ جس سے وہ مانگ رہا ہے وہ ہر شے ہر قادر ہے، وہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔۔۔

اچانک ہی کسی نے ڈیمن کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا تو ڈیمن نے اپنے ہاتھوں میں سے چہرہ نکال کر اس انتہائی نوارنی چہرے والے بزرگ کو دیکھا جو مسکرا کر اسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا؟ بس دعائیں ہی مانگنی ہیں آج نماز نہیں پڑھنی۔۔۔"

ڈیمن نے حیرت سے اس آدمی کو دیکھا جس نے انتہائی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔

"جی؟"

ڈیمن کی نا سمجھی پر وہ بزرگ شفقت سے مسکرا دیے۔

"مطلب یہ کہ میں نے تمہیں ظہر کے وقت یہاں دعا مانگتے دیکھا، عصر کے وقت بھی تم اسی جگہ پر بیٹھے بھیک مانگ رہے تھے اور اب مغرب کا وقت ہونے والا ہے اور تم اب بھی بس یہاں بیٹھے دعا ہی کر رہے ہو۔۔۔ سب کچھ آج ہی مانگ لو گے کیا نماز نہیں پڑھنی تمہیں؟"

ڈیمن انکی بات پر کچھ دیر کے لیے خاموش رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"میں نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں مسلمان نہیں۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر ان بزرگ کی آنکھوں میں حیرت اتری۔

"ماشاء اللہ تو وہ کون خوش قسمت ہے جو تمہارے مسلمان نہ ہونے کے باوجود تمہیں اس طرح سے خدا کے سامنے گڑ گڑانے پر مجبور کر رہی ہے۔"

انہوں نے ڈیمن کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ڈیمن کو لگا تھا کہ یہ جاننے کے بعد کہ ڈیمن مسلمان نہیں وہ اسے یہاں سے بھگا دیں گے لیکن انکی یہ محبت دیکھ کر وہ بھی حیران ہوا۔

"آپ کو کیسے پتہ وہ ایک لڑکی ہے؟"

وہ بزرگ مسکرا دیے۔

"عاشق ایک کھلی کتاب ہوتا ہے جسکا سچ اسکے چہرے پر ہی واضح ہوتا ہے۔۔۔"

ڈیمن نے اپنا سر جھکا لیا۔

"وہ بہت نیک ہے، بیت زیادہ پاکیزہ ہے اور اس وقت اپنی زندگی کے لیے لڑ رہی ہے میں خدا سے التجا کر رہا تھا کہ وہ اسے زندگی دے دیں۔۔۔ آپ کو لگتا ہے کہ میری دعا قبول ہوگی؟"

"جس طرح گڑ گڑا کر تم بھیک مانگ رہے تھے تمہاری دعا تو اس وقت تک بہت سے اثرات چھوڑ چکی ہو گی۔۔۔"

بزرگ نے مسکرا کر کہا لیکن ڈیمن حیران ہو کر اس عجیب سے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"میں ایک منکر ہوں خدا کو نہیں مانتا پھر بھی وہ میری دعا قبول کریں گے۔۔۔؟"

بزرگ کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اگر تم منکر ہوتے تو یہاں نہیں ہوتے اور ویسے بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اسے نہیں مانتے، اسکی اعلیٰ شان کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتے ہیں اور تو اور اسکی عظیم شان میں گستاخی بھی کرتے ہیں تو کیا وہ انہیں اپنی رحمتوں سے نوازنا چھوڑ دیتا ہے؟ نہیں وہ انہیں دیتا رہتا ہے کہ کبھی تو وہ اپنے حقیقی خالق کی نعمتوں کو پہچان کر اسکے پاس واپس لوٹ آئیں گے اور جانتے ہو وہ ایسا کیوں کرتا ہے کیونکہ وہ رحمن ہے۔۔۔۔"

بزرگ نے مسکرا کر کہا اور ڈیمن مکمل طور پر انکی باتوں کے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم اسکے در پر بھیک مانگنے آتے ہو؟ نہیں وہ خود تمہیں بلاتا ہے تاکہ تم اپنی خواہش کا اظہار کرو اور وہ اپنی رحمتوں کے سمندر سے تمہاری ہر مشکل آسان کر دے۔۔۔"

ڈیمن نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"تو کیا وہ میری بھی دعا قبول کر لیں گے اس کے باوجود کہ میں گناہ گار ہوں؟"

"تم مانگ کر تو دیکھو میاں تم جانتے بھی نہیں کہ تم قطرہ مانگ رہے ہو گے اور دریاعطا کر دے گا بس اسکی رضا میں راضی رہنے کے لیے تیار رہو۔۔۔"

ان بزرگ نے مسکرا کر کہا اور ڈیمن ابھی بھی انکی باتوں کے سحر میں جکڑا تھا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میرا نام عبدالرحمن غوری ہے اس رحمن کا بندہ ہوں۔۔۔"

انہوں نے شفقت سے کہا اور دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"مجھے نماز پڑھانی ہے وقت ہو چکا ہے۔۔۔ تم یہاں بیٹھ کر اپنی التجا کرتے رہو اور میں بھی تمہارے لیے دعا کروں گا کہ اللہ تمہاری دعا کو قبول کرے اور تمہارے قلب کو ایمان کی روشنی سے منور کر دے۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے اور ڈیمن مسلسل انہیں دیکھتا رہا تھا۔ انکے پیچھے کھڑے نمازی بالکل انکی طرح نماز ادا کر رہے تھے اور ڈیمن اپنا ہر غم بھلا کر، خود کو بھلا کر اس منظر میں کھویا رہا تھا۔

ان سب کو نماز پڑھتے دیکھنا اسکی زندگی کا سب سے پرسکون موقع تھا جب وہ خود کو بھی بھول چکا تھا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ بزرگ ڈیمین کے پاس واپس آئے۔

"میں نے دعا کی ہے تمہارے لیے میاں ان شاء اللہ تمہارے حق میں سب بہتر ہوگا۔۔۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔۔۔"

انہوں نے شفقت سے ڈیمین کے سر پر ہاتھ پھرا اور وہاں سے چلے گئے۔ انکے جانے کے کچھ دیر بعد ہی ڈیمین کی جیب میں موجود اسکا موبائل بجنے لگا۔

"ہیلو۔۔۔"

نمبر دیکھے بغیر ہی ڈیمین نے کال پک کر کے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ڈیمین کہاں ہو تم جلدی سے ہاسپٹل واپس آ جاؤ ڈاکٹر ز مجھے کچھ بتاؤ نہیں رہے لیکن بہت زیادہ بے چین ہیں پلیز واپس آ جاؤ۔۔۔"

لوکا کی بات سن کر ڈیمن کا دل بہت زور سے دھڑکا لیکن وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اب اس میں ہمت کہاں سے آئی تھی۔ وہ ڈیمن جو یہاں آنے سے پہلے مرنے کے بات کر رہا تھا اب کسی بھی چیز کا سامنا بہادری سے کرنے کے لیے تیار تھا۔

ڈیمن ٹیکسی لے کر ہاسپٹل واپس آیا تو اسکو دیکھتے ہی لوکا اسکے قریب آیا۔

"ڈیمن پارسا کی حالت بہت نازک ہے ڈاکٹر آخری کوشش کر رہے ہیں نہ جانے کیا ہو جائے تم پلیز ہمت رکھنا۔"

ڈیمن نے لوکا کی بات پر ہاں میں سر ہلایا جبکہ کتنے ہی آنسو اسکی نیلی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے پھر بھی اس میں ہر چیز کا سامنا کرنے کی طاقت تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر ہینری باقی کے ڈاکٹرز کے ساتھ آپریشن تھیٹر سے باہر آئے اور انتہائی زیادہ پریشانی سے ڈیمن کو دیکھا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر؟"

ڈیمن کے سوال پر سب ڈاکٹر ز نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"ہم نہیں جانتے مسٹر مورٹی یہ کیسے ہوا لیکن وہ بالکل ٹھیک ہیں یہاں تک کہ وہ کومہ میں بھی نہیں گئیں۔ ایک گھنٹے پہلے تک ہم انہیں کھونے والے تھے اور اچانک ہی جیسے سب خود بخود ٹھیک ہو گیا۔ یہ کوئی معجزہ ہی ہے جو ہماری سوچ سے تو بالا تر ہے۔۔۔"

ڈاکٹر کی بات سن کر جہاں لو کا حیران ہوا وہاں ڈیمن سکتے کے عالم میں آچکا تھا۔

"سچ میں یہ میری زندگی کا سب سے عجیب کیس تھا جہاں ایک پیشنٹ مرنے کی حالت میں تھا لیکن پھر اچانک ہی سب ٹھیک ہو گیا جیسے کہ کوئی معجزہ ہوا ہو۔۔۔۔۔ خیر جو بھی ہے مسٹر مورٹی اب وہ ٹھیک ہیں اور کچھ دونوں کے بعد انہیں ہوش بھی آجائے گا۔۔۔"

ڈاکٹر ہینری نے مسکرا کر کہا لیکن ڈیمن تو بالکل پتھر کا ہو چکا تھا۔ اسکی بیلا نے جو کہا تھا سب سچ تھا اسکا خدا عاؤں کو سنتا ہے، وہ مہربان ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔۔۔

جس دن وہ آپ کو اپنی نشانی دیکھائیں گے ناں آپ کی عقل، سوچ دنگ رہ جائے گی اور تب آپ کو احساس ہوگا کہ جو میں نے کہا تھا وہ سب سچ تھا۔

ڈیمین کو پارسا کی کہی بات یاد آئی۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی امتحان میں ڈالنا کہ اپنی آزمائش میں سکون کے لیے آپ اسے جانیں، اسے تلاش کر کے اسکی طرف لوٹ آئیں اور وہ اپنی رحمت کے سائے میں آپ کو چھپا کر پہلے سے بھی کئی زیادہ خوشیاں عطا کرے۔۔۔"

پارسا کی کہی ہر بات یاد کر کے ڈیمین کی آنکھیں روانی سے بہنے لگی تھیں۔

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ پارسا تو بچ گئی ہے لیکن وہ ختم ہو چکا ہے اور اب اسکی جگہ وہاں جو کھڑا تھا اسے تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔



ڈیمین پارسا کے پاس آیا جو بے ہوش حالت میں بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جبکہ سر کے آدھے بال آپریشن کی وجہ سے کاٹ دیے گئے تھے۔ اسکو اس حال میں دیکھ کر ڈیمین کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"تم میری زندگی میں تب آئی جب مجھے اس دنیا سے ہی نفرت تھی۔ لگتا تھا کہ یہ دنیا صرف برائی سے بھری ہے لیکن تمہیں دیکھ کر یہ لگا کہ اس دنیا میں بھی اچھائی ہے۔۔۔۔"

ڈیمن کی نیلی آنکھوں سے دو موتیوں جیسے آنسو بہہ نکلے۔

"تمہارے اندر موجود اس پاکیزگی کو پانے کا جنون میرے اندر سوار ہو گیا۔ وہ پاکیزگی جس کو پانے کے لیے اپنا آپ بہت حقیر لگتا تھا۔۔۔۔"

ڈیمن نے بے بسی سے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا۔

"لیکن جب تمہیں کھونے کے ڈر سے تمہارے خدا کے سامنے گڑ گڑایا تو مجھے اندازہ ہوا کہ تم میرا جون نہیں میری محبت ہو۔۔۔۔۔"

ڈیمن نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو چھونا چاہا لیکن ابھی بھی اسے ایسا لگتا تھا کہ وہ پار سا کو چھو کر میلا کر دے گا۔

"ابھی بھی تمہیں کھونے کا خیال میری سانسیں روک دیتا ہے لیکن اب میری محبت خود غرض نہیں رہی۔۔۔۔"

ڈیمن نے اپنے آنسو پونچھے اور مسکرا دیا۔

"تم آزاد ہو بیلا جب تمہیں ہوش آئے گا تو تمہارا یہ قیدی تمہیں نظر نہیں آئے گا۔۔۔"

ڈیمین نے اپنے الفاظ کی تکلیف کو نظر انداز کیا۔

"لیکن ایک بات یاد رکھنا میرے دل سے تمہاری محبت کا نکلنا ناممکن ہے اور اپنی آخری سانس تک میں تمہارا ہی رہوں گا۔۔۔"

ڈیمین نے اسکی بند آنکھوں کو دیکھ کر کہا۔

"sei un angelo bella che mi ha mostrato la luce."

(تم ایک فرشتہ ہو بیلا جس نے مجھے روشنی دکھائی)

ڈیمین نے اسکو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا اور بہتی آنکھوں سے ایک آخری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"Bella Ciao"

(گڈ بائے بیوٹیفل)

ڈیمن نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اسکے کمرے سے باہر آتے ہی لوکا اسکے قریب آیا۔

"پتہ لگ گیا ڈیمن کہ یہ کس کا کام ہے۔۔۔"

لوکا کی بات پر ڈیمن نے غصے سے اپنے دانت کچکچائے۔

"نام بتاؤ۔۔۔"

"ریموڈار سن۔۔۔ آر تھر ڈار سن کی چو تھی اولاد جو ایک خواجہ سرا ہے۔۔۔"

لوکا کی بات پر ڈیمن کا غصہ مزید بڑھ گیا یعنی یہ بھی اسی کا خون تھا جس نے پہلے اس کی دنیا جاڑی تھی۔

"کہاں ملے گا وہ؟"

ڈیمن نے جبرے بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"شکاگو، اسکا ایک آدمی چار لڑھمارے درمیان جاسوسی کرنے آیا تھا اسے پکڑ کر ہی یہ انفارمیشن نکالی ہے اس سے۔۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلا کر اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ آج وہ ڈارسن خاندان کا گھٹیا خون ہی ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔



"باس وہ لڑکی بچ گئی۔۔۔۔"

ریمو جو کل شکاگو واپس آچکا تھا اپنے آدمی کی یہ بات سن کر پہلے اسکی آنکھوں میں حیرت اتری پھر اس نے غصے سے اپنے سامنے پڑی شیشے کی میز کو بچ کر توڑ دیا۔

"کیسے بچ سکتی ہے وہ؟"

ریمو غصے سے چلایا تو اسکا ہر آدمی اپنا سر جھکا گیا۔

"آہ۔۔۔۔ ڈیمین بہت اچھی قسمت ہے تمہاری کمبخت۔۔۔۔"

ریمونے دانت کچکچا کر کہا۔

"کچھ ایسا کرو کہ وہ لڑکی ہاسپٹل میں ہی مر جائے ورنہ تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔"

ریمونے سب کو حکم دیا اور اپنے آفس کی جانب چل دیا اسے اب اس لڑکی کو ختم کرنے کا کوئی نیا طریقہ سوچنا تھا۔

اپنے آفس میں داخل ہوتے ہی ریمونے میز پر پڑی شراب گلاس میں ڈالی اور ایک ہی گھونٹ میں پی گیا تبھی کسی نے اسکا دروازہ بند کیا تو ریمو فوراً پلٹا۔

"تم؟"

ریمونے دروازہ لاک کرتے لوکا کو دیکھا تو حیرت سے بولا پھر اسکی نظر شکاگو کا پوکی رولنگ چیئر پر پڑی جسے گھما کی ڈیمن اسکی جانب مڑا۔

"کیسے ہو ریمو ڈار سن؟"

ڈیمن کو وہاں دیکھ کر ریمو مسکرا دیا۔

"تمہیں کیا لگا کہ تم مجھ سے میری زندگی چھیننا چاہو گے اور مجھے تمہارے وجود کا علم ہی نہیں ہوگا۔"

ڈیمین نے ہاتھ میں پکڑی پسٹل کے ٹریگر کو گھماتے ہوئے کہا جبکہ ریمو اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر اسے بہادی سے دیکھنے لگا۔

"ایسا کرنے میں کامیاب تو ہو ہی گیا تھا میں ڈیمین موریٹی لیکن بس قسمت نے ساتھ نہیں دیا فکر مت کرو اگلی مرتبہ فیصلہ قسمت پر نہیں چھوڑوں گا۔"

ریمو نے شان سے کہا جبکہ اسکے اس کانفیڈنس پر لوکا حیران ہو گیا۔

تمہیں لگتا ہے کہ اگلی دفعہ ایسا کرنے کا موقع ہم تمہیں دیں گے؟"

لوکا کے سوال پر ریمو قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

"جانتا ہوں کہ تم دونوں یہاں میری لاش ہی چھوڑ کر جاؤ گے آخر کار یہاں تم دونوں کے ساتھ قید جو ہوں اور دو کے مقابلے میں اکیلا کیا کروں گا؟"

ڈیمن نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس عجیب سے شخص کو دیکھا۔

"تم اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے کر رہے ہونا یہ سب؟"

ڈیمن کے سوال پر ریمو اپنی مخصوص سی مکروہ ہنسی ہنسنے لگا۔

"وہ جس نے مجھے اپنا نام نہیں دیا کوئی حیثیت نہیں دی اس کے لئے میں یہ سب کروں گا؟ نہیں ڈیمن موریٹی تم نے میرے باپ کو مار کر ایک دس سالہ بچے کا سہارا چھینا یہ تو میں تمہیں اس کی سزا دینا چاہتا تھا۔۔۔۔"

ڈیمن نے حیرت سے اس پاگل شخص کو دیکھا۔

"تمہارے ساتھ جو بھی ہوا وہ سراسر تمہارے باپ کا قصور تھا جیسے تمہارا ایسا ہونا گوارا نہیں ہوا۔۔۔۔ لیکن اب تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو تمہارے باپ کا ہوا۔۔۔"

ڈیمن نے اپنی پسٹل ریمو پر تانی تو وہ وہاں ہاتھ پھیلا کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے مارنا چاہتے ہو تو مار لو لیکن اس میں کیا مزا؟"

لوکا نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔

"تو پھر کیا چاہتے ہو تم؟"

ریمو مسکرا کر لوکا کی جانب مڑا۔

"اگر قسمت کو اتنا ہی مانتے ہو تم لوگ تو کیوں ناں فیصلہ قسمت پر چھوڑیں؟"

اتنا کہہ کر ریمو نے اپنی جیب سے ایک ریوالور نکالا اور اس میں سے ساری گولیاں نکال کر صرف ایک گولی اس میں ڈال دی اور باقی گولیاں زمین پر پھینک دیں۔

"ایک گولی میرے پاس اور ایک ہی گولی تمہارے پاس دونوں ایک دوسرے کے سینے پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں دیکھتے ہیں کس کی قسمت میں موت ہے اور کس کی قسمت میں زندگی؟"

ریمو کے دلچسپی سے کہنے پر ڈیمن نے اسے دلچسپی سے دیکھا۔

"بولو ڈیمن موریٹی ہے تم میں اتنی ہمت یا اس کرسی پر بیٹھے بیٹھے ایک بزدل کی طرح مجھے مارنا چاہتے ہو؟"

ریمو کے اس چیلنج پر پہلے تو ڈیمن خاموش رہا پھر اس نے بھی اپنی بندوق کی ساری گولیاں نکال کر صرف ایک گولی اس میں ڈال دی۔

"ڈیمن یہ کیا کر رہے ہو تم؟"

لوکا نے حیرت سے اپنے دوست کو دیکھا جو شاید پاگل ہو گیا تھا۔

"فکر مت کرو لوکا میں بھی دیکھنا چاہوں گا کہ کیا لکھا ہے میری قسمت میں۔۔۔۔"

ڈیمن اتنا کہہ کر ریمو کے سامنے کھڑا ہوا گیا جو شوخی سے مسکرا رہا تھا۔ ڈیمن نے اپنی بندوق اسکے دل کے مقام پر رکھ دی تو ریمو نے بھی مسکراتے ہوئے اپنی بندوق اسکے سینے پر رکھ دی۔

"ڈیمن نہیں۔۔۔۔"

لوکانے آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہا۔

"نہیں لوکا وہیں رہو تم۔۔۔"

ڈیمین نے سختی سے کہا اور دلچسپی سے مسکراتے ہوئے ریمو کی طرف دیکھا۔

"ایک ساتھ۔۔۔"

ریمو نے ہاں میں سر ہلایا لیکن پہلی مرتبہ دونوں کے ہی گولی چلانے پر گولی نہیں چلی تو ریمو قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"واہ ابھی تک تو دونوں قسمت والے ہیں آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔۔۔"

ریمو نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ لوکا بہت زیادہ بے چینی سے اپنے دوست کو دیکھ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک پل میں اس پاگل پن کو بند کر دے۔

"چلو پھر سے۔۔۔"

ڈیمن کے کہنے پر دونوں نے پھر سے گولی چلا دی لیکن پھر بھی خالی بندوق کی آواز پر ریمو ہنس دیا۔

"اب دیکھتے ہیں ڈیمن کہ کیا ہوتا ہے۔۔۔"

ریمو کے کہنے پر ڈیمن نے ہاں میں سر ہلایا اور دونوں کے پھر سے گولی چلانے پر ایک گولی کی آواز کمرے میں گونجی۔

"ڈیمن۔۔۔"

لوکانے چلا کر ریمو پر بندوق تانی جس کے چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ تھی اور ڈیمن کے چہرے پر بہت سا خون۔



روزلی کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے ہسپتال کی چھت کو دیکھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنے دن بے ہوش رہی تھی یا وہ زندہ بھی کیسے تھی۔ بس اپنے سینے میں اٹھتے درد سے واقف تھی۔

"کیسی ہواب؟"

پاس سے ہی لوکا کی آواز آنے پر روزلی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"لل۔۔۔۔ لوکا پار سا وہ ٹھیک۔۔۔۔ وہ آدمی اس نے۔۔۔۔"

روزلی نے گھبرا کر اٹھنا چاہا لیکن لوکا نے اسے کندھوں سے پکڑ کر واپس بیڈ سے لگا دیا۔

"پار سا ٹھیک ہے اور ریمو کو بھی مار دیا ہے ہم نے۔۔۔۔"

ریمو کو یاد کر کے لوکا کے چہرے پر غصے کے آثار آئے۔

"اا۔۔۔ اور ڈیمن وہ تو بہت۔۔۔ غصے میں ہو گاناں مم۔۔۔۔ مجھ سے ناراض ہو گا کہاں ہے وہ۔۔۔۔"

روزلی کے سوال پر لوکا نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔

"ڈیمن اب یہاں نہیں ہے روز اور اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں تمہیں۔۔۔۔"

روزلی نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم لوکا کہاں ہے ڈیمن مجھے اسے اس آدمی کے بارے میں بتانا ہے وہ میرے بابا کی سب چھوٹی اولاد ہے اور۔۔۔۔۔"

"کہاناں روز کہ وہ مرچکا ہے تمہیں اب اسکی پرواہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔"

لوکانے زرا ساسختی سے کہا لیکن روزلی پھر سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تبھی لوکانے غصے سے اسے کندھوں سے تھام کر واپس بیڈ پر لٹایا۔

"تم سنتی کیوں نہیں روزلی ڈار سن اپنی مرضی ہی کیوں کرتی ہو؟"

روزلی نے لوکا کی غصے سے لال ہوتی آنکھوں کو دیکھا۔

"اگر خود ہیر و بن کر پاسا کی مدد کرنے کی بجائے تم میرے پاس آئی ہوتی تو آج یہ سب نہیں ہوتا۔۔۔۔۔"

لوکانے انتہائی زیادہ غصے سے کہا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ روزلی کے سر کے آس پاس رکھ کر اسکے قریب ہوا۔

"لوکا تم۔۔۔۔"

روزلی پہلی مرتبہ اسے اپنے اتنے قریب ہوتے دیکھ کر گھبرا گئی۔

"کان کھول کر سن لو روزلی ڈار سن آج کے بعد تم نے ایسی کوئی بیوقوفی کی ناں تو خود گلا دبا کر مار دوں گا میں تمہیں کہ ایک ہی دفعہ سکون سے مر جاؤ تم۔۔۔۔ اور یہاں سے باہر جاتے ہی میں تمہیں سیدھا چرچ لے جا کر ایک انگوٹھی تمہاری انگلی میں ڈال کر تمہیں اپنی بیوی بنانے والا ہوں اس لیے تیار رہنا تم۔۔۔۔"

لوکا کے ہر بدلے انداز اور اس کی باتوں پر روزلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"لل۔۔۔ لوکا تم۔۔۔ کب سے؟"

روزلی نے حیرت سے پوچھا کیونکہ لوکا کی آنکھوں میں اس کے لیے صرف غصہ نہیں تھا بلکہ بے تحاشا فکر تھی۔

"کبھی ڈیمین سے نظریں ہٹالی ہو تیں تو شاید تمہیں نظر آ ہی جاتا کہ تم مجھے تب سے اچھی لگتی تھی جب تم نے اپنے گھر والوں کی بجائے صوفیا کو چنا تھا، انصاف کو چنا تھا۔ پھر گزرتے وقت کے ساتھ وہ پسند کی محبت میں بدل گئی لیکن تم اپنے دل و جان سے صرف ڈیمین کو چاہتی تھی اس لئے میں نے کبھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا۔۔۔۔"

لوکانے بہت نرمی سے اسکے چہرے پر آئے لال بال ہٹائے۔

"لیکن اب نہیں اس دن تمہیں اس حالت میں دیکھ کر اب میں خود پر بندھ نہیں باندھ سکتا روزلی ڈار سن۔۔۔ اب تمہیں میرا ہی ہونا ہے۔۔۔۔"

روزلی اسکی اس قربت پر خود میں ہی سمٹ گئی وہ مغربی لڑکی ضرور تھی لیکن یوں پہلی بار کسی مرد کا اتنا قریب آنا اسے بوکھلانے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ بھی وہ مرد جس سے وہ اپنا سب سے اچھا دوست اپنا سب سے اچھا ساتھی سمجھتی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں مجھے یہ بات بتانے کی بجائے مجھ سے میری مرضی پوچھنی چاہیے؟"

لوکا کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ آئی اور اس نے نرمی سے اپنے ہونٹ روزلی کے ماتھے پر رکھے۔

"تمہاری مرضی پر بھروسہ کرنے کا وقت گزر چکا ہے principessa۔ اب وہی ہوگا جو میری مرضی ہوگی۔۔۔"

لوکانے اپنے ہونٹ اسکی ناک پر رکھ کر کہا اور اس سے دور ہو گیا تو روزلی کی سانس میں سانس آیا۔

"تیار رہنا روزلی لوکا سودیری بننے کے لیے۔"

لوکا اتنا کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور روزلی کتنی ہی دیر دھکتے گالوں کے ساتھ اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں کہیں آپ کو بخار تو نہیں ہو رہا جو آپ اتنا سرخ ہو رہی ہیں؟"

نرس جو ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی روزلی کا دہکتا چہرہ دیکھ کر گھبراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"نہیں نرس میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔"

روزلی نے آہستہ سے کہا اور پریشانی سے لوکا کے اس عجیب رویے کے بارے میں سوچنے لگی لیکن ناجانے کیوں لوکا کا ہونے کا خیال ہی اسکے چہرے پر ایک مسکراہٹ لا رہا تھا۔



آج پورے پندرہ دنوں کے بعد پارسانے پہلی مرتبہ اپنی آنکھیں کھولیں تھیں اور ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے اسے اپنے سر میں اٹھنے والے شدید درد کا اندازہ ہوا تھا۔

پھر ہلکی سی آنکھیں کھولنے پر اسکی پہلی نظر وہاب صاحب پر پڑی۔ پہلے تو وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھتی رہی جیسے کہ انہیں پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو پھر آہستہ سے بولی۔

"ماموں۔۔۔"

پارسا کے پکارنے پر وہاب صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں ہی ہوں ماموں کی جان۔۔۔ آگیا ہوں میں آپ کے پاس۔۔۔"

وہاب صاحب نے روتے ہوئے کہا اپنی بچی کو اس حال میں دیکھنا ان کے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ تھا۔ تبھی بہت سے ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوئے اور پارسا کا معائنہ کرنے لگے۔

"ہیلو مس۔۔۔"

ایک ڈاکٹر نے اسکی بند ہوتی آنکھوں کو مسکرا کر دیتے ہوئے کہا۔ جبکہ پارسا حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"اپنا نام یاد ہے آپ کو؟"

ڈاکٹر کے سوال پر پارسا کچھ دیر کے لیے سوچ میں ڈوبی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"پارسا مہتاب۔۔۔۔"

پارسا کا جواب سن کر ڈاکٹر مسکرا دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ کو سب یاد ہے یعنی آپ کی ریکوری ہماری سوچ سے زیادہ اچھی ہو رہی ہے۔۔۔۔"

"کک۔۔۔ کیا ہوا تھا مجھے۔۔۔؟"

پارسانے پریشانی سے پوچھا۔

"آپ پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا آہستہ آہستہ آپ کو سب یاد آ جائے گا لیکن ابھی آپ کو بہت سا ریسٹ کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے پارسا کو مسکرا کر کہا اور دروازے میں کھڑے لوکا کی جانب مڑا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہیں اب مسٹر سودیری۔۔"

لوکا کے اثبات میں سر ہلانے پر ڈاکٹر کمرے سے باہر چلا گیا اور لوکا نے وہاب صاحب کو دیکھا جو پھر سے بے ہوش ہوئی پارسا کے ماتھے پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"آپ فکر مت کریں انکل وہاب ٹھیک ہے۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر اپنے آنسو پونچھ دیے۔

"بہت شکریہ بیٹا اگر تم مجھے ہر بات بتا کر یہاں نہیں لاتے تو نا جانے اپنی بچی کو کہاں کہاں ڈھونڈتا رہتا۔"

لوکا نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ڈیمن کی وصیت کے مطابق اسکے ٹھیک ہوتے ہی اسے آپ کے ساتھ بھیج دوں گا۔۔۔"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا تو لو کا ایک آخری نگاہ پارسا پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔ وہاب صاحب کچھ زیادہ تو ان لوگوں کے بارے میں نہیں جانتے تھے لیکن سمیر کو پاکستان بھیجنے کے بعد وہ ڈیمن موریٹی سے ملنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگے۔

پھر ایک دن لو کا خود ان کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ ڈیمن کے دشمنوں نے پارسا کی جان لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اب بالکل ٹھیک تھی اور وہ انہیں پارسا کے پاس لے جانے آیا ہے۔

یہاں آکر پارسا کی حالت دیکھ کر وہاب صاحب کا دل کیا کہ ڈیمن موریٹی کی جان لے لیں لیکن ڈیمن کے بارے میں جو انہیں سننے کو ملا تھا وہ سن کر وہ بے بس ہو گئے تھے۔

اب انہیں جلد از جلد اپنی بیچی کو ان لوگوں کے درمیان سے لے کر جانا تھا۔ اتنی دور جہاں ان لوگوں کا سایہ بھی اس پر نہ پڑتا۔



پارسا کو ہاسپٹل میں رہتے ایک مہینے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ جب بھی ہوش میں آتی اپنی زندگی کے ہر واقعے کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہتی۔

وہاب صاحب نے اسے ایک پل کے لئے بھی تنہا نہیں چھوڑا تھا اور ڈاکٹر ز تو ہر وقت اس کا خیال رکھنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

"ماموں۔۔۔"

پارسا کے پکارنے پر اسکے پاس بیٹھے وہاب صاحب نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جی میرا بچہ۔۔۔"

وہاب صاحب میں نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا۔

"سمیر کہاں ہیں؟"

سمیر کے ذکر پر وہاب صاحب نے غصے سے اپنے دانت کچکچائے۔

"تمہیں اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

"پلیز ماموں بتادیں ٹھیک تو ہے ناں وہ۔۔۔۔"

پارسانے پریشانی سے پوچھا اور اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی اس کی یہ پریشانی دیکھ کر وہاب صاحب کو اپنی معصوم بچی پر بہت پیار آیا۔

"وہ تمہاری شفقت کے قابل نہیں ہے پارسا اور فکر مت کرو بالکل صحیح سلامت اپنی ماں کے پاس پاکستان ہے۔۔۔۔"

پارسانے اطمینان سے ہلکا سا سر اثبات میں سر ہلایا۔ تبھی انکا فون بجنے لگا تو وہاب صاحب شفقت بھرا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

انکے جانے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی لوکا کمرے میں داخل ہوا اور مسکرا کر پارسا کے پاس آیا۔

"اب کیسی ہو تم؟"

"ٹھیک ہوں۔۔۔۔"

اچانک ہی جیسے کچھ یاد آنے پر پارسا کافی زیادہ پریشان ہو گئی۔

"روز کیسی ہے؟"

پارسانے فکر مندی سے پوچھا تو لوکا مسکرا دیا۔ شاید حسین کچھ دیر پہلے ہی روزلی کے بارے میں یاد آیا تھا اسی لئے تو وہ اتنا پریشان ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ بالکل اور جلد ہی ڈسچارج بھی ہو جائے گی تم اسکی فکر مت کرو اور اپنا بہت خیال رکھو۔۔۔۔"

پارسانے ہاں میں سر ہلایا لیکن ابھی بھی اسکے چہرے پر اضطراب کے آثار تھے جیسے کہ وہ کچھ پوچھنا چاہ رہی ہو۔

"تمہارے ٹھیک ہوتے ہی تمہیں تمہارے ماموں کے ساتھ بھیج دیا جائے گا یہ ڈیمن کا حکم تھا کہ اب تمہیں اپنے دشمنوں سے دور بھیج دے۔"

ڈیمن کے ذکر پر پارسانے گھبرا کر لوکا کو دیکھا۔

"وہ ٹھیک تو ہیں ناں؟"

پارسانے بہت زیادہ گھبراتے ہوئے پوچھا لیکن لوکا بس خاموشی سے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"وہ مجھے دیکھنے بھی نہیں آئے کافی زیادہ غصے میں ہوں گے وہ۔۔۔۔"

پارسانے اندازہ لگایا جبکہ لوکا یہ سوچ رہا تھا کہ اتنی بڑی بات پارسا کو کیسے بتائے لیکن اسے یہ بات آج نہیں توکل اسے بتانی ہی تھی۔

"ڈیمن اب اس دنیا میں نہیں رہا۔۔۔۔"

پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے لوکا کو بے یقینی سے دیکھا جیسے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہو۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں ناں؟"

پارسانے گھبراتے ہوئے پوچھا جبکہ اسکے اس طرح گھبرانے پر لوکا گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"نہیں یہ سچ ہے پارسا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا لیکن اسکی آخری خواہش یہی تھی کہ میں تمہیں یہاں سے دور بھیج دوں تاکہ تم اس کے دشمنوں اور اسکی سیاہ زندگی سے دور چلی جاؤ۔۔۔۔۔"

لوکا اسے بتا رہا تھا لیکن پارسا سن ہی کہاں رہی تھی وہ تو بس بے یقینی سے کہنے کے عالم میں وہاں لیٹی تھی۔ کتنے ہی آنسو اسکی آنکھوں سے نکلے۔

"وہ تمہیں۔۔۔۔۔"

"مجھے اکیلا چھوڑ دیں پلیز۔۔۔"

پارسا نے بمشکل اپنے گلے میں آنسوؤں کی گھڑی کو باندھتے ہوئے کہا تو لوکا اس کی خواہش پر عمل کرتا کرے سے باہر نکل گیا۔

لوکا کے وہاں سے جاتے ہی پارسا پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ وہ اپنے اس محسن کی قید سے آزاد ہونا چاہتی تھی لیکن وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس دنیا سے ہی چلا جائے۔۔۔

نہ جانے کیوں اسکے اتنی دور چلے جانے کا خیال پارسا کو تکلیف دے رہا تھا اور وہ تکلیف اس تکلیف سے بہت زیادہ تھی جو اس نے پچھلے ایک مہینے سے برداشت کی تھی۔



تین مہینے کے بعد پارسا کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ وہ مکمل طور پر ٹھیک تو نہیں ہوئی تھی لیکن اب بہت حد تک بہتر ہو چکی تھی۔

وہاب صاحب نہیں جانتے تھے کہ ایسا کیا ہو گیا تھا جو پارسا مسکرا کر انا بھول چکی تھی لیکن ان تین مہینوں میں ایک بار بھی انہوں نے کسی طرح کی خوشی کے آثار اسکے چہرے پر نہیں دیکھے تھے۔

"پارس ہم دونوں آج رات کی فلائٹ سے سعودیہ عرب جا رہے ہیں۔ میں نے تمہاری ساری ڈاکو منٹیشن ویزا وغیرہ تیار کروا دیا ہے۔۔۔۔۔"

پارسانے بس ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا۔ تبھی لو کا کچھ آدمیوں سے ساتھ ہاسپٹل کے کمرے میں آیا۔

"ہاسپٹل سے ڈسچارج ہونے پر مبارک ہو پارسا۔۔۔۔۔"

پارسانے مصنوعی مسکان کے ساتھ ہاں میں سر ہلایا۔

"میں نے سنا ہے آج رات کی فلائٹ سے آپ دونوں سعودیہ عرب جارہے ہیں؟"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔

"جی آپ کی ہر مہربانی کا بہت شکریہ لو کا سر آپ نے سچ میں بہت زیادہ خیال رکھا میری بیٹی کا۔۔۔"

وہاب صاحب نے شفقت سے کہا۔

"میں نے بس اپنے دوست کی خواہش کو پورا کیا ہے اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں گے۔۔۔"

"ان شاء اللہ۔۔۔"

وہاب صاحب نے محبت سے پارسا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو اب آپ دونوں ہمارے ساتھ چلیں۔۔۔"

"کہاں؟"

وہاب صاحب نے حیرت سے پوچھا تو لوکانے مسکرا کر پارسا کو دیکھا۔

"اسکی دوست کی شادی ہے آج اور اسکا کہنا ہے کہ اپنی دوست کی عدم موجودگی میں شادی نہیں کرے گی۔۔۔"

پارسانے حیرت سے لوکانے کی طرف دیکھا۔

"روز کی شادی؟ کس سے؟"

"مجھ بد قسمت سے۔۔۔"

پارسا کے نا سمجھی سے پوچھنے پر لوکانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امید ہے کہ تم اسکی اس خواہش کو پورا ضرور کرو گی۔۔۔"

پارسانے کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ اب صاحب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جیسے تمہاری مرضی میرا بچہ۔۔۔۔"

پارسانے واپس لوکا کی طرف دیکھا۔

"چلیں۔۔۔۔"

لوکا اپنے آدمیوں کے ساتھ اسے موریٹی مینشن میں لے کر آیا جس کا نام بدل کر اب سودیری مینشن کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ اپنی وصیت میں ڈیمن اپنا سب کچھ لوکا کے نام کر چکا تھا اور اپنے بعد کا پو بھی لوکا کو بنا گیا تھا۔

ملازم پارسا کو سیدھا ایک روم میں لے کر گئے جہاں سفید فرائ پہنے روزلی کوئی پری ہی لگ رہی تھی۔ پارسا کو دیکھتے ہی وہ مسکرا کر اسکے پاس آئی اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"کیسی ہو تم اب میری اینجل؟"

روزلی نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔ تمہیں شادی کی بہت مبارک ہو روز۔۔۔"

پارسا کے محبت سے کہنے پر روزلی مسکرا دی۔

پارسانے فوراً اپنا سر ہاں میں ہلایا۔

"تو پھر خوش کیوں نہیں نظر آرہی؟"

اس سوال پر پارسانے اپنا سر جھکا لیا اور اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"میں نہیں جانتی روز لیکن نہ جانے کیوں اب ایسا لگتا ہے جیسے خوشیاں کبھی لوٹ کر میرے تک نہیں آئیں گی اور یہ آنسو ہمیشہ کے لئے میرے مقدر میں لکھ دیے گئے ہوں۔۔۔۔۔"

روزلی نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"کہیں ایسا ڈیمن کے جانے کی وجہ سے تو نہیں؟"

روزلی کے پوچھنے پر پارسانے انکار میں سر ہلایا لیکن پھر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے روزلی کے گلے لگ گئی۔

"میں خود کو سمجھ نہیں پار ہی روز۔۔۔۔۔اپنے دل کے اس درد کو نہیں سمجھ پار ہی جو انکے اس دنیا سے جانے کے خیال سے میرے دل میں اٹھتا ہے۔۔۔ان سے دور اپنی زندگی میں جانا چاہتی تھی میں لیکن یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ وہ ایسے دور چلے جائیں۔۔۔۔"

روزلی نے نم آنکھوں سے مسکرا کر پار سا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

"تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔۔"

پار سانے حیرت سے اسے دیکھا اور فوراً انکار میں سر ہلایا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا ان سے محبت ہونا گناہ ہے میرے لیے۔۔۔۔"

"محبت گناہ ثواب نہیں دیکھتی اینجل وہ بس ہو جاتی ہے۔۔۔۔"

پار سامتوا ترانکار میں سر ہلار ہی تھی لیکن وہ بھی جانتی تھی کہ روزلی سچ کہہ رہی ہے چاہے وہ اس سچ کو ماننے کو انکار کر رہی تھی۔

"ایسا کیوں ہوا روز؟ کیوں ہوا یہ؟"

روزی نے اسے پھر سے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"اپنے خدا سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہو تم تو اس پر بھروسہ رکھو پار سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ اس نے تمہارے مقدر میں اتنی خوشیاں لکھیں ہوں گی کہ تم اپنی قسمت پر رشک کرو گی۔۔۔۔۔"

روزی نے اپنی نم آنکھوں کو پونچھا۔

"اب مجھے ہی دیکھ لو کبھی لگتا تھا ڈیمین کے سوا کسی کا خیال بھی دل میں نہیں آئے گا میرے اور آج یوں لو کا کا ہونے سے اپنا آپ سب سے زیادہ خوش نصیب لگ رہا ہے۔۔۔"

روزی ہلکا سا مسکرا دی۔۔۔

"اسی طرح کسی دن تمہاری زندگی میں بھی بہار آئے گی پار سا۔۔۔۔۔"

پار سانے کچھ دیر اسکی بات پر غور کیا اور پھر ہاں میں سر ہلا دیا۔

"میرے اللہ نے جتنی خوشیاں میرے نصیب میں لکھی ہیں وہ مجھے مل جائیں گی ان شاء اللہ۔۔۔۔"

پارسانے آنسو پونچھے اور روزلی کے حسین سراپے کو دیکھ کر مسکرا دی۔

"تم ہمیشہ خوش رہو روز۔۔۔۔"

روزلی مسکرا دی۔ کاش وہ پارسا کو سمجھا سکتی کہ اسکے خدا نے بہت سی خوشیاں اسکے نصیب میں لکھی ہیں لیکن وہ جانتی تھی کہ ابھی پارسانے ڈیمن موریٹی کے اپنے دل پر قابض ہونے کے غم سے گزرنا تھا۔



(دو سال بعد)

پارسا اپنی زندگی کے دو سال وہاب صاحب کے ساتھ سعودی عرب رہ کر گزار چکی تھی اس عرصے میں نہ تو وہاب صاحب نے اسے پاکستان بھیجا تھا اور نہ ہی خود کبھی گئے تھے۔ بس اپنا کمایا ہوا پیسہ بھیج کر ان کی ضروریات پوری کر دیتے۔

سب سے زیادہ پریشانی تو انہیں اپنی پارسا کی تھی جسے انہوں نے ایک مرتبہ بھی دل سے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ نہ جانے ان کی معصوم بچی دل کو کون سا غم لگا بیٹھی تھی۔

وہاب صاحب جب اسے افسردہ دیکھتے انہیں اپنے بیٹے پر بہت غصہ آتا کیونکہ انہیں لگتا تھا کہ اس سب کی وجہ وہی ہے۔

"ماموں ناشتا بن گیا ہے آجائیں کھانا کھالیں۔۔۔۔"

پارسا کی آواز پر وہ مسکرا کر اسکے پاس آئے اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اپنے ہونٹ اسکے ماتھے پر رکھے۔

"صدا خوش رہو۔۔۔۔"

انکی دی یہ دعا پارسا کے گھائل دل کو مزید گھائل کر گئی۔ نا جانے اسے کیوں ایسا لگتا تھا کہ اسکی ہر خوشی مرچکی ہے پھر بھی وہ ایک مصنوعی مسکان اپنے چہرے پر سجا گئی۔

وہاب صاحب کو کھانا دے کر وہ ان کا کمرہ سیٹ کرنے آئی تو اس کی نظر ان کے موبائل پر پڑی جو مسلسل بج رہا تھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ وہ موبائل وہاب صاحب کو پکڑا آئے لیکن پھر اس پر نادیہ بیگم کا نمبر دیکھ کر اس نے فون پک کر کے اپنے کان کے ساتھ لگا لیا۔

"السلام علیکم مامی کیسی ہیں آپ؟"

پارسا کی آواز پر کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔

"پارسا یہ تم ہونا؟"

نادیہ بیگم کی بھیگی سی آواز اسے سنائی دی۔

"جی مامی میں ہی ہوں۔۔۔"

پارسا نے ہچکچاتے ہوئے کہا لیکن دوسری طرف نادیہ بیگم پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

"شکر ہے بیٹا تم نے مجھ سے بات تو کی ورنہ میں تو تمہارے ماموں کے سامنے بھیک مانگتی رہ جاتی ہوں لیکن وہ میری بات تم سے نہیں کرواتے۔۔۔۔"

یہ بات سن کر پارسانے حیرت سے باہر ڈاننگ ٹیبل پر بیٹھے ہیں وہاب صاحب کو دیکھا۔

"انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ آپ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں اب بتائیں مامی سب ٹھیک تو ہے ناں؟"

پارسان کو یوں روتا دیکھ بہت زیادہ پریشان ہو چکی تھی۔

"میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادہ زیادتی کی ہے پارس اور شاید انہیں زیادتیوں کی سزا مجھے مل رہی ہے خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔۔۔۔"

ان کے روتے ہوئے یہ بات کہنے پر پارسا اضطراب میں آچکی تھی۔

"آپ بڑی ہے مامی پلیز اس طرح کی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کریں میں وہ سب بھول چکی ہوں اور آپ بھی بھول جائیں۔"

پارسانے انتہائی زیادہ نرمی سے کہا۔

"تم بہت اچھی ہو بیٹا ہمیشہ مجھے افسوس رہے گا اپنے رویے کا۔۔۔۔"

پارسا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"کوئی بات نہیں مامی آپ بتائیں باقی سب ٹھیک ہیں کیا؟"

پارسا کے سوال پر پھر سے کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"ہاں بیٹا سب ٹھیک ہے بس میرا سمیر ہی ٹھیک نہیں۔۔۔۔"

سمیر کے ذکر پر پارسا خاموش ہو گئی۔

"وہ بہت روتا ہے بیٹا ہر وقت پچھتا رہا ہے کہ اس نے تمہاری قدر نہیں کی۔۔۔ بہت تڑپ رہا ہے میرا بیٹا۔۔۔۔"

نادیہ بیگم روتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور پارسا بس خاموشی سے انکی بات سن رہی تھی۔

"کہیں شادی کرنے کی بات بھی نہیں کرتا کہتا ہے کہ میری زندگی میں پارس کے بعد کسی کی جگہ نہیں۔۔۔"

پارسا بھی بس خاموشی سے کھڑی انکی باتیں سن رہی تھی۔

"تم ایک بار اس سے بات کر کے اسے معاف کر دو بیٹا اسے سمجھاؤ کہ اپنی زندگی کو یوں برباد مت کرے۔"

پارسانے گہرا سانس لیا۔

"آپ ان سے کہیں کہ میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اب وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ جائیں بالکل جیسے میں بڑھ گئی ہوں۔۔۔"

پارسانے اتنا کہہ کر وہاب صاحب کو دیکھا جو دروازے میں کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تم خود اس سے ایک دفع بات کر لیتی بیٹا تو وہ خوش ہو جاتا۔۔۔۔"

نادیہ بیگم نے بہت زیادہ امید سے کہا۔

"معاف کرے گا لیکن ماموں مجھے بلارہے ہیں۔۔۔ اچھا میں پھر آپ سے بات کروں گی اللہ حافظ۔۔۔"

پارسانے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا اور موبائل وہاب صاحب کی جانب بڑھایا۔

"آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا کہ مامی مجھ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔"

وہاب صاحب نے افسردگی سے اسے دیکھا۔

"وہ تمہاری معافی اور رحم کے قابل نہیں ہے بیٹا۔۔۔"

پارسا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"ایسا نہیں ہے ماموں معاف کرنا تو ہمیں ہمارا خدا سکھاتا ہے۔ معاف کرنے سے ہم چھوٹے نہیں ہوتے بلکہ

عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ ہمارے درجات بلند کرے۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر کہا تو وہاب صاحب نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

"تم آج تک اس کے لیے سلوک کی وجہ سے دکھی ہو۔۔۔"

پارسانے انکار میں سر ہلایا۔

"میں وہ سب بھول چکی ہوں ماموں زندگی میں بہت آگے بڑھ چکی ہوں۔۔۔۔"

"تو پھر تم دکھی کیوں رہتی ہو؟"

وہاب صاحب کے سوال پر پارسانے اپنا سر جھکا لیا اور اپنی نم پلکوں کو میچ گئی۔

"کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جن کی کوئی دوا نہیں ہوتی۔ اپنی تکلیف کو میں آپ سے کیا بانٹوں اسے تو میں اپنے خدا سے بھی بانٹ نہیں پار ہی بس آپ میرے لیے دعا کرے گا۔"

پارسا اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی جبکہ وہاب صاحب کتنی ہی دیر وہاں کھڑے رہے تھے۔ انہیں بس اپنی بیٹی کی خوشیاں چاہیے تھیں۔



دروازہ کھٹکنے کی آواز پر وہاب صاحب دروازے کی جانب بڑھے تو دروازہ کھولتے ہی انہیں خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا۔

"عبدالرحمن شقیق (بھائی) کیسے ہیں آپ؟"

دروازے میں اپنے بہت اچھے دوست عبدالرحمن کو دیکھ کر وہاب صاحب نے انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ عبدالرحمن وہاب صاحب کے بہت پرانے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ عالم دین بھی تھے۔

"میں بالکل ٹھیک وہاب شقیق تم بتاؤ کیسے ہو۔۔۔؟"

عبدالرحمن نے شفقت سے پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں اندر آئے ناں آپ آج کیسے راستہ بھول گئے؟"

وہاب صاحب نے مسکراتے ہوئے انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا اور انہیں لے کر ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بس سوچا آج تم سے کچھ قیمتی مانگ لوں۔۔۔"

"عبدالرحمن غوری کو کیا چاہیے مجھ سے؟"

وہاب صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا تبھی پارسا اچھی طرح سے حجاب اوڑھ کر چائے کی ٹرے لیے کمرے میں آئی اور ہلکا سا سلام کر کے وہ ٹرے میز پر رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔ عبدالرحمن صاحب نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میں تمہاری بیٹی کو اپنے بیٹے کے لیے مانگنے آیا ہوں۔۔۔۔؟"

وہاب صاحب نے حیرت انہیں سے دیکھا۔

"آپ کی تو ماشاء اللہ سے تین بیٹیاں تھیں تو کس بیٹے کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

عبدالرحمن صاحب نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"صالح عالم۔۔۔۔"

وہاب صاحب مزید حیران ہوئے کیونکہ وہ اس شخص کو نہیں جانتے تھے۔

"وہ میرا اپنا بیٹا تو نہیں ہے لیکن اپنے بیٹے سے بھی بڑھ کر ہے۔ زیادہ امیر و کبیر تو نہیں وہ لیکن یہاں سعودیہ میں ہی اپنا اپنا پارٹمنٹ ہے اس کا اور ایک کمپنی میں اچھی نوکری بھی ہے۔ اگر شرافت کی بات کریں تو اسے اپنا بیٹا تو نہیں کہتا میں تمہاری بیٹی کو دنیا جہان کی خوشیاں دے گا۔"

عبدالرحمن صاحب کے بتانے پر وہاب صاحب کے چہرے پر پریشانی کے آثار آئے۔

"کیا ہوا وہاب سب ٹھیک ہے ناں؟"

وہاب صاحب کی پریشانی دیکھ کر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"ہاں شقیق سب ٹھیک ہے لیکن بات یہ ہے کہ میری پارسہ۔۔۔ وہ طلاق یافتہ ہے اس لیے۔۔۔"

"کیا بات کرتے ہو تم وہاب ہمارے نبی پاک صلی علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک بیوی کنواری تھیں باقی سب یا تو بیوہ تھیں یا طلاق یافتہ۔ جو ہمارے نبی نے ہمیں کر کے دیکھا یا ہے وہ ہمیں کرنا کیوں گراں گزرتا ہے؟"

وہاب صاحب نے کچھ سوچ کر ہاں میں سر ہلایا۔

"تم کل آجانا میں تمہیں صالح سے ملوادوں گا یہ تمہارا حق ہے اور پار سا بیٹی بھی اگر ملنا چاہے تو یہ اس کا بھی حق ہے۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا تو انکی خاموشی دیکھ کر عبدالرحمن نے اپنے ہاتھ انکے ہاتھ پر رکھے۔

"تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو وہاب تمہاری بیٹی کے لیے کوئی غلط فیصلہ نہیں کروں گا اور صالح پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ کرتا ہوں میں۔۔۔۔"

وہاب صاحب مسکرا دیے۔

"میں بہت زیادہ بھروسہ کرتا ہوں آپ پر شقیق لیکن پار سا سے اس بارے میں بات کرنے سے پہلے اس بچے سے ملنا چاہوں گا میں۔۔۔۔"

"ضرور کل ہی ملواتا ہوں تمہیں اس سے۔۔۔۔"

وہاب صاحب مسکرا دیے اور پھر دونوں باتیں کرتے ہوئے پرانے وقت کو یاد کرنے لگے۔



پار ساءشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو ہمیشہ کی طرح دعائیں مانگنے کے لئے اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تو اس قدر بے بس تھی کہ جس سے محبت کرتی تھی اس کی مغفرت بھی نہیں مانگ سکتی تھی۔

پار ساءس دعا کے لیے ہاتھ پھیلا کر آنسو بہاتی رہی لیکن خدا تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے وہ سب جانتا ہے جو بندہ سب سے چھپاتا ہے۔

پار ساءنے اٹھ کر جائے نماز لپیٹا اور دوپٹہ کھول کر سر پر پھیلا لیا۔ تبھی وہاب صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو وہ انہیں دیکھ کر مسکرا دی۔

"آپ کو کچھ چاہیے تھا کیا ماموں؟"

وہاب صاحب نے مسکرا کر انکار میں سر ہلایا اور بیڈ پر بیٹھ کر اسے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"پار ساء مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔"

"جی کہیں ماموں۔۔۔"

پارسانے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کل میرے دوست آئے تھے ناں عبدالرحمن صاحب انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔۔۔"

وہاب صاحب کی بات پر پارسانے اپنا سر جھکا لیا۔

"ماموں میں شادی نہیں۔۔۔"

"جانتا ہوں بیٹا کہ تم شادی نہیں کرنا چاہتی کیونکہ تم نے پہلے اس رشتے سے کچھ حاصل نہیں کیا لیکن یقین کرو وہ بچہ بہت زیادہ اچھا ہے۔ ایک ہی ملاقات میں وہ مجھے اتنا اچھا لگا اور عبدالرحمن اس کی ہر طرح سے گارنٹی لے رہا ہے اب ایسے رشتے کو منع کرنا تو کفرانِ نعمت ہو گا ناں اور کیا تم کفرانِ نعمت کا گناہ کرنا چاہتی ہو؟"

وہاب صاحب نے شفقت سے کہا۔

"دیکھو بیٹا ضروری نہیں کہ جیسا پہلے ہوا تھا پھر ویسا ہی ہو اپنی قسمت کو موقع دو پارسا مجھے پوری امید ہے کہ صالح تمہیں بہت زیادہ خوش رکھے گا۔۔۔"

بہت سے آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ اب وہ کسی کو کیا بتاتی کہ خدا سے محبت کرنے والی اس پارسا سی لڑکی کے دل پر دو سال سے ایک منکر قبضہ جمائے بیٹھا تھا جو اسکی ہر کوشش کے باوجود وہاں سے نہیں نکل رہا تھا۔

"مجھ پر بھروسہ کرو پارس میں بس تمہاری خوشی چاہتا ہوں تمہیں یوں اکیلا پل پل روتے نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔ میری خاطر ہاں کر دو بیٹا۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسکی خاموشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اس سے ملنا چاہتی ہو تو میں تمہیں ملوا دیتا ہوں تم خود اسے سمجھ کر فیصلہ کرو۔۔۔۔"

"نہیں ماموں۔۔۔"

پارسانے اچانک ہی کہا اور اپنے آنسو پونچھ کر وہاب صاحب کو دیکھا۔

"آپ پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے مجھے اب جو فیصلہ کریں گے میرے حق میں بہتر ہوگا۔۔۔"

وہاب صاحب نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اپنی بیٹی کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

"صدا خوش رہو۔۔۔"

"میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔۔۔"

پارسا سنجیدگی سے کہتی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی اور کچن میں آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مجھے ہمت دیں یا اللہ پاک جو بھی جزبات میرے دل میں ہیں انہیں میرے دل سے نکال دیں۔ میں آپ سے بھیک مانگتی ہوں۔۔۔ یہ جزبات بہت تکلیف دہ ہیں میرے مولا بہت تکلیف دہ۔۔۔ انہیں مجھ سے دور کر دیں آپ تو ہر چیز پر قادر ہیں۔۔۔"

پارسا نے نم آنکھوں سے دعا کی اور اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو دی کیونکہ وہ جتنا اسکی محبت کے ختم ہونے کی دعائیں کرتی تھی وہ اتنی ہی بڑھتی تھی اور اب بھی تو ایسا ہی ہوا تھا وہ محبت اسکے روم روم پر چھا چکی تھی۔



دروازہ مسلسل بجتا جا رہا تھا۔ پارسا کو لگا کہ وہاں صاحب گھر آئے ہوں گے اس لیے دوپٹے کو سر پر ٹھیک سے لیتی دروازے کی جانب چل دی لیکن دروازہ کھولتے ہی سامنے سمیر کو دیکھ کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"آپ۔۔۔"

پارسانے حیرت سے سمیر کو دیکھا جو پہلے جیسا تو بالکل نہیں لگ رہا تھا بلکہ اب بہت کمزور ہو چکا تھا جبکہ آنکھوں کے نیچے سیاہی پھیل چکی تھی۔

سمیر دروازے میں کھڑا پارسا کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے صدیوں کا بیاسا صحرا میں ملنے والی جھیل کو دیکھ رہا ہو۔

"وہ۔۔۔ ماموں گھر نہیں۔۔۔ آپ اندر آ جائیں۔۔۔"

پارسانے ہچکچا کر نظریں جھکاتے ہوئے اپنا دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ کر کہا تو سمیر خاموشی سے اس چھوٹے سے گھر میں داخل ہو گیا۔ پارسا فوراً کچن میں جا کر اسکے لیے جو س کے کر آئی۔

"آپ یہاں بیٹھیں میں نے ماموں کو فون کیا ہے وہ تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جائیں گے۔۔۔"

پار ساسنجیدگی سے اتنا کہہ کر وہاں سے جانے لگی۔

"پارس۔۔۔"

سمیر کے پکارنے پر پار سا کے قدم رک گئے اور اس نے سمیر کی جانب مڑ کر اپنا سر جھکا لیا۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔۔۔"

"جی کہیں۔۔۔"

پار سانے سراٹھائے بغیر سنجیدگی سے کہا تو سمیر اس کے سامنے اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ پار سا کے سامنے جوڑ دیے۔

"مجھے معاف کر دو پار۔۔۔ میں نے بہت ظلم کیا تم پر۔۔۔ تم نے ہر لمحہ مجھے محبت دینا چاہی اور میں اس کی قدر نہیں کر پایا تمہاری قدر نہیں کر پایا۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔"

سمیر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہہ رہا تھا اور اسے اس حال میں دیکھ کر پار سا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"آپ ایسا مت کہیں میں نے آپ کو معاف کیا۔۔۔ آپ بھول جائیں وہ سب۔۔۔۔"

پار سا سنجیدگی سے کہتی وہاں سے جانے کے لیے مڑی۔

"عمرہ کرنے آیا تھا یہاں میں۔۔۔ مجھے لگا کہ خدا کی بارگاہ میں بیٹھ کر بخشش مانگوں گا تو میرے دل کو سکون ملے گا۔۔۔ لیکن تم سے معافی مانگے بغیر خدا کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی پار س۔۔۔۔"

سمیر کو یوں روتا دیکھ پار سا بس بے بسی سے اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گی کہ وہ آپ کو سکون دیں اور آپ زندگی میں آگے بڑھ سکیں۔۔۔۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ سمیر کے ہونٹوں پر آئی اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے کبھی سکون نہیں مل سکتا پار س کیونکہ اس دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر اپنے سکون کو میں نے خود ٹھکرا دیا اور زندگی میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں پار س تمہارے سوا کسی کا خیال نہیں آتا اس دل میں۔۔۔۔"

پارسا بس جھکے ہوئے سر کے ساتھ اسکی باتیں سن رہی تھی۔

"پتہ ہے پاس میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا تھا کہ زبردستی کر کے طلاق نہیں ہوتی تو۔۔۔"

پارسا نے حیرت سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زبردستی آپ نے پورے ہوش و ہواس میں مجھے اپنی مرضی سے طلاق دی تھی۔ انہوں نے آپ کو اور چائس دی تھی لیکن آپ نے مجھے چھوڑنا چنا اور یہی نہیں بعد میں آپ کے سائن کیے طلاق کے کاغذات میرے ہاتھ میں دیے گئے تھے۔۔۔"

پارسا کی بات پر سمیر اپنا سر شرمندگی سے جھکا گیا۔

"تب جو بھی ہوا تھا سمیر وہ قسمت کا فیصلہ سمجھ کر بھول جائیں اور زندگی میں آگے بڑھ جائیں اب آپ۔۔۔ بالکل جیسے میں بڑھ گئی ہوں۔۔۔"

سمیر نے حیرت سے پارسا کی جانب دیکھا۔

"اگلے ہفتے نکاح ہے میرا اور امید کرتی ہوں آپ بھی مامی کو پریشان کرنا چھوڑ کر خود کو برباد نہیں کریں گے۔۔۔"

پارسا اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور سمیر اپنے گھٹنوں پر بیٹھ کر رو دیا کیونکہ اسے پھر سے پانے کی جو جھوٹی تسلیاں وہ خود کو دیتا تھا وہ اب مکمل طور پر ختم ہو چکی تھیں۔



آج پارسا کا نکاح تھا۔ وہاب صاحب ایک انتہائی خوبصورت سفید جوڑا اور حجاب اسے دے کر گئے تھے۔ پارسانے عصر کی نماز ادا کی اور جائے نماز طے کر کے نکاح کے اس جوڑے کو دیکھنے لگی۔

اپنے دل کو کتنا ہی سمجھایا تھا اس نے لیکن پھر بھی وہ منکر شخص اس دل سے نکل نہیں رہا تھا۔ اب وہ کسی اور کی ہونے جارہی تھی لیکن یوں کسی اور کا دل پر قابض ہونا اسے اپنے ہونے والے شوہر کے حق پر ڈاکہ لگ رہا تھا۔

"یا اللہ پاک میرے دل میں صرف میرے محرم کی محبت ڈال دیں اور ہر ایک کی محبت نکال دیں میں ان کے ساتھ یوں نا انصافی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

پارسانے نم آنکھوں سے التجا کی۔ دو سالوں سے وہ یہ التجا کر رہی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا خدا کیوں اس کی دعا کو قبول نہیں کر رہا۔

"پار سا بیٹا تیار ہو جاؤ وہ لوگ یہاں آتے ہی ہوں گے۔۔۔۔"

وہاب صاحب کی آواز پر پار سا اپنے آنسو پونچھ کر وہ کپڑے بدلنے چلی گئی۔ وہ سفید جوڑا پہن کر پار سانے ہلکی سی لپسٹک اپنے ہونٹوں پر لگائی اور اس خوبصورت سے حجاب کو سر پر لپیٹ لیا۔

وہ جوڑا اسکے ہونے والے شوہر نے بھیجا تھا اور پار سا کو یہ جان کر بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ اس کا شوہر بھی اس کی طرح پردے کو پسند کرتا تھا۔

وہاب صاحب مولوی اور گواہوں کے ساتھ وہاں آئے تو اسے یوں تیار دیکھ کر نم آنکھوں سے اسکے قریب آئے اور اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھا۔

"صد اخوش رہو پار سا اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب بہت اچھے کریں تمہیں ہر وہ خوشی ملے جس کی تم حقدار ہو۔۔۔"

پار سانے مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس مسکراہٹ میں بے تحاشا غم چھپا ہوا تھا۔

انہوں نے پار سا کو کرسی پر بیٹھایا تو مولوی صاحب اسکے سر پر پیار دے کر پاس موجود کرسی پر بیٹھ گئے۔

"پارسامہتاب ولد مہتاب علی آپ کا نکاح صالح عالم کے ساتھ
پانچ ہزار ریال حق مہر سکھ رائج الوقت ہونا طہ پایا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب کے پوچھنے پر بہت سارے آنسو پارسا کی آنکھوں سے بہے۔

کہتے ہیں عورت نکاح کے وقت جو دعائیں مانگے وہ قبول ہوتی ہے۔ میرے دل میں صرف میرے محرم کی محبت رکھنا
یا خدا اس شخص کا ہر خیال اس دل سے نکال دیں مجھے اپنے مجازی خدا کی حق تلفی کے گناہ سے بچالیں۔

پارسانے نم آنکھوں سے دل میں التجا کی لیکن اسکی التجا پھر سے رد ہو گئی تھی کیونکہ وہ محبت اسکے روم روم پر حاوی
ہونے لگی تھی۔

"جواب دو پارس۔۔۔"

وہاب صاحب نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو بہت مشکل سے پارسانے گلے میں بندھے آنسوؤں کو روکا۔

"قبول ہے۔۔۔"

پارسانے آہستہ سے کہا اور تین بار پوچھے جانے پر مثبت جواب دے کر اپنے دستخط اس نکاح نامے پر کر دیے۔

سب نے پارسا کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر اسے مبارک باد دی اور وہاں سے چلے گئے ان کے جاتے ہی وہ آنسوؤں کا پھندا آزاد ہو گیا اور پارسا اپنا ہر غم آنکھوں سے بہانے لگی۔



نکاح کے بعد پارسا کو اسکے شوہر کے ساتھ رخصت کر دیا گیا تھا۔ پارسانے تو اس کے ساتھ بھیجے جانے پر بھی ایک نگاہ اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

ابھی اس کا شوہر کارڈرائیو کر رہا تھا اور پارسا ساتھ والی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھی وہ دعا مانگتی جا رہی تھی جو وہ دو سالوں سے مانگتی آرہی تھی۔

اس کے شوہر نے بھی اس سے کوئی بات نہیں کی تھی شاید وہ کافی سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اس نے گاڑی ایک بلڈنگ کے پارکنگ میں روکی اور پارسا کو دیکھا جو ابھی بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

وہ خاموشی سے گاڑی میں سے نکلا اور باہر آکر پارسا کی جانب کا دروازہ کھولا۔ پارسا خاموشی سے گاڑی سے نکل کر کھڑی ہو گئی۔ گاڑی لاک کرنے کے بعد اس نے پارسا کی طرف دیکھا۔

"چلیے۔۔۔۔"

اس نے بس ایک لفظ عربی میں کہا تھا لیکن اسکی آواز پر پارسانے فوراً آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا۔ مگر تب تک وہ آگے بڑھ چکا تھا۔ پارسا اس آواز کو اپنا وہم سمجھ کر اسکے پیچھے چلنے لگی۔

وہ لفٹ سے ایک اپارٹمنٹ میں آئے جو مناسب سائز کا انتہائی خوبصورت اور صاف ستھرا سا اپارٹمنٹ تھا۔ یعنی اسکا شوہر کافی صفائی پسند تھا۔

"وہ سامنے والا کمرہ بیڈ روم ہے آپ وہاں پر چل کر فریش ہو جائیں میں آتا ہوں۔۔۔۔"

اس آواز پر پارسانے پھر سے سر اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا لیکن وہ مڑ کر وہاں سے جا چکا تھا۔ پارسا بیڈ روم میں آئی اور کپڑے بدلنے کی غرض سے کمرے میں موجود الماری کی جانب بڑھی تو وہاں اپنے لئے کئی جوڑے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ایک جوڑا پکڑ کر اس نے بیڈ پر رکھا اور

آنسنے میں خود کو دیکھتے ہوئے حجاب اتار کر بالوں کو کھول دیا۔ اس جوڑے میں ایک آخری نگاہ خود پر ڈال کر وہ مڑی تو ایک چوڑے سینے سے ٹکرا گئی۔

منظبوط ہاتھوں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر گرنے سے بچایا تھا۔

"دھیان سے بیلا کرنے کے لیے بہت نازک ہو تم۔۔۔"

اب کی بار اس آواز پر پارسانے حیرت سے نگاہیں اٹھا کر اپنے شوہر کو دیکھا تو سب سے پہلے اسکا سامنا دو حسین نیلی آنکھوں سے ہوا۔

وہ آنکھیں جنہوں نے دو سال سے اسے ہر پل تڑپایا تھا۔

"آپ؟"

پارسانے حیرت سے پوچھا کیونکہ وہ اس وقت جس کے گھر میں اسکے قریب کھڑی تھی وہ کوئی اور نہیں اسکا محسن، اسکا قیدی، اسکی محبت ڈیمن موریٹی تھا۔



پارسا کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"ڈ۔۔۔ ڈیمن سر۔۔۔ یہ آپ ہی ہیں ناں؟"

"نہیں بیلا جو اس وقت تمہارے سامنے ہے وہ کوئی ڈیمن نہیں صالح ہے۔۔۔ صالح عالم جو اپنی بیلا کے قابل ہے۔۔۔ اس کا حقدار ہے۔۔۔"

اسکی بات پر بہت سے آنسو پار سا کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"تو پھر لو کا سر نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کہ آپ۔۔۔؟"

"لو کا نے جھوٹ نہیں سچ کہا تھا بیلا وہ ڈیمن موریٹی اسی دن مر گیا تھا جس دن اس نے تمہاری زندگی اللہ سے مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ایک منکر کی دعا قبول کر کے معجزہ دیکھا دیا۔"

صالح کی بات پر پار سا کی پلکیں مزید نم ہو گئیں۔

"میں اس ڈیمن کو مار کر خود کو تلاش کرنے آیا تھا بیلا۔ اسے جاننے آیا تھا جو اتنا مہربان ہے کہ خود کو نہ ماننے والوں کو بھی بے پناہ عطا کر دیتا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ اپنی اس زندگی کا مقصد جاننے میں مجھے دو سال لگ جائیں گے۔۔۔"

پارسا کے دل میں اس کا مقام مزید بڑھ گیا۔ دو سال سے وہ جس کی محبت اپنے دل سے نکلنے کی دعائیں مانگ رہی تھی وہ مرا نہیں تھا بلکہ براہ راست تلاش کر کے ایک نیا انسان بن رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر صالح نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس آنسو پونچھنا چاہا لیکن پھر ناجانے کیا سوچ کر اس کا ہاتھ پارسا کے چہرے سے کچھ فاصلے پر ہوا میں ہی رک گیا۔

پارسا نے اس کا ہاتھ تھام کر عقیدت سے اپنے ہونٹ اس کے ہاتھ پر رکھے اور پھر وہ ہاتھ اپنی دونوں آنکھوں سے لگایا جیسے کہ وہ کوئی بادشاہ ہو۔۔۔

یہ دیکھ کر صالح کی نیلی آنکھوں میں بھی دو آنسو آگئے۔ پارسا نے خود اس کا ہاتھ اپنے گال پر رکھا اور اپنی خواہش کو پورا ہوتا دیکھ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔ وہ چہرہ جو اس کا سکون تھا آج وہ اسے پورے حق سے چھوڑ رہا تھا۔

"میرا رب دعاؤں کو ایسے قبول کرتا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہماری التجا سن نہیں رہا حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم ایک قطرہ مانگ رہے ہوتے ہیں اور وہ ہمارے مقدر میں دریا لکھ دیتا ہے۔۔۔"

پار سا کی آنکھیں پھر سے بہنے لگیں۔ اس نے تو سوچا ہی نہیں تھا تھا کہ اس کا رب اس طرح سے بھی دعائیں قبول کرتا تھا۔ صالح پھر سے اس کے آنسو پونچھ کر مسکرا دیا۔

"کیونکہ ہمارا رب مہربان ہے بیلا وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔۔۔۔"

اس کے منہ سے یوں ہمارا رب سن کر پار سا مسکرا دی۔ اپنی محبت کے یوں راہ راست پر آنے پر اس کے دل نے شکر ادا کیا تھا۔

"اس دن جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی دے کر میری التجا کو قبول کیا تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں اسے جان کر رہوں گا جو منکروں کی بھی سنتا ہے۔ مجھے لگا تھا کہ میری راہ بس اسے جاننے کی طرف ہی چلے گی کیونکہ میرے گناہ ناقابل معافی تھے لیکن جب میں نے اس سے جانا تو پتہ چلا جہاں سے ہماری سوچ ختم ہوتی ہے وہاں سے اس کی رحمت کا سمندر شروع ہوتا ہے۔"

صالح نے دو سال پہلے کا ہر واقع یاد کیا اور پھر وہ پار سا کا چہرہ محبت سے سہلاتے ہوئے اسے ہر بات بتاتا چلا گیا۔۔۔۔



(دو سال پہلے)

"ڈیمن۔۔۔۔"

گولی چلنے کی آواز پر ریمو کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر لوکانے پریشانی سے ڈیمن کو دیکھا جسکے چہرے پر خون کی چھینٹیں گری ہوئی تھیں۔

"قسمت ڈیمن مور بیٹی قسمت۔۔۔ آج تمہارا ساتھ دے گئی۔۔۔۔"

ڈیمن نے آنکھیں چھوٹی کر کے ریمو کو دیکھا جسکے چہرے پر تکلیف کے آثار تو تھے لیکن پھر بھی اسکی مسکراہٹ اسکے چہرے پر ہی رہی تھی۔

"تم نے ظلم کا غصہ نکالنے کے لیے غلط راہ چنی بالکل میری طرح۔۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر ریمو ایک پل کو مسکرایا اور پھر بے جان ہو کر زمین پر گر گیا۔ لوکانے وحشت سے ریمو کے مردہ وجود کو دیکھا۔

"چلو ڈیمن ہم چلتے ہیں یہاں سے۔۔۔۔"

"ہاں یہاں سے جائیں گے لیکن صرف تم۔۔۔"

لوکا نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

ڈیمن ہلکا سا مسکرا دیا۔

"یہی لوکا کہ یہاں سے جانے کے بعد تم سب سے کہو گے کہ ڈیمن موربیٹا اپنے دشمن کے پیچھے شکاگو گیا تھا اور ان دونوں نے ایک دوسرے کو مار دیا پھر تم نے ان کی ڈیڈ باڈی شکاگو کی گہری کھائیوں میں پھینک دی تاکہ انتشار نہ پھیلے۔۔۔"

ڈیمن کی بات پر لوکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل چکی تھیں۔۔۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا ڈیمن؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔۔۔ میں اس سب سے دور جانا چاہتا ہوں لوکا۔۔۔ اس گناہ کی زندگی سے دور اسے تلاش کرنا چاہتا ہوں جس نے ایک منکر کی التجا قبول کی اور تم بھی جانتے ہو کہ ڈیمن موریٹی زندہ رہتے ہوئے یہ نہیں کر سکتا۔ اس کے دشمن ہر جگہ اسکے پیچھے آکر اسے جانور بننے پر مجبور کریں گے تو اسکا مرنا ہی ضروری ہے۔۔۔"

لوکا ڈیمن کے قریب ہوا اور اپنے ہاتھ اسکے کندھوں پر رکھے۔

"میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گا دوست؟"

ڈیمن نے نم آنکھوں سے لوکا کو دیکھتے ہوئے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"تم رہ لو گے لوکا تم بہت بہادر ہو۔۔۔ اور یہاں آنے سے پہلے میں اپنی وصیت میں سب کچھ تمہارے نام کر چکا ہوں۔ میرے بعد کا پو بھی تم ہی بنو گے لوکا۔"

ڈیمن نہیں چاہتا تھا کہ اس کالی کمائی کا ایک زرہ بھی اسکے ساتھ جائے لیکن یہ سن کر لوکا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یعنی تم کبھی لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

ڈیمن کا سر انکار میں ہلتا دیکھ لو کا ڈیمن کے گلے لگ گیا۔

"مجھے یوں تنہامت کرو دوست۔۔۔"

ڈیمن کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"تم تنہا نہیں ہو لو کار وزلی تمہارے ساتھ ہے بس اب ہمت کر کے اسے اپنے جذبات سے آگاہ کر دو۔۔۔ وہ بھی تمہاری طرح محبت کو ترسی ہے تمہاری سب سے اچھی ہمدرد بن جائے گی۔۔۔"

لوکا نے حیرت سے ڈیمن کو دیکھا لیکن وہ بھی ڈیمن مور پیٹ تھا۔

"تمہاری بیلا کو جب ہوش آئے گا تو اسے کیا کہوں ڈیمن؟"

پارسا کے ذکر پر بے تحاشا تکلیف کے آثار ڈیمن کے چہرے پر آئے۔

"اس سے کہنا کہ وہ اب آزاد ہے اپنی آزادی پا کر وہ بھی خوش ہو جائے گی اور ڈیمین موریٹی کی اسکی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں تھی تو اسے کوئی دکھ نہیں ہوگا میری موت کا جان کر۔۔۔۔"

ڈیمین نے اپنے ہاتھ لوکا کے کندھوں پر رکھے۔

"اپنا خیال رکھنا دوست۔۔۔"

لوکا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم بھی۔۔۔"

ڈیمین نے ہاں میں سر ہلایا۔

"Ciao Luka..."

لوکا نے نم آنکھوں سے آخری بار اپنے دوست کو دیکھا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ اسکے جاتے ہی ڈیمین بھی اپنی منزل کی جانب چل دیا۔

لاس ویگاس واپس آتے ہی وہ سب سے پہلے اس مسجد کی طرف گیا جہاں اس نے اس شفیق سے آدمی کو دیکھا تھا لیکن وہاں پہنچ کر ڈیمین کو وہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔

"سنیے۔۔۔"

ڈیمین نے ایک آدمی کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

"یہاں ایک آدمی تھے عبدالرحمن غوری کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ مجھے کہاں ملیں گے؟"

اس آدمی نے ڈیمین کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"وہ یہاں کے نہیں ہیں وہ تو سعودی عرب کے شہر دمام میں رہتے ہیں یہاں تو وہ بس ہمارے ایک نمازی کے بلانے پر درس دینے آئے تھے۔"

یہ سن کر ڈیمین پریشان ہو گیا کیونکہ اسے کسی بھی حال میں اس آدمی سے ملنا تھا۔

"کیا آپ مجھے ان کا مکمل پتہ یا فون نمبر دے سکتے ہیں مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے"۔۔

اس آدمی نے ہاں میں سر ہلایا اور عبدالرحمان غوری کا پتہ ڈیمن کو لکھوا دیا۔ اس پتے کو دیکھ کر ڈیمن نے جلد از جلد سعودی عرب جانے کا فیصلہ کر لیا۔



سعودی عرب پہنچنے کے تین چار دن بعد وہ آخر کار عبدالرحمن کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس وقت ابھی وہ ان کے گھر کے ہال میں بیٹھا تھا اور ان کا ملازم عبدالرحمان کو ڈیمن کی موجودگی کے بارے میں بتانے گیا تھا۔

ڈیمن جو بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ وہ ان سے کیا بات کرے گا اچانک اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ میں محسوس کر کے گھبرا کر ان کی جانب پلٹا۔

"کیسے ہو بیٹا ایسا کیا ہو گیا کہ مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم سات سمندر پار آ گئے؟"

انہوں نے صوفے پر ڈیمن کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے خدا نے میری دعا قبول کر لی۔۔۔"

یہ سن کر عبدالرحمن کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔

"وہ صرف میرا خدا نہیں ہے رب العالمین ہے ہر مخلوق کا رب ہے وہ ہر انسان کا رب۔۔۔۔"

ڈیمین نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

"وہ میرا رب کیسے ہو سکتا ہے میں تو ایک منکر ہوں۔"

"اگر وہ تمہارا رب نہیں ہوتا تو تمہاری دعا قبول کیوں کرتا؟"

اس بات پر ڈیمین نے اپنا سر جھکا لیا۔

"کیا میرے لیے کوئی امید باقی ہے؟ کیا میں ابھی بھی راہ راست پر چل سکتا ہوں۔۔۔؟"

انہوں نے اپنا ہاتھ ڈیمین کے کندھے پر رکھا۔

"ہر کوئی اپنی آخری سانس تک راہ راست پر چل سکتا ہے۔۔۔"

ڈیمن نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"میں ایک منکر تھا۔"

"وہ رجم ہے۔۔۔"

ڈیمن کی پلکوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے۔

"بہت سے گناہ کیے ہیں میں نے جن کی کوئی معافی نہیں۔۔۔"

"وہ رجم ہے۔۔۔"

عبدالرحمن صاحب میں عام سے انداز میں کہا۔ ڈیمن نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔

"میں قاتل تھا، بہت سی جانیں لیں میں نے کیا پھر بھی میری معافی ہو جائے گی۔۔۔؟"

عبدالرحمن صاحب کئی پل ڈیمن کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھتے رہے۔

"وہ غفار ہے۔۔۔۔"

انہوں نے ڈیمن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"وہ بخشنے والا مہربان ہے بیٹا جب بندہ دل سے پچھتا کر اسکی جانب جاتا ہے تو وہ بندے سے منہ نہیں پھیرتا بلکہ اسے اپنی رحمت کے سائے سے ڈھانپ دیتا ہے۔۔۔۔"

ڈیمن کتنی ہی دیر وہاں خاموشی سے بیٹھا آنسو بہاتا رہا تھا پھر اس نے اپنے اندر موجود اس منکر گناہ گار کو ختم کیا اور ایک بالکل نیا انسان بن کر عبدالرحمن صاحب کی طرف دیکھا۔

"کیا میں مسلمان ہو سکتا ہوں؟ کیا اس سب کے بعد بھی میں اس کا بندہ بن سکتا ہوں؟"

وہ بے ساختہ مسکرائے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔۔

"چلو میرے ساتھ۔۔۔۔"

انہوں نے نرمی سے کہا اور ڈیمین کو اپنے ساتھ لے کر کچھ فاصلے پر واقع مسجد میں آئے جہاں ان کے باقی ساتھیوں نے انہیں دیکھ کر سلام کیا۔

"میرے پیارے بھائیو یہ ہمارا بچہ ہے ماشاء اللہ مسلمان ہونا چاہتا ہے تو چلو اسکی شہادت سب کی گواہی میں کرواتے ہیں۔۔۔"

سب ڈیمین کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے اور ڈیمین حیران تھا کہ بھلا اسکے مسلمان ہونے کا ان کو کیا فائدہ جو وہ اتنا خوش ہو رہے تھے۔ عبدالرحمن نے ڈیمین کو اپنے پاس فرش پر بیٹھایا۔

"کیا تم اللہ کو واحد و یکتا مانتے ہو؟"

"جی۔۔۔۔"

ڈیمین نے پورے یقین سے کہا۔ ہاں وہ دل سے اللہ کو مانتا تھا جو اپنی مخلوق پر بے تحاشا مہربان ہے۔

"کیا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہو؟"

ڈیمن نے عقیدت سے سر جھکا کر ہامی بھری۔۔۔

"میرے پیچھے دہراؤ۔۔۔"

عبدالرحمن نے ڈیمن کو کلمہ پڑھایا جو ڈیمن نے انکے پیچھے دہرایا تو وہاں موجود ہر شخص نے اسے گلے لگا کر مبارکباد دی۔

ڈیمن کو اپنا آپ کبھی بھی اس قدر خاص نہیں لگا تھا۔ وہ لوگوں کے خوف سے واقف تھا، لوگوں کی نفرت سے واقف تھا لیکن وہ ایسی بے لوث محبت سے واقف نہیں تھا۔

"اب تمہیں ایک نئی پہچان ملے گی بیٹا۔ اپنے لیے کونسا نام چننا چاہو گے تم؟"

ڈیمن سوچ میں پڑھ گیا۔

"آپ رکھ دیں جو بھی نام رکھیں گے مجھے منظور ہوگا۔"

ڈیمن کی بات پر عبدالرحمن سوچ میں ڈوب گئے۔

"تمہارے بابا کا کیا نام تھا؟"

"میں اس شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑنا نہیں چاہتا۔۔۔"

ڈیمن کے سنجیدگی سے کہنے پر عبدالرحمن خاموش ہو گئے۔

"تو پھر میں تمہارا نام صالح عالم رکھوں گا۔۔۔ پسند آیا تمہیں؟"

"صالح؟ اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟"

ڈیمن کے سوال پر عبدالرحمن صاحب مسکرا دیے۔

"اس کا مطلب نیک اور پاکیزہ ہوتا ہے۔۔۔۔"

ڈیمن کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"میں اس نام کے قابل نہیں؟"

عبدالرحمن صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھا۔

"بن جاؤ گے ان شاء اللہ۔۔۔"

اور اسی طرح اس دن وہ شخص ڈیمن موریٹی کی بجائے صالح عالم بن گیا۔



(حال)

پارسانم آنکھوں سے صالح کی بات سن رہی تھی جو اسکا چہرہ محبت سے اپنے ہاتھوں میں تھامے ہر بات بتا رہا تھا۔

"اگر آپ نے اتنا عرصہ پہلے اسلام قبول کر لیا تھا تو میرے سامنے کیوں نہیں آئے؟"

صالح نے آنکھوں میں محبتوں کا جہان سما کر اسے دیکھا۔

"کیونکہ اپنا آپ تمہارے قابل نہیں لگتا تھا بیلا لیکن اس دن عبدالرحمن بابا نے کہا کہ وہ میرا نکاح اپنے دوست کی بھانجی سے کرنا چاہتے ہیں پہلے تو میں نے منع کرنا چاہا لیکن پھر ان کے منہ سے پارسا مہتاب نام سن کر میرا دل بہت زور سے دھڑکا بیلا۔ مجھے تب لگا کہ میرا رب مجھے معاف کر چکا ہے جو وہ تمہیں انعام کے طور پر مجھے دینا چاہتا ہے۔۔۔۔"

پارسانے مسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ جن کی محبت کو انکے رب نے امر کیا تھا۔

"لیکن ابھی ابھی اپنے ماضی کے گناہ ڈراتے ہیں بیلا دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھے دے دیا لیکن اگر میرے گناہوں کی وجہ سے میرا ٹھکانا گلے جہان میں جہنم ہوا تو۔۔۔۔"

پارسانے فوراً اپنا ہاتھ صالح کے ہونٹوں پر رکھا۔

"ایسا نہیں ہوگا ان شاء اللہ میں آپ کی بخشش ہر وقت مانگا کروں گی اپنے رب سے۔۔۔۔"

صالح اسکی محبت پر مسکرا دیا اور اسے کمر سے کھینچ کر اپنے مزید قریب کر لیا۔

"میں آپ کو کیا کہہ کر بلایا کروں گی اب آپ میرے شوہر ہیں تو سر تو کہہ نہیں سکتی ناں۔"

پارسا کے شرارت سے کہنے پر صالح کھل کر مسکرا دیا۔

"جو بھی تم مجھے بلانا چاہو بیلا مجھے منظور ہے لیکن میرے لیے تم ہمیشہ میری بیلا ہی رہو گی۔۔۔"

صالح نے اسکے حسین بال سہلاتے ہوئے کہا جن کو دیکھنے اور چھونے کا حق صرف اس کے پاس تھا۔

"سب آپ کو صالح بلاتے ہیں تو کیا میں آپ کو عالم بلا لیا کروں؟"

صالح نے محبت سے اپنے ہونٹ اسکے ماتھے پر رکھے۔

"ضرور میری جان۔۔۔۔"

اسکی اس قربت اور محبت کو محسوس کر کے پارسا کی نازک جان کانپ کر رہ گئی۔ اچانک ہی اسے ان کی قربت کا اندازہ ہوا تھا۔

"مم۔۔۔۔ میں چیخ کر۔۔۔۔"

"نہیں بیلا ابھی تو تمہیں پورے حق سے دیکھنے کے قابل ہوا ہوں۔۔۔ اب سمجھ نہیں آ رہا کہ ساری رات تمہیں دیکھ کر گزار دوں یا تمہیں محسوس کر کے خود کو اپنے حق کا احساس دلاؤں۔۔۔۔"

پارسا اسکی بات پر کانپ کر رہ گئی۔ صالح نے اسے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لے آیا۔

"لل۔۔۔ لیکن یہ کپڑے پہن کر سو نہیں سکتی ناں مجھے چنبچ۔۔۔۔"

صالح نے اسے اپنے بہت قریب کر لیا اتنا کہ ان دونوں کے درمیان بس ایک انچ کا فاصلہ رہ گیا۔

"بہت تڑپا ہوں میں تمہاری اس قربت کے لیے بیلا آج مجھے وہ سکون چاہیے جو تمہیں دیکھ کر ملتا تھا۔۔۔ آج پورے حق سے صرف تمہیں دیکھ کر ہی نہیں محسوس کر کے بھی میں اپنی زندگی پر سکون کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ خود کو بتانا چاہتا ہوں کہ تم میرے رب کا انعام ہو میرے لیے۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر صالح نے اپنے ہونٹ اسکی دونوں آنکھوں پر رکھے تو پارسا گھبرا کر اسکی پناہوں میں چھپ گئی اور وہ اسے محبتوں سے خود میں سمیٹا دینا کے خیالات سے بہت دور لے گیا۔



صالح اپنے قریب سوئی پارسا کو دیکھ رہا تھا جو سوتے ہوئے کوئی معصوم سی پری لگ رہی تھی۔ پوری رات وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سویا تھا۔ بس اسے اپنی محبت سے باور کروانے کے بعد سے یوں ہی نظریں اسکے معصوم چہرے پر جمائے ہوئے تھا۔

اس نے محبت سے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پر آتی آوارہ لٹوں کو پیچھے کیا تو پارسا ہلکا سا کسمپائی اور اپنی آنکھیں کھول کر صالح کو دیکھنے لگی جو اسکے قریب لیٹا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس پر نظر پڑتے ہی پارسانے شرما کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اسکی اس معصوم حرکت پر صالح مسکرا دیا۔

"میری زندگی کو اس قدر حسین بنانے کا شکریہ بیلا کہ اب خود پر ہی رشک ہو رہا ہے مجھے۔۔۔۔"

صالح کی بات پر پارسانے چہرے سے ہاتھ اٹھائے۔

"مجھے بھی۔۔۔۔"

پارسانے شرمیلی سی مسکراہٹ سے کہا تو صالح نے جھک کر اپنے ہونٹ اسکے ماتھے پر رکھے۔

"تم زندگی سے زیادہ عزیز ہو مجھے بیلا اب تو موت بھی حسین لگے۔۔۔"

پارسانے پریشانی سے اسکی جانب دیکھا۔ کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی بے پناہ محبت ہی تو چاہتی تھی لیکن صالح کی یہ محبت اسے ڈرا رہی تھی۔ پارسانے اسکا ہاتھ تھام کر اپنے سر پر رکھا۔

صالح نے مسکرا کر اپنی بیوی کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

"وعدہ کرتا ہوں بیلا کہ یہ صالح عالم دوبارہ کبھی بھی ڈیمن مورٹی نہیں بنے گا لیکن اللہ سے یہ دعا ضرور کروں گا کہ ہم دونوں کی دھڑکنیں ایک ساتھ تھم جائیں تاکہ ہم میں جدائی کا کوئی جواز ہی نہ بچے۔۔۔"

پارسانے نم پلکوں سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تمہارے بنا جی نہیں سکوں گا بیلا لیکن میرا ایمان اب اتنا بھی کمزور نہیں کہ تکلیف میں بھٹک جاؤں۔ راہِ راست انسان کو مضبوط بنا دیتی ہے۔۔۔"

پارسانے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تمہاری محبت نے ہی مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے بیلا۔۔۔"

صالح نے اپنے ہونٹ اسکی آنکھوں پر رکھے تو پارسا خود میں ہی سمٹ گئی۔

"عالم نماز کا وقت ہو چکا ہے ناں؟"

صالح نے کلاک پر ٹائم دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ زیادہ تر تو وہ عبدالرحمن کے ساتھ مسجد جاتا تھا لیکن آج چونکہ اسے دیر ہو گئی تھی اس لیے فریش ہو کر وہیں کمرے میں جائے نماز بچھا نماز پڑھنے لگا۔

اسے یوں دیکھ کر کتنے ہی خوشی کے آنسو پارسا کی آنکھوں سے جدا ہوئے تھے۔ پھر وہ بھی اٹھی اور فریش ہو کر نماز ادا کرنے لگی۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو مسلسل خوشی اور شکرانے کے آنسو اس کی آنکھوں سے جدا ہوتے رہے۔

اسنے دعا مانگ کر ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے اور بند آنکھیں کھولیں تو سب سے پہلی نظر صالح پر پڑی جو اسکے قریب بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

"اللہ تعالیٰ آپ کے اور میرے رشتے کی محبت ہمیشہ قائم رکھیں۔۔۔ آمین۔۔۔"

اتنا کہہ کر پارسانے اسکے چہرے پر پھونک ماری تو صالح نے مسکرا کر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"اس فانی جہان میں ہی نہیں بلکہ اس ابدی جہان میں بھی ہم ساتھ رہیں بیلا۔۔۔ مجھے جنت میں ستر حوریں نہیں بس میری بیلا چاہیے۔۔۔"

اس کی محبت دیکھ کر پارسا کی پلکیں نم ہو گئیں اور اس نے اپنے ہونٹ صالح کے ہاتھوں پر رکھے۔ انکے رب نے انکی محبت کو امر کیا تھا۔



پارسا کچن میں آئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر ہنس دی کیونکہ اس وقت اسکا شوہر ایپرن پہنے کچھ بنانے میں مصروف تھا۔

"آپ کیا کر رہے ہیں عالم؟"

پارسا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم کیوں نیچے آئی یہ سر پرانز تھا۔۔۔"

صالح نے منہ بنا کر کہا تو پارسا اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیسا سر پرانز؟"

"میں تمہارے لیے Lasagna بنا رہا تھا۔"

صالح نے کچھ سبزیاں کاٹتے ہوئے کہا جن کا lasagna میں کوئی کام نہیں تھا۔

"لیکن عالم یہ سب اس میں نہیں ڈلتا۔۔۔"

پارسانے حیرت سے ان سبزیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اٹیلین میں ہوں یا تم؟ یقین کرو ایک اٹیلین lasagna غلط نہیں بنا سکتا۔"

صالح نے اتر کر کہا اور اسکے اس انداز پر پارسا کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اچھا تو آپ نے صرف lasagna بنانا ہی سیکھا ہے یا کچھ اور بھی سیکھا ہے۔۔۔؟"

پارسانے شرارت سے پوچھا۔

"میں نے کچھ بہت خاص سیکھا ہے تمہارے لیے قریب آؤ تو بتاؤں گا۔۔۔"

صالح کے شرارت سے بلانے پر پارسا اسکے قریب ہو گئی۔ صالح نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کیا

-

"کیا سیکھا ہے آپ نے؟"

صالح نے اسے شیر نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے تمہارا لیے اردو بولنا سیکھا۔۔۔ تھوڑا تھوڑا۔۔۔"

صالح کے اردو میں کہنے پر پہلے پارسا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی کیونکہ یوں اردو بولتے ہوئے وہ بہت ہی مزاحیہ لگ رہا تھا۔

"دیکھو ایک ویڈیو سے سیکھا تھا میں نے۔۔۔"

صالح نے انگش میں کہا اور پھر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔

"یہ میں ہوں، یہ میرا بہت ہی پیارا بیوی ہے اور یہ ہمارا پیارا ہو رہا ہے۔۔۔۔"

صالح نے اسکی ناک کو چوماتو پار سا ہلکا سا ہنس دی۔

"آپ اردو بولتے ہوئے بہت پیارے لگتے ہیں۔۔۔"

پارسانے اسکے گال کھینچ کر کہا اور اس کی اس حرکت پر صالح کی آنکھوں میں حرارت آئی تھی۔

"اوکے بیلا اب تم مجھے ڈسٹریکٹ کر رہی ہو چلو اب مجھے اس دنیا کا سب سے اچھا lasagna بنانے دو پھر ہم دونوں تمہارے ماموں سے ملنے چلیں گے۔۔۔"

پارسانے انکار میں سر ہلایا۔

"کھانا بنانا آپ کا نہیں میرا کام ہے۔ آپ یہ سب چھوڑیں میں بناتی ہوں۔۔۔۔"

صالح نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر ڈائنگ ٹیبل کے پاس بنی کرسی پر بیٹھا کر خود گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

"یہاں کوئی کام تمہارا یا میرا نہیں ہے آج تم مجھے خود کو میری ملکہ کی طرح ٹریٹ کرنے دو گی۔۔۔"

صالح نے مسکرا کر کہا پھر ایک خیال کے تحت اسکی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"اب میں پہلے کی طرح امیر نہیں رہا بیلا تمہیں پہلے کی طرح ملکہ بنا کر نہیں رکھ پاؤں گا اپنی مخصوص کمائی سے تمہاری ہر خواہش پوری نہیں کر پاؤں گا۔۔"

پارسانے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"ہر بیوی اپنے شوہر کی ملکہ ہی ہوتی ہے اور شوہر کی محبت اسکے لیے سب سے بڑی دولت ہوتی ہے اور جب تک آپ اس گھر میں ہر دانہ حلال رزق کا کما کر لائیں گے وہ میرے لیے پوری دنیا کی دولت سے بڑھ کر ہو گا۔۔۔"

صالح نے مسکرا کر اپنا ماتھا اسکے ماتھے سے ٹکا دیا۔

"اللہ کا دیا قیمتی خزانہ ہو تم میرے لیے۔۔۔۔۔"

پار سا اسکی محبت دیکھ کر مسکرا دی۔

"اور آپ میرا سب کچھ ہیں۔۔۔۔۔"

صالح اپنی جان سے پیاری بیوی کو دیکھ کر مسکرا دیا اور انکی محبت کو دیکھ کر قسمت بھی اطمینان سے مسکرا دی۔
🔥🔥🔥🔥

"اور می۔۔۔۔۔ رب۔۔۔۔۔ بھ۔۔۔۔۔ ر دیت۔۔۔۔۔ اہ۔۔۔۔۔"

وہ زخ۔۔۔۔۔ م بھ۔۔۔۔۔ می ج۔۔۔۔۔ و کبھ۔۔۔۔۔ می بھ۔۔۔۔۔ رنے وال۔۔۔۔۔ ے نہی۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ت۔۔۔۔۔ ے۔

بے شک میرے رب کے علاوہ ہمارا کوئی ہمدرد نہیں۔ وہ ہم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے ہمارا یکتا
سہارا ہے۔ جب ہم اسکی عنایتوں پر خوش ہو جاتے ہیں تو اسکے امتحانوں پر بھی مایوس ہونے کی بجائے اس سے مدد
مانگنی چاہیے۔۔۔۔۔ ایک بار اسکے سامنے ہاتھ تو پھیلا کر دیکھو وہ تو ہر وقت تمہیں اپنی رحمت کے سمندر سے عطا
کرنے کے لیے بیٹھا ہے تمہیں تمہاری خواہش سے بھی بڑھ کر عطا کر دے گا اور ایسے ایسے عطا کرے گا کہ تم
حیران رہ جاؤ گے بس اپنی خواہش کو اسکے حوالے کر دو اور اس کی رضامیں راضی ہونا سیکھ لو۔۔۔۔۔"

صالح اور پارسا ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے اس بزرگ کی بات سن رہے تھے جو حرم پاک میں کھڑے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کہہ رہے تھے۔

"بے شک اللہ فرماتا ہے:

اے ابن آدم، ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے
پس اگر سپرد کر دیا اسکے جو میری چاہت ہے، تو دوں گا تجھ کو وہی جو تیری چاہت ہے
اور اگر نافرمانی کی اس کی جو میری چاہت ہے، تو تھکادوں گا تجھ کو اس میں جو تیری چاہت ہے۔
اور پھر ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔"

بزرگ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے اور صالح نے اپنی نیلی آنکھوں میں دنیا جہان کی عاجزی سمو کر سامنے موجود کعبہ کو دیکھا۔ وہ اور پارسا کچھ دن پہلے ہی عمرہ کرنے کی غرض سے یہاں آئے تھے۔

"وہ جس کا ایک کنہر چیز پر بھاری ہے وہ ناممکن دعاؤں کو ممکن کر ہی دیتا ہے۔ بے شک۔"

بزرگ نے اتنا کہہ کر اپنے چہرے پر عقیدت سے ہاتھ پھیرا تو صالح نے مسکرا کر اپنی بیوی کو دیکھا جو خود بھی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے دعا نہیں مانگنی؟"

پارسانے محبت سے پوچھا۔

"جو مانگا تھا وہ تو مل گیا بیلا اور اس زندگی کا ایک ایک پل اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بہت کم ہے۔۔۔۔"

پارسا کی پلکیں اس کی بات پر نم ہو گئیں۔

"آپ کا اتنا پیار ڈرتا ہے مجھے۔۔۔"

پارسانے گھبرا کر کہا۔

"مجھے بھی بیلا مجھے بھی۔۔۔"

صالح نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کہا۔

"لیکن جس رب نے ہمیں ملایا ہے یہ محبت ہمارے دل میں ڈالنے والا وہی ہے اور وہ مہربان ہے بیلا ہمیں کبھی جدا نہیں کرے گا۔۔"

پارسا اپنے آنسو پونچھ کر مسکرا دی۔ اسکا شوہر سچ ہی کہہ رہا تھا۔ ان کی اس محبت کو امر کرنے والا ان کا رب ہے جس سے بڑا کوئی مہربان نہیں۔ پارسانے مسکرا کر سامنے موجود کعبہ کو دیکھا تو صالح بھی مسکرا کر کعبے کی جانب دیکھنے لگا۔



پارسا بے چینی سے صالح کا انتظار کر رہی تھی جو اپنی جاب پر گیا ہوا تھا۔ کچھ دنوں سے اسے اپنی طبیعت بوجھل سی لگ رہی تھی۔ اس نے یہ بات صالح سے چھپائی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ پریشان ہو جاتا تھا۔

پارسا اس سے چھپ کر اپنی ہمسائی کے ساتھ ہاسپٹل گئی تھی اور وہاں سے جو خبر اسے ملی تھی اس نے ان دونوں کی زندگی میں مزید خوشیاں بھر دی تھیں۔

دروازہ کھٹکنے کی آواز پر پارسا بھاگ کر دروازے کی طرف گئی لیکن دروازے پر وہاب صاحب کو دیکھ کر حیران ہو گئی۔

"اسلام و علیکم ماموں کیسے ہیں آپ؟"

پارسانے مسکرا کر پوچھا تو وہاب صاحب نے اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھا اور گھر میں داخل ہو گئے۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا لیکن وہ مسکراہٹ ان کی آنکھوں تک نہیں پہنچی۔

"کیا ہوا ماموں سب ٹھیک ہے ناں؟"

پارسا کے پریشانی سے پوچھنے پر وہاب صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"سب ٹھیک ہے بیٹا بس وہ۔۔۔۔ سمیر نے نکاح کر لیا ہے۔۔۔۔"

پارسانے حیرت سے وہاب صاحب کی طرف دیکھا۔ آج پہلی مرتبہ سمیر کی نام سننے پر اسکے دل میں کوئی جزبات نہیں اٹھے تھے۔ نہ ہی غصہ، نہ ہی غم جیسے اس کی پارسا کی زندگی میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

"یہ تو اچھی بات ہے ناں۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ہاں بیٹا لیکن وہ لڑکی بے سہارا بیوہ ہے اور یہی نہیں اس کا پہلے سے چار سالہ بیٹا بھی ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ وہ اتنی بڑی ذمہ داری سنبھال بھی پائے گا یا نہیں؟"

پارسانکی پریشانی دیکھ کر افسردہ ہو گئی۔

"آپ پریشان مت ہوں ماموں اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہو گا۔۔۔"

وہاب صاحب نے افسردگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کہتا ہے اس نے ایسا اپنا بچھتاوا کم کرنے کے لیے کیا ہے۔ کبھی اس نے تمہیں بے سہارا کیا تھا تو آج کسی بے سہارا کا آسرا بن کر شاید خدا سے بخش دے۔۔۔"

پارسانے اپنا سر جھکا لیا۔

"اگر ان کی نیت اچھی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معاف کر دیں گے۔"

وہاب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔

"نادیہ چاہتی ہے کہ ولیمے کے لیے میں پاکستان جاؤں بیٹا لیکن میں وہاں نہیں جانا چاہتا جو انہوں نے تمہارے ساتھ کیا اس کے بعد میں انہیں معاف نہیں کر پا رہا۔"

پارسانے اپنا ہاتھ وہاب صاحب کے بازو پر رکھا۔

"لوگوں کو ایسے معاف کرو جیسے کہ تم اپنے خدا سے امید رکھتے ہو کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا۔۔۔ معاف کرنے سے بڑا کچھ نہیں ماموں میں سب بھول چکی ہوں آپ بھی بھول جائیں اور پاکستان واپس جائیں ان سب کا حق ہے آپ پر۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر اپنی جان سے پیاری بھانجی کو دیکھا۔

"بالکل اپنی ماں جیسی ہو تم۔۔۔ ہمیشہ خوش رہو بیٹا۔۔۔"

پارسا مسکرا دی۔ تبھی صالح دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہوا اور وہاب صاحب کو دیکھ کر سلام کیا۔

"آپ کھڑے کیوں ہیں انکل بیٹھ جائیں میں کچھ بناتا ہوں آپ کے لیے۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر انکار میں سر ہلایا۔

"نہیں بیٹا میں چلتا ہوں اب کام پر جانا ہے مجھے میں بس پارسا سے ملنے آیا تھا۔۔۔۔"

وہاب صاحب نے مسکرا کر کہا اور پارسا کے سر پر پیار دے کر وہاں سے چلے گئے۔ انکے جاتے ہی صالح پارسا کے قریب آیا اور اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپا لیا۔

"آج بہت تھک گیا میں بیلا۔۔۔۔"

پارسا ہلکا سا مسکرا دی۔

"آپ روم میں چلیں میں کھانا کے کر آتی ہوں۔۔۔۔"

صالح ہاں میں سر ہلا کر کمرے میں چلا گیا اور اسکے فریش ہونے تک پار سا کھانا لے کر کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔

"آپ کھانا کھالیں پھر مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔۔۔۔"

پار سانے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا اور صالح اپنی بیلا کو اتنا تو جانتا تھا کہ وہ ایسا بے چینی میں ہی کرتی تھی۔

"تم پہلے مجھے بتاؤ۔۔۔۔"

"نہیں پہلے آپ کھانا کھالیں پھر آپ کو خوشی سے کھانا ہی نہیں گزرے گا۔۔۔"

پار سا کے چیلنج پر صالح نے ابر و اچکا کر اسے دیکھا۔

"واہ ایسا کیا ہو گیا بیلا۔۔۔۔؟"

"کھانا کھائیں تو بتاؤں گی۔۔۔"

صالح خاموشی سے کھانا کھانے بیٹھ گیا اور پہلا نوالہ توڑ کر اس نے پارسا کی جانب کیا جو پارسانے اپنے منہ میں لے لیا کیونکہ جب تک پارسا وہ نہیں کھاتی صالح بھی کھانا کھانے والا نہیں تھا۔

"چلو اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔۔۔۔"

کھانا کھانے کے بعد صالح نے پارسا کو برتن اٹھاتے دیکھا تو پوچھنے لگا لیکن پارسانے بس ایک ٹشو پیپر اس کے سامنے رکھا اور برتن لے کر وہاں سے چلی گئی۔ صالح نے وہ ٹشو پکڑا تو اس پر اٹیلین میں کچھ لکھا تھا۔

"Vengo molto presto papà e sono molto emozionato."

(میں جلد ہی آپ کے پاس آ رہا ہوں بابا اور میں بہت ایکسائٹڈ ہوں)

ان الفاظ کا مطلب سمجھ کر وہ ٹشو صالح کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر اور وہ جلدی سے اٹھ کر کچن میں آیا جہاں پارسا ایک شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ دیوار سے لگی تھی۔

صالح نے بھیگی ہوئی نیلی آنکھوں سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ کر اسے خود میں بھینچ لیا۔ اسکے لمس میں بہت زیادہ شدت تھی۔

"اللہ کی اتنی عنایتوں کا شکر کیسے ادا کروں گا میں بیلا مجھے سمجھ نہیں آتا۔۔۔"

پار سا خود بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"یہی تو مجھے بھی سمجھ نہیں آتا۔۔۔"

صالح نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اپنے ہونٹ عقیدت سے اس کی آنکھوں پر رکھے۔

"آج زندگی کی ہر خوشی مل گئی ہے مجھے بیلا۔۔۔"

پار سا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی لیکن صالح نے اسے اپنی باہوں میں اٹھالیا تو پار سا نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"عالم۔۔۔۔"

"شششش۔۔۔۔۔ بیلا ابھی تمہاری ایک انچ کی بھی دوری مجھے گوارا نہیں اپنی اس خوشی کو تمہارے قریب رہ کر

محسوس کرنا چاہتا ہوں میں۔۔۔۔"

پارسانے شرمنا کر اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا اور دل ہی دل میں اتنی خوشیوں پر اپنے رب کا ڈھیروں شکر ادا کرنے لگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عظیم اور مہربان ہیں۔



(سات سال بعد)

"داؤد۔۔۔۔۔ داؤد بیٹا کہاں ہو آپ؟"

پارساہر طرف اپنے بیٹے کو ڈھونڈ چکی تھی لیکن اس نے تو جیسے اس کے سامنے نہ آنے کی قسم کھائی تھی۔

"کیا ہوا بیلا اتنا پریشان کیوں ہو؟"

صالح جولاونج میں بیٹھالیپ ٹاپ پر اپنا کام کر رہا تھا اس کو یوں پریشان دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

"آپ کا بیٹا بالکل آپ پر گیا ہے عالم بہت زیادہ تنگ کرتا ہے مجھے۔۔۔۔۔"

صالح مسکرا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس صوفے پر بیٹھایا۔

"میں نے کب تنگ کیا تمہیں بیلا؟ میں تو بہت شریف ہوں کتنے ہی دن ہو گئے ہیں مجھے تمہیں تنگ کیے۔۔۔"

اسکی معنی خیز بات پر پار سا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ بھی ناں۔۔۔"

وہ جلدی سے اٹھنے لگی لیکن صالح نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس اپنے قریب بیٹھایا۔

"داؤد صالح عالم سامنے آؤ زرا۔۔۔۔"

"جی بابا۔۔۔۔"

صالح کے بلاتے ہی داؤد آلہ دین کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔

"کہاں تھے تم بیٹا کیوں پریشان کر رہے تھے ماما کو؟"

صالح نے زرا رعب سے پوچھا تو داؤد اپنا سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"انہیں پریشان نہیں کر رہا تھا بالیکن ماما جب بار بار مجھے بلاتی ہیں تو مجھے اچھا لگتا ہے اس لیے چھپ گیا تھا۔۔۔"

داؤد نے اپنی انتہائی حسین نیلی آنکھوں سے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ حسن میں تو وہ صالح کو بھی کئی قدم پیچھے چھوڑتا تھا۔ مغربی اور مشرقی حسن کے امتزاج کا داؤد عالم اپنے حسن سے کسی کو بھی اپنی طرف مائل کر لیتا تھا۔

"یہ تو اچھا طریقہ ہے پھر تو مجھے بھی چھپ جانا چاہیے تاکہ آپ کی ماما مجھے بھی بلاتی رہا کریں۔۔۔"

صالح نے شرارت سے پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ خواب ہے بس آپ دونوں کا چھپ جائیں میری طرف سے دوپیل سکون سے سو جاؤں گی میں کیونکہ آپ دونوں میری نیند کے پکے دشمن ہیں۔۔۔"

پارسانے ادا سے کہا تو صالح اچانک اسکے کان کے قریب ہوا۔

"آج کل تو تمہیں چین سے سونے دیتا ہوں بیلا قسم لے لو کبھی پریشان نہیں کیا۔۔"

"عالم۔۔۔۔"

پارسانے داؤد کے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے صالح کو گھوراجواب مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ہونٹ پارسا اور داؤد کے ماتھے پر رکھے۔

"میری زندگی کو اتنا حسین بنانے کا بہت شکریہ بیلا۔"

صالح نے ان دونوں کو خود میں سمیٹ کر کہا اور پارسا ہلکا سا مسکرا دی کیونکہ ابھی تو اس نے صالح کو اس خوشی کے بارے میں نہیں بتایا تھا جو ان کی زندگی میں دوسری اولاد کی صورت میں آنے والی تھی۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ اس خوشخبری کے بارے میں صالح کو تنہائی میں ہی بتائے گی کیونکہ اس کے محبت بھرے اظہار سے وہ اپنے معصوم بچے کو نہیں بگاڑنے والی تھی۔

فون بجنے کی آواز پر پارسا حسین خیالوں سے باہر آئی اور صالح کو دیکھا جس نے مسکراتے ہوئے موبائل کان سے لگایا تھا۔

"کیسے ہولو کا؟"

صالح نے مسکرا کر پوچھا۔ لوکا سے وہ کبھی ملنے نہیں گیا تھا کیونکہ اگر اسے امریکہ میں کوئی دیکھ لیتا تو ڈیمین موریٹی کا زندہ ہونا ان کی پرسکون زندگی کو تباہ کر دیتا۔

لوکا بھی کبھی اس سے ملنے سعودیہ نہیں آیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ڈیمین موریٹی کے دشمنوں کو راسی بھی کوئی بھنک پڑھ جائے۔ لیکن دونوں کا فون پر رابطہ آج بھی قائم تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ڈیمین اور آج تو بہت زیادہ خوش ہوں۔۔۔۔"

لوکا کی پرسجوش آواز پر صالح مسکرا دیا۔ لوکا آج بھی اسے ڈیمین بلاتا تھا۔ صالح نے اسے منع کیا تھا لیکن لوکا نے کہا تھا کہ وہ کچھ بھی بن جائے اس کے لیے وہ ڈیمین ہی رہے گا۔

"ایسا کیا ہو گیا آج روزلی نے تم سے عزت سے تو بات نہیں کر لی؟"

صالح نے شرارت سے پوچھا۔

"نہیں اپنی خوشی میں دیکھاتا ہوں تمہیں۔۔۔۔"

لوکانے پر جوشی سے کہا اور ویڈیو کال کا کیمرہ آن کر کے اپنی باہوں میں موجود چھوٹی سی جان کی طرف کیا۔ سرخ بالوں والی وہ چھوٹی سی گڑیا اپنی سبز آنکھیں بڑی کیے موبائل کو دیکھ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ لوکا بہت زیادہ مبارک ہو تمہیں اور روز کو۔۔۔۔"

صالح نے مسکراتے ہوئے پر جوشی سے کہا اور موبائل پارسا اور داؤد کی جانب کیا۔

"دیکھو لوکا اور روز کی چھوٹی سی گڑیا کو۔۔۔۔"

پارسانے بھی مسکرا کر اس ننھی سی جان کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی داؤد جلدی سے بول اٹھا۔

"واؤشی از سوپر بیٹ جسٹ لائک این اینجل۔۔۔۔۔"

داؤد اپنی آنکھیں بڑی کیے اس پیاری سی گڑیا کو دیکھ رہا تھا اور لوکا اسکی معصوم بات پر مسکرا دیا۔

"تمہیں یہ اینجل لگی ہے بیٹا تو آج سے یہی اس کا نام ہے۔ اینجل کا سیدوری۔۔۔۔۔"

لوکانے مسکرا کر روزلی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جوا بھی بھی دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔

"لیکن میں اسے اینجل ہی بلاؤں گا۔۔۔۔۔ مائے اینجل"

داؤد نے گویا حکم سنایا اور اسکے اس حکمیہ انداز پر لوکا مسکرا دیا کیونکہ یہ انداز اسے مورٹی خاندان سے وراثت میں جو ملا تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا تم جو چاہے اسے بلا سکتے ہو۔۔۔۔۔"

لوکانے مسکرا کر کہا پھر روزلی کو ہوش میں آتا دیکھ انہیں بائے کہہ کر کال بند گیا اور اسکے کال بند کرتے ہی داؤد صالح کی جانب مڑا۔

"بابا آپ جائیں اور لوکا انکل سے اینجل کو یہاں لے آئیں وہ اسے گم کر دیں گے۔۔۔"

داؤد نے اپنی ننھی سی مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"وہ انکی ہے بیٹا تو وہ اسے کیوں گم کریں گے؟"

پارسانے پیار سے اسکا چہرہ تھام کر کہا۔

"نو مماش از مائن۔۔۔۔۔ مائی اینجل۔۔۔۔۔"

داؤد اتنا کہہ کر پارسا کی گود سے اٹھا اور ناراضگی کا اظہار کرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ اسکی اس حرکت پر پارسا اور صالح

نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا کیونکہ ان کا بیٹا بہت زیادہ فرماں بردار تھا۔

"اس کی بہن لے آئی چاہیے ہمیں بیلا۔۔۔۔۔"

پارسا صالح کی بات پر مسکرا دی اور اس کا چہرہ گلال ہو گیا۔

"جلد ہی آجائے گی ان شاء اللہ۔۔۔"

پار سا کا ہوں شر میلا سا روپ دیکھ کر صالح پہلے حیران ہوا پھر بات کو سمجھتا اسے کمر سے پکڑ اپنے قریب کر گیا۔
"کیا سچ میں بیلا؟"

پار سانے شرماتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو صالح اسے سختی سے خود میں بھینچ گیا۔

"اف میں کیسے بتاؤں کہ میں کتنا خوش ہوں الحمد للہ۔۔۔"

پار سانم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"اللہ تعالیٰ ہماری خوشیوں کو ایسے ہی قائم رکھیں آمین۔۔۔"

"ثم آمین۔۔۔"

صالح نے اسے خود میں بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بہت زیادہ خوش تھے لیکن زندگی نے کب کون سا امتحان اپنی
آڑ میں چھپا رکھا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔



ختم شد